

تغییر خلیلہ دوں اخوند مولائے خاچیاں ورثتیاں اور تقویت کے

پالاں ننگی نشان

لیل سندھ کا گھنٹ

الاھمیل الازمیکہ
فی تَرْدِیدِ الْوَهَابیَّةِ

ادبی شیعی اسلامی تحریک جماعت
سی جاں نہشنی یونیونی نقشبندی جماعت
ترجمہ: پروفیسر غلام رحیم احمدزادہ جوہر

ڈاکٹر فتحیہ بیکر شیرازی
042-7313885

پیدائشی مہال

ل سنت مارف

الاضمحل الاربیک کے فیض
 تجدید الرعایۃ
 (تغیییر ایڈ، توسل و استمداد، ندایتے غائبانہ و سماع اور تقلید کے)

لز

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد حسن جان سہمنی مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: پروفیسر علامہ محمد امجد احمدی



۱۔ گنجنگش روڈ لاہور
 ۰۴۲-۷۳۱۳۸۸۵

لُوریٰ ضوئیہ پبلیکیشنز

ترمیں و اہتمام
سید شجاعت رسول شاہ قادری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ----- الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ
چاراہم زرائی مسائل اور اہمیت کا موقف
مصنف ----- حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم ----- علامہ پروفیسر محمد اعجاز جنوبی
تاریخ اشاعت ----- ۱۰ تکبر ۲۰۰۳ء
ناشر ----- نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، لاہور
مطبع ----- اشیاق اے مشتاق پرنٹرزل لاہور
قیمت ----- 75/- روپے

ملنے کا پتہ
نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

11 گنج بخش روڈ، لاہور فون: 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ-A فیصل آباد فون: 626046

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفہ نمبر
۱	تقریط	۹
۲	تقریط	۱۱
۳	حالات مؤلف از تدوین السالکین علامہ مخدوم بصر الدین سیوطی	۱۳
۴	وہابیوں کے عقائد	۱۸
۵	عقائد و بارہ رسالت	۱۹
۶	اجماع امت	۲۱
۷	فقہ	۲۱
۸	وہابیہ کے عملیات	۲۲
۹	نزاعی مسائل	۲۸
۱۰	اصل اول غیر اللہ کی تعظیم	۲۹
۱۱	کتاب اللہ سے ثبوت	۲۹
۱۲	آیت کاشان نزول	۳۳
۱۳	منکرین شفاعت کا استدلال	۳۷
۱۴	رجوع الی المطلوب	۳۱
۱۵	احادیث رسول اللہ ﷺ سے تعظیم غیر اللہ کا ثبوت	۳۳
۱۶	ایک اور واقعہ	۳۵
۱۷	صحابہ کرام کا بارگاہ رسالت میں ادب و احترام	۳۷
۱۸	علمائے امت کے ارشادات	۳۷

نمبر نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۵۲	امام بخاری کی قبر سے تبرک	۱۹
۵۳	ارواح صلحاء سے توسل اور استمداد	۲۰
۵۸	الحاصل	۲۱
۵۹	مظہر عون الہی	۲۲
۶۰	سالکان طریقت کا طریقہ	۲۳
۶۱	عدهہ ترین دلیل، حدیث نابینا	۲۴
۶۲	خلاصہ کلام	۲۵
۶۸	رجوع الی المطلوب، دلیل اول، دوم، سوم	۲۶
۷۰	دوسرے استدلال کا جواب	۲۷
۷۲	تَتِمَّه مَسْلَه اسْتَمَدَاد	۲۸
۷۳	حقیقت و مجاز میں فرق	۲۹
۸۰	اصل سوم غائبانہ نہ اور سماع موتنی	۳۰
۸۱	ایک اعتراض	۳۱
۸۲	ایک دلچسپ مناظرہ	۳۲
۸۳	فائدہ ہمہ	۳۳
۸۵	رجوع الی المطلب	۳۴
۹۶	ایک سوال	۳۵
۹۶	امام ابو حیان کی وضاحت	۳۶
۹۷	ایک صحابی کا واقعہ	۳۷
۹۸	روضۃ الریاضین کی حکایت	۳۸
۹۸	ایک اور حکایت	۳۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۳۰	شیخ نجم الدین کی حکایت	۹۸
۳۱	ابن رجب سے مروی حکایت	۹۸
۳۲	محبت طبری کی حکایت	۹۹
۳۳	شیخ حضری کی دوسری حکایت	۹۹
۳۳	شیخ معین الدین کی کرامت	۹۹
۳۵	عبد الرحمن نوری کی شہادت	۹۹
۳۶	ابن سعید خراز کا واقعہ	۱۰۰
۳۷	موت کی بختی اور قبر میں فرشتوں کے سوالات	۱۰۰
۳۸	ریچ بن خراش کا واقعہ	۱۰۹
۳۹	مورق عجیل کا مرنے کے بعد کلام کرنا	۱۱۰
۴۰	اس واقعہ کا دوسرا طریق	۱۱۰
۴۱	روبہ بنت سجاد کا کلام	۱۱۱
۴۲	مداائن میں ایک شخص کا بعد موت کلام کرنا	۱۱۱
۴۳	ایک اور واقعہ	۱۱۱
۴۳	مردہ اٹھ بیٹھا	۱۱۲
۴۵	مسور بن مخرمہ کی شہادت	۱۱۲
۴۶	ایک عورت کا بعد موت کلام کرنا	۱۱۳
۴۷	ایک اور واقعہ	۱۱۳
۴۸	داوَّد بن ہند کا واقعہ	۱۱۵
۴۹	اصل چہارم تقلید شخصی	۱۱۸
۵۰	وجوب تقلید کے دلائل	۱۲۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۱	پہلی شق کا ثبوت	۱۲۱
۶۲	احادیث سے دلائل	۱۲۲
۶۳	دوسری شق کا ثبوت	۱۲۵
۶۴	وجوب تقلید کی تیسرا دلیل	۱۲۷
۶۵	ایک اعتراض	۱۲۸
۶۶	وجوب تقلید کی چوتھی دلیل	۱۲۹
۶۷	وجوب تقلید میں علماء کی عبارات	۱۳۵
۶۸	مذہب حنفیہ کی ترجیح کی وجہ	۱۳۶
۶۹	باب اول امام اعظم کے منفرد فضائل	۱۳۵
۷۰	امام اعظم کی شان میں مردی اخبار و آثار	۱۳۵
۷۱	نوع دوم مناقب امام	۱۳۸
۷۲	نوع سوم صحابہ کرام سے روایت حدیث	۱۳۸
۷۳	نوع چارم عہدتا بعین میں آپ کی عملی شہرت	۱۵۱
۷۴	نوع پنجم کبارتا بعین کا آپ سے روایت کرنا	۱۵۲
۷۵	نوع ششم چارہ بزارتا بعین و تیجتا بعین سے شرف تمنہ	۱۵۳
۷۶	نوع هفتم عظیم مجتہدین سے اتفاق	۱۵۳
۷۷	نوع هشتم علم شریعت کی مذوین میں اذیلت	۱۵۵
۷۸	نوع نهم کسب حلال پر گزارہ علماء و مشائخ پر خرچ	۱۵۶
۷۹	نوع دهم جاہ و منزلت سے کنارہ کشی اور مقام شہادت	۱۵۷
۸۰	ایک اور حدیث	۱۶۰
۸۱	حاجم اور مجhom کے روزے کا مسئلہ	۱۶۷

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۶۸	حج افراد	۸۲
۱۶۸	حالات حرام میں نکاح	۸۳
۱۶۹	مشترک جائیداد میں شفعت	۸۴
۱۶۹	نوافل عبادات کی ترغیب	۸۵
۱۶۹	نکاح میں ولی کی شرط	۸۶
۱۷۰	حق مہر کا تعین	۸۷
۱۷۰	اباحت طلاق	۸۸
۱۷۱	دانت کا قصاص	۸۹
۱۷۱	مشرکین کا قتل	۹۰
۱۷۲	کتنے کاشکار	۹۱
۱۷۲	ذوی السهام پر مال میراث کا رد	۹۲
۱۷۳	خاتمه	۹۳
۱۷۶	حدیث اول حدیث افتراق امت	۹۳

تقریظ حضرت علامہ اعصر راس العلماء مولانا عبدالباقي صاحب
 قاضی بلاسندھ و بلوچستان و سجادہ نشین درگاہ عالیٰ حضرت
 مفتی دیارالسنداستاذ الافق علامہ مولانا محمد عبدالغفور
 الہما یوں علیہ الرحمۃ۔

بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده و
 على إله وأصحابه الذين هم المرضيون عنده، أما بعد
 میں نے رسالہ الاصول الاربعة (اصول چہار گانہ) کا مطالعہ کیا، اس کو جبر تقام، بحر
 طمطم حافظ آیات قرآن، ناصر احادیث رسول مقتداً نہ جب حفیہ حضرت سیدی و مولائی
 الحاج محمد حسن جان سرہندی نے تصنیف فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے شموں افاضہ کروشن رکھے
 اور آپ کے افادہ کے چاند چکتے رہیں، میں نے اس کو بحمد اللہ تحقیقات ایقہ اور تدقیقات
 رشیقہ پر محیط و حاوی پایا جنہیں کانوں نے نہیں سنانہ کبھی آنکھوں نے دیکھا، اور نہ کسی دل
 میں ان کا خیال گزرا، یہ تحقیقات دلائل ساظھر سے مشید اور حج قاطع سے موید ہیں اور بہت
 زیادہ نفع کی حامل ہیں جو بند دلوں کو کھولنے والی، اندھی آنکھوں کو روشن کرنے والی اور
 بہرے کانوں کو دولت ساعت سے نوازنے والی ہیں، بلاشبہ یہ آب زم زم ہے جسے شفا کے
 طبلگار پیتے ہیں یہ آب حیات ہے جس سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں، یہ موتیوں کا سرمه ہے
 جس سے اندھوں کی آنکھیں چمک اٹھتی ہیں، یہ عظیم کتاب ہے جو حق و صواب کا اظہار کرتی

ہے مجھے اپنی زندگی کی قسم! کہ یہ اس موضوع پر قول فیصل اور فصل الخطاب ہے پس جو اس تحقیق اینیق سے اعراض کرے اور مرض قلب میں بتلا ہو اس کے بارے میں یہ آیتے کریمہ پڑھو۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هَذِهِ أَعْمَلِ فَهُوَ فِيْ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی
الْآخِرَةِ أَعْمَلَ وَأَضَلَّ سَبِيلًا۔ اندھا اور انہاتی گمراہ ہو گا۔
وَأَنْهَدْ عَلَوْنَا أَنَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَسَلَامٌ عَلَى جَمِيعِ
عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ خَصْوَصًا عَلَيْهِ سَيِّدُنَا وَشَفِيْعُنَا خَاتَمُ
النَّبِيِّنَ وَعَلَى اللَّهِ وَاصْحَابِهِ اجْمَعِينَ۔

میں ہوں

فقیر عبد الباقی الہمایونی

عفا اللہ عنہ

تقریظ حضرت علامہ الدہر رئیس العلماء
مولانا محمد حسن صاحب
سجادہ نشین درگاہ کلپار شریف و مفتی بلوچستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ تَحْمِدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَ
صَفِّيْ جَمِيعِ مِنْ مَلَكِ صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمَ أَمَّا بَعْدُ

اہل بصیرت پر مجھنے نہیں کہ فساد و طغیان کے اس زمانہ میں جبکہ شیطان اور اس کے ایجنت
بنی نوع انسان کے اغواء میں کوشش ہیں، کسی گوشہ سے نداۓ ارجمندی یا بالال (اے
بالال مجھے راحت دو) سنائی نہیں دیتی اور کوئی صاحب فضل و مکمال عقامہ اہل سنت کے احیاء
اور بدعتات و نظریات اہل زبان کے قلع قلع میں کماحقة مشغول نہیں، حالانکہ اہل باطل مثلاً
روافض قادری اور وہابی پوری قوت کے ساتھ اغواۓ عوام میں ابلیس کے یار و مددگار ہیں
اور اس تگایوں میں سرعت رفتاری کے ساتھ ترقی کر رہے ہیں، خصوصاً فرقہ و شاذہ وہابیت کے
افراد جو جب وہ دستار میں نمائش تقویٰ اور لمبی داڑھیوں کے ساتھ اشاعت تو حید، اتباع سنت اور
تبیخ اسلام کے نام پر دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈاکہ ڈال رہے ہیں، اور ہر کوئی جانتا
ہے کہ ان کی مصنوعی تو حید نجدی تو حید ہے اصلی اسلامی تو حید نہیں اسی طرح ان کی سنت اہن
عبد الوہاب اور ابن تیمیہ کی سنت ہے، سنت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں، جن لوگوں کو علم
تاریخ میں مہارت حاصل ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مذاہب باطلہ کے علمبردار اپنے فاسد
عقائد کو ہمیشہ تو حید الہی کی حمایت و تائید کے بھانے سے فروع دیتے ہیں جیسا کہ فرقہ اعتزال
کی مثال ہے جو قرآن حکیم کو حادث جانتے تھے اور اس کو قدیم ماننے سے انکاری تھے اور کہتے
تھے کہ کلام اللہ کو قدیم مان لیا جائے تو تعدد قدماء لازم آتا ہے اور یہ تو حید کے منافی ہے جیسا
کہ اس خط سے مستفاد ہے جو عباسی خلیفہ مامون نے اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم خرازی کو

لکھا اور تاریخ اخلفاء میں مذکور ہے، معتزلہ بنیں جانتے تھے کہ توحید کے منافی تعدد ذاتات قدیمہ ہے نہ کہ تعدد صفات قدیمہ، شرح عقائد نسخی میں اس کی کامل تحقیق ہے۔

اسی طرح فلسفی حکماء مثلاً افلاطون جالینوس اور ارسطو وغیرہ نے تو حید ذات کا گمراہ کن تصور دیا کہ واحد حقیقی سے صرف ایک چیز صادر ہوتی ہے۔ پس توحید میں تنگی اور تفریط کے باعث خدا کے قادر کل اور فعل تمایر یہ ہونے کا انکار کیا اور وادی ضلالت میں بھک گئے۔

یوں اللہ تعالیٰ کی خالقیت کو عقل اولیٰ کی تخلیق تک محدود و محصور کر دیا۔

وہاں پر نے بھی توحید اسلامی میں تفسین و تفریط سے کام لیا اور مشروع تعظیم کو توحید کے منافی اور شرک و کفر کے برابر قرار دیا جس کی تصریح ان کی کتب توحید میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا لا کھلا کھکھر ہے کہ اس زمان سعادت اقران میں جمۃ الخلف بقیۃ السلف رئیس المشائخ رئیس العلماء العظام مولانا و مفتاحنا حضرت خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی سجادہ نشین درگاہ مٹنڈہ سائیں دادزیدت برکاتہ و فیوضاتہ نے تردید وہاں میں ایک کتاب اصول اربعہ تایف فرمائی اور مسلمانان عالم کو اس مقدمہ طائفہ کے شر سے حفاظت ونجات کا سامان کیا اس لیے اے طالبان علم! اس کتاب کے مطالعہ کی طرف مبادرت کرو، کیونکہ یہ اس موضوع پر بے مثال کتاب ہے اور حق و صواب پر مشتمل ہے۔

فقیر محمد حسن کتبداری

عفان عن الباری

حالات مؤلف از قدوة السالکین

علامہ مخدوم بصر الدین سیوسنی

لَهُمْدَةٌ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا
بَعْد

چونکہ دستور بن چکا ہے کہ ناظرین کی بصیرت میں اضافہ کے لئے آغاز کتاب میں
مصنف کے مختصر حالات بیان کردیئے جاتے ہیں اس لئے یہاں کچھ حالات با برکات حضرت
مصنف کے درج کئے جاتے ہیں، (اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے)۔

پوشیدہ نہ ہے کہ حضرت سیدنا المؤلف امام الوقت شیخ الاسلام خواجہ محمد حسن جان
سرہندی سجادہ نشین ثنیہ سائیں داد مظلہ العالی حضرت الشیخ قطب الوقت غوث الزمان
سراج الاولیاء خواجہ عبدالرحمن فاروقی مجددی معصومی کے خلف اکبر اور قائم مقام ہیں اور اس
خاندان عالی شان میں فیوض و برکات اور ظاہری و باطنی علوم کا سلسلہ نسل درسل متواتر اور
جاری ہے۔

حضرت مولانا مؤلف بتاریخ 6 شوال 1278 ہجری کو دارالرشاد قدھار (افغانستان)
میں رونق افروز جہاں ہوئے، ایام طفیل میں اپنے والد بزرگوار سے کسب کمالات کا شغل
اختیار کیا اور علوم درسیہ و کتب ابتدائیہ کے اساق اپنے والد گرامی ہی سے پڑھے اور حضرت
کی نظر کیمیاء اثر سے مدارج علمیا تک پہنچ یہاں تک کہ ملک افغانستان میں انقلاب آیا اور
انگریزوں نے غاصبانہ تسلط جمالیا تو اس زمانے میں حضرت سراج الاولیاء نے اہل و عیال
سمیت ملک عرب کی طرف ہجرت کی، حضرت مؤلف نے کم عمری کے باوجود مجاہدین کے
شانہ بشانہ جہاد میں حصہ لیا اور اس زمرہ میں شمولیت اختیار کی، بعد ازاں ہجرت کے دوران

جب ملک سندھ سے گزرے تو مخلصین کی استدعا پر حیدر آباد کے مضاقات میں نکھر گاؤں میں کچھ عرصہ کے لئے قیام فرمایا اور حضرت علام الحاج الحافظ علی محدث علوی سے بعض عقلی و نقلی علوم حاصل کئے پھر 1300 ہجری میں مع اہل دعیاں حرمین شریفین کے لئے رخت سفر باندھا، اور ان بابرکت بلاد میں پانچ سال گزارے اور وہاں کے مشاہیر علماء مثلاً حضرت شیخ زینی دھلان کی اور شیخ رحمت اللہ کرانوی مہاجرہندی سے علوم کی تکمیل کی، خصوصاً علم حدیث میں استفادہ کیا اور صحابہ کی روایت کی اجازت حاصل کی، اور اہل حقوق کی خدمت، اہل خانہ، قافلہ اور رفتائے سفر کی خدمت گزاری کے باوجود سعی و طواف، حج و عمرہ زیارات مقابر و شاہد تحریک علم کسب کمالات اور حصول سعادات میں شب و روز کوشش رہے، مزید برآں انتہائی اشتغال و علاقے کے باوجود اس عرصہ کے دوران محضور لطف الہی حسن سعی اور عالیٰ یمتی سے قرآن حکیم حفظ کیا، حرمین شریفین میں پانچ سال گزارنے کے بعد والد گرامی کے حسب ارشاد ملک سندھ کا قصد کیا اور نکھر (حیدر آباد) میں تقریباً دو سال قیام فرمایا۔

۱۳۱۵ھ میں حضرت سران الاولیاء نے جوار حست الہی کی طرف رحلت کی تو حضرت مؤلف قبلہ با تفاق اعزہ و علماء اور مریدین مخلصین اپنے آباء و اجداد کے طریقہ پر مندا آراء ہوئے، اور نندھہ سائیں داد میں خانقاہ، رہائش گاہ اور مسجد تعمیر کروائے تو سکونت اختیار کی۔ ۱۳۲۰ ہجری میں سفر حرمین کا داعیہ پیدا ہوا تو مخلصین کے ہمراہ سفر میمت اش کیا اور تجیرو عافیت واپس آئے۔

۱۳۲۲ ہجری میں پھر حج و زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور چوتھی بار عراق و بغداد کے راستے زیارات انبیاء و صلحاء سے مشرف ہوتے ہوئے سفر حج کیا اس دیار میں آپ نے تمام مشاہد و مزارات متبرکہ کی زیارت کی، حج و زیارت سے فارغ ہوئے تو براہ شام و فلسطین واپس تشریف لائے اور زیارات انبیائے کرام سے مشرف و فیضیاب ہوئے، ان اسفار کے عجیب و غریب مشاہدات کو آپ نے ایک سفر نامہ میں تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا۔ اس وقت

آپ خانقاہ شریف شنڈہ سائیں داد میں جو کہ سندھ میں ماوی غرباء اور مرجع فقراء و صلحاء ہے، بندگان خدا کی رشد و ہدایت کی سند پر جلوہ گر ہیں اور اپنے اوقات شریف، وظائف عبادات و خیرات میں صرف کر رہے ہیں خصوصاً مخلوق خدا کی خدمت بنی نوع انسان کی ہمدردی، نہ بہ اہل سنت و جماعت کی حمایت اور مذاہب باطلہ کے ردو ابطال میں آپ کا وجود مسعود زمانہ قحط الرجال میں غنیمت عزیزہ اور نعمت عظیمہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کو طول بقاع عطا کر کے مسلمانوں کو فائدہ دے اور ہم سب کو آپ کے فیض و برکات سے نوازے۔

حضرت مؤلف نے کثرت مطالعہ و سعیت معلومات تحریک علمی اور کمال سلامت و نفاست کے ساتھ تصنیف و تالیف پر قدرت کے باوجود، مگر قلت فرصت کے باعث چند کتابیں اور رسائل علمی یادگار چھوڑے ہیں، ان کتب و رسائل کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱۔ ائمۃ المریدین یہ کتاب اپنے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات و خوارق عادات کے ذکر اور عجیب و اسرار و فوائد پر مشتمل ہے، اور خاص و عام کے لئے مفید ہے۔

۲۔ انساب الانجاح اس میں مشائخ مجددیہ کا نسب اور زمانہ حاضر تک مشائخ مجددیہ کے اسماء و درج ہیں۔

۳۔ رسالہ تبلییلیہ یہ رسالہ کلمہ طیبہ کے مفہوم اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کے متعلق ہے حضرت مؤلف نے ان تینوں تالیفات کو کوشش خاص سے طبع کروائی و مفت تقسیم کیا۔

۴۔ شفاء الامراض یہ کتاب وظائف و امراض اور تعویذات پر مشتمل ہے۔

۵۔ حضرت مؤلف 2 جون 1946ء، بہ طابق 2 ربیع 1365 ہجری کو دارفانی سے کوچ فرمائے اور کوہ گنجہ کے دامن میں مزار سراج الاولیاء کے پہلو میں دفن ہوئے، مزار مرجع خاص دعایم ہے۔

- ۵۔ رسالہ رَدْ قادیانی
- ۶۔ رسالہ عالم بِرْزَخ (عربی) یہ روح کے موضوع پر ہے۔
- ۷۔ رسالہ تحقیق الجمیع فی القرآن (عربی)
- ۸۔ الاشارة الی البشارۃ مکتوبات امام ربانی پر بعض معتقدین کے اعتراضات کے رد میں۔
- ۹۔ سفرنامہ ۱۰، چہل کاف شرح
- ۱۰۔ اجازت نامہ احادیث مسلسل از شیخ محمد ابی نصر شامی (عربی زبان میں)
- ۱۱۔ شرح حکم شیخ عطاء اللہ اسکندرانی
- ۱۲۔ ترجمہ عہود مواثیق شیخ عبد الوہاب شعرانی (فارسی)
- ۱۳۔ الاصول الاربعینی تردید الوهابیہ (کتاب زیر نظر)
- ۱۴۔ رسالہ فی احکام الطاعون (عربی)
- ۱۵۔ سرو راجح و ن فی اللطائف (عربی)
- ۱۶۔ رسالہ فی ذکر اولیاء الزمان وہ اولیائے زمان جن سے حضرت کی ملاقات ہوئی کے ذکر میں۔
- ۱۷۔ رسالہ فی عجائب مصنوعات اللہ تعالیٰ (فارسی)
- ۱۸۔ دعوانا ان الحمد لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلوةُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَاللّٰهُ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى خَصْصَوْصًا عَلَى خَاتَمِ
 الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَى إِلَهِ وَأَصْحَابِهِ الْكَرَمَاءِ

یہ چند جملے ہیں جو نسمات قدس (قدس کے جھوکوں) اور رشحات انس (انس کے قطروں) سے اس کم علم کے دل پر القاء کئے گئے، میں نے چاہا کہ بطور یادگار ان کو ضبط تحریر میں لایا جائے تاکہ برادران مذہب و ملت ان سے فائدہ حاصل کریں۔

واضح رہے کہ اس زمانے میں خواہش پرستوں کا ایک گروہ دنیاۓ اسلام میں ظاہر ہوا جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے اور اہل سنت خصوصاً مقلدین مذہب حنفیہ کے خلاف بڑے پیمانے پر کارروائیاں کرتے اور دین حق کی شمع بخانے کی سرتوڑ کوششوں میں مشغول رہتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بڑی تعداد میں لوگوں کو دام فریب میں گرفتار کر کے اپنا ہم مشرب بنالیا ہے۔

ہندوستان میں اس گروہ کا امام اول مولوی اسماعیل دہلوی ہے جس نے ۱۲۵۰ ہجری کے لگ بھگ خروج کیا اور محمد بن عبد الوہاب بحدی کی کتاب التوحید کا اردو اور فارسی میں ترجمہ کر کے اس کو بنا تقویت الایمان ”ہندوستان میں شائع کیا، بعد ازاں اہل اسلام کا دین وایمان غارت کرنے کے لئے صراط مستقیم وغیرہ رسائل تصنیف کیے، پھر اس کے چیلیوں مثلاً عبد اللہ غزنوی، نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، رشید احمد گنگوہی اور مدرس دیوبند کے بعض مولویوں نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ اور کتب و رسائل اور دفاتر کثیرہ سیاہ کر کے بہت سے لوگوں کو دام تزویر میں پھنسایا۔

اس فرقہ کے متاخرین دورا ہوں پر چلے، ایک گروہ نے کھلے عام اہل حدیث کھلوا کر تقید شخصی کا انکار کیا اور امت مرحوم کے اکابر علماء صلحاء اور اولیاء کو مشرکین اور مبتدعین (بدیعتی) قرار دیا، دوسرے گروہ نے حنفیت کا البادہ اوڑھ کر خود کو حنفی ظاہر کیا، حالانکہ یہ

گروہ عقیدہ میں پہلے گروہ کا ہم نفس و ہم قفس ہے ان کا حنفیت کا پرداہ اس لئے ہے کہ سادہ لوح حنفی مسلم انوں کو بہکار راست سے بھکا سکیں، کیونکہ اگر یہ وہابیت کا علاویہ اظہار کریں تو لوگ ان سے نفرت کریں گے اس لئے ان کا یہ حیلہ حصول مقصد کا ذریعہ ہے اور پچیس بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس تدبیر سے اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب رہے ہیں۔ اس لحاظ سے اہل ایمان کو اغوا کرنے اور اہل اسلام کے عقائد و نظریات پر شخون مارنے میں دوسرے گروہ کا ضرر پہلے گروہ کے ضرر سے کہیں زیادہ ہے بناء بریں اس رسالہ کے زیادہ تر مخاطب یہی لوگ ہیں، جن کے ظاہری خدو خال یہ ہیں کہ اگر ان کے ظاہر پر نظر کی جائے تو پچھتے مسلمان ہیں اور باطنی خباثت پر اطلاع ہو تو بدتر از شیطان ہیں، بظاہر صلاح سے آ راستہ ہیں، ان کا بآس سفید و پاکیزہ ہے، ریشیں دراز ہیں، نمائشی تقویٰ کے مجسمے ہیں ان کی زبان نرم اور شیریں ہے اور یہ لوگوں سے اذیتیں بھی سہتے ہیں مگر ان کا باطن امت مرحومہ پر لعن طعن کی خباثت سے آ لودہ ہے، یہ کرامات اولیاء، ارواح مقدسہ سے استمداد اور اموات کے لئے بتعین یوم ایصال ثواب کے مکر ہیں، مزید براں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں، بارگاہ رسالت میں حاضری، یا رسول اللہ، کے کلمات کے ساتھ غائبانہ نہ اور انبیاء و صلحاء کے ساتھ توسل کو حرام جانتے ہیں۔

وہابیوں کے عقائد:

چونکہ عقائد وہابیہ کا ذکر درمیان آ گیا۔ اس لیے آگاہی عوام کی خاطر وہابیوں کی کتابوں سے چند عقائد نقل کئے جاتے ہیں، اگرچہ نقل کفر کفر بناشد، مگر دل ان کی تحریر سے کاپٹا زبان قلم ان کے ذکر سے لرزتی ہے وجہ یہ ہے کہ ان کا ذکر بے ادبی سے خالی نہیں، خواہ یہ تذکرہ حکایتا ہو مگر ضرورت کا تقاضا ہے کہ ان کو نقل کیا جائے، اس گروہ کا مایہ ناز مسئلہ مسئلہ توحید ہے جسے یہ اپنی جماعت کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں، اور دوسروں کو مشرک فی التوحید جانتے ہیں، مگر ان کے عقیدہ توحید کا حال یہ ہے کہ یہ لوگ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں، یعنی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے (خدا کی پناہ) ان کے نزدیک

”اللہ تعالیٰ کو جہت و مکان سے منزہ جانا بذاعت اور گمراہی ہے“

مُنْحَنِيُّ إِذَا يَضْعَجُ الْحَقُّ مِنْ ۚ مَوْلَوِيِّ اسْأَعِيلَ دَبْوَى

صِيَاتُهُ الْإِيمَانُ صِ ۚ ۵ مَوْلَنَةُ شَبُودُ الْحَقُّ شَارِغُونَدَ ۴۷ مِنْ دَبْوَى

بِرَاهِينَ قَاطِعَهُ صِ ۚ ۲ طَلِيلُ اَحْمَدُ مَصْدَقُ رَشِيدُ اَحْمَدُ كَنْوَهِي

”حق تعالیٰ عرش پر بیٹھا اور کرسی پر دونوں پاؤں رکھے ہے جس کی وجہ سے کری چرچ

کر رہی ہے۔“ حوالہ جید الزمان در ترجمہ قرآن حاشیہ آیت الکری

”اللہ تعالیٰ کی صفات حادث ہیں اور اس کا تفصیلی علم بھی حادث ہے“

اقا ق البرہان از عبد الاحد غازی پوری، از احادیث ص ۷

”زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ ہوا میں تھا“ فتاویٰ محمد یوسف سطر ۲۳

یہ ہیں ان کے عقائد دربارہ توحید، اب ذرا رسالت کے متعلق ان کے عقائد ملاحظہ کیجئے۔

عقائد دربارہ رسالت:

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین نہیں کیونکہ النبین میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔“ (جامع الشوابہ، حوالہ نصر المؤمنین ص ۲۰ مولفہ نواب صدیق حسن)

۲۔ تمام انبیاء تبلیغ احکام میں معصوم نہیں۔

جامع الشوابہ، حوالہ کتاب روایت مطبوع صدیقی باراول مولفہ صدیق حسن

۳۔ ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کی تعظیم جتنی کرنی چاہیے۔“

تفہیہ الایمان ص ۲۰

۴۔ ”ہر مخلوق چھوٹی ہو یا بڑی اللہ تعالیٰ کی شان کے سامنے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔“

تفہیہ الایمان ص ۱۲

۵۔ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روپہ اطہر میں زندہ نہیں بلکہ (معاذ اللہ) مر کرنی میں مل گئے ہیں۔“

۶۔ ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روپہ اطہر اور آپ کے مشاہد و مساجد کی طرف سفر کرنا،

یونہی کسی نبی یا ولی کی قبر اور دیگر بتوں کی زیارت کو جانا شرک اکبر ہے۔^۱

تقریبۃ الایمان ص ۶۸ کتاب التوحید از محمد بن عبد الوہاب

۷۔ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم غیب کا عقیدہ رکھنا برا ہے۔“^۲

تقریبۃ الایمان ص ۲۶

۸۔ ”نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا گائے اور گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔“^۳

ملخص از صراط مستقیم ص ۹۳

۹۔ ”میری لاٹھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہتر ہے سانپ وغیرہ کے قتل کرنے میں کام آتی ہے۔“^۴

اویخ البرائین ص ۱۰ جوال سید دھلان کی

۱۰۔ ”انبیاء و اولیاء کے کاریں۔“^۵

ملخص از تقریبۃ الایمان

۱۱۔ ”انبیاء و اولیاء کو کوئی قدرت حاصل نہیں، نہ وہ متنتے ہیں۔“^۶

ایضاً

۱۲۔ ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر دوسرا نبی پیدا ہونا ممکن ہے۔“^۷

تقریبۃ الایمان ص ۳۰

۱۳۔ ”علم عیب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا خصوصیت ہے۔ ایسا علم غیب تو زیادہ عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ تمام جانوروں کو حاصل ہے اور آپ کے لئے یہ علم نص سے ثابت نہیں ہے۔“^۸

ملخص از حفظۃ الایمان از اشرف علی تھانوی

۱۴۔ ”آنحضرت کا علم ملک الموت اور شیطان سے کم ہے اور جو کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ حضور کا علم ملک الموت اور شیطان سے زیادہ ہے اور نص سے ثابت ہے تو ایسا عقیدہ شرک ہے۔“^۹

براہین قاطع ص ۵۱

۱۔ إِنَّ السَّفَرَ إِلَى قَبْرِ مُحَمَّدٍ وَمَشَاهِدِهِ وَمَسَاجِدِهِ أَكَارَهُ وَقَبْرَ تَبَّى أَذْوَلَى وَسَابِرَ الْأَذْلَانِ۔
۲۔ صرف بہت بسوئے شیخ و امثال آس از مکتبین کو نماز میں شیخ اور اس کی مانند دیگر بزرگوں رسالت جناب رسالت ماتاں بہاشد پجھد میں مرتبہ بدتر ازاں ماتاں ہوں کتنے درجے اپنے نیل اور گدھے کے از استغراق درصورت گاؤ خرخوداست صراط مستقیم تصور میں ذوب جانے سے بدتر ہے۔

اجماع امت

معیار الحجت ص ۱۳۱

۱۵۔ ”اجماع امت جس کی سند ہم کو معلوم نہ ہو، جحت شرعی نہیں“

فقہ

۱۶۔ فقہ کی متداولہ کتابوں کے مطابعہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، ان کتابوں کو جلا دینا چاہیے
بوئے عسلین از مولوی عبدالجلیل

۱۷۔ ”مشکل کے وقت پیغمبر و شہیدوں اور فرشتوں کو پکارنا شرک ہے۔“
تقویۃ الایمان ص ۲

۱۸۔ انبیاء اولیاء کو اپنا شفیع جانا شرک ہے۔
تقویۃ الایمان

۱۹۔ اس زمانہ کے تمام لوگ کافر ہیں۔
ایضاً

۲۰۔ رام چندر، کشن جی پھمن یہ سب بحق انبیاء تھے، ان پر ایمان لانا واجب ہے۔
ہدیۃ المهدی

۲۱۔ نبیوں اور ولیوں کے مزارات بت کی مانند ہیں، ان سے مدد چاہنا شرک ہے۔“

ہدیۃ السائل ص ۳۰۸ حسن خان

۲۲۔ تقليد شخصی، میلاد مبارک، قیام، وظیفہ، یا رسول اللہ، یا عبد القادر جیلانی شیاع اللہ تھا،
چوتھا، گیارہویں، استفاط میت یہ سب کفر شرک اور بدعت ہیں۔

لوامح الانوار ص ۸ غلام حسین، برائیں قاطع ص ۲۸

باقی حاشیہ میں اس عبارت کے اصل الفاظ اس طرح ہیں۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید حیجھ ہو تو دریافت طلب پر امر ہے، کاس غیب سے مراد بعض غیب ہے، یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر حصی و مجنون بلکہ جیج حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ حذف الایمان ص ۷ مولوی خلیل احمد برائیں قاطع کے ص ۱۵ پر لکھتے ہیں:

”شیطان و ملک الموت کو یہ دععت نص سے ثابت، فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے، کہ تمام نصوص کو درکر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“

۲۳۔ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذرہ ناجیز سے بھی کم تر ہیں۔“

ملحق نقویہ الایمان ص ۵۵

۲۴۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطریق تعظیم کھڑا ہونا شرک ہے۔

تفہیمۃ الایمان ص ۲۳

۲۵۔ ”جو کوئی ولی اللہ کے مزار سے امداد چاہے وہ کافروں بے ایمان و شیطان ہے۔“

تمذکیرہ الاحوال ص ۱۵۲

۲۶۔ قادری نقش بندی چشتی وغیرہ گمراہ ہیں، توعید دھاگہ اور مرائبات کا عمل شرک ہے۔

تمذکیرہ ص ۷

یہ دربارہ رسالت وہابیہ کے منحصر عقیدے ہیں، اب کچھاں کے عملیات کے متعلق بھی ہیئے:

وہابیہ کے عملیات:

۲۷۔ ”جو اپنی بیوی سے جماع کر لے اور ازاں نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے جائز ہے۔“

ہدایۃ القلوب ص ۲۷ مولوی محمد سعید، بلاغ المسین

۲۸۔ خالہ غیر حقیقی جو باپ شریک ہو اور ماں میں جدا جدا ہوں، اس کے ساتھ بھائی کا نکاح صحیح ہے۔

جامع التوہف، حکوۃ القادر

۲۹۔ دادی کا نکاح پوتے سے جائز ہے کیونکہ اس کی حرمت منصوص نہیں ہے۔

پرچاہل حدیث نمبر ۲۵۴، ۳۶۷ شانہ اللہ، امرتسری ۲ رمضان ۱۳۲۸

۳۰۔ ”اگر کتاب کسی برتن سے پانی پی لے تو اس کا پس خورده پاک ہے۔ طریقہ احمدیہ نصر

۱۔ پوری عبارت یوں ہے:

وَلَهُدَا مَا يَنْبَغِي لَنَا أَنْ تَجْعَدَ ثَوْبَةُ الْأَنْبِيَا، تَرْجِمَة: اس لئے ہمیں دوسرا سے انہیاء کی نبوت کا انکار نہیں

الْأَنْجِيْنَ لَمْ يَذَّكُرْ مَمْمَ اللَّهِ شَبَّهَانَةَ فِي كِتَابِهِ كرتا چاہیے: جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب

عُرْفَ بِالسَّوَادِ بَيْنَ قَوْمٍ ذَلِلُ كُفَّارٍ إِنَّهُمْ كَانُوا میں نہیں فرمایا، خواہ ان کی قوم کافر ہو، اور ان کا

آنہیاء: صلحاء: کرامہ چند، بھگ، کشش، بینن، الہمنوہ انہیاء صلحاء ہونا تو اتر سے معلوم ہو، مثلاً رام چندر

پھٹکن اور کش بھی، الی آخرہ۔

۲۔ سب انہیاء اور اولیاء اس کے دربارہ ایک ذرہ ناجیز سے بھی کم تر ہیں۔

- الباری پارہ اول حاشیہ پر لکھا ہے کہتے اور خنزیر کا پس خوردہ پاک ہے۔“
- ۳۱۔ مرد اور عورت کی منی پاک ہے۔ عرف الجادی ص ۱۰، کنز الحفاظ و حیدص ۶ اروضہ ندیہ ص ۱۲۱
- ۳۲۔ مردار کا گوشت اور غیر آدمی کا بول و برآز پاک ہے۔ ل روضہ ندیہ ص ۸، ۱۰
- ۳۳۔ قرآن مجید کو گندگی میں ڈالنا اور وقت ضرورت اس کا مقدمہ یا پاؤں کے نیچے رکھنا درست ہے۔ کتاب تحریات اور اق ص ۲۵، تصنیف غلام علی، کلمۃ الفحص ص ۲۲
- ۳۴۔ جس برتن سے خنزیر پانی پی لے اس کو ایک بار دھونا کافی ہے۔ طریقہ احمدیہ کلام ص ۳۲
- ۳۵۔ خزریک کھال و باغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے کنز الحفاظ ص ۱۳
- ۳۶۔ دس عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا درست ہے عرف الجادی ص ۱۵
- ۳۷۔ اصحاب صریح حدیث سے انکار کرتے اور اپنے فتویٰ عمل کرتے تھے۔
(فتاویٰ عبدالجبار غزنوی ص ۱۸۱)
- ۳۸۔ پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جب تک کہ اس کے تینوں اوصاف بدل نہ جائیں، کہتے اور خزریک الاعاب اور ان کا پس خوردہ (جوٹھا) پاک ہے۔
نزل الابرار مولف وحید الدین مسلم ص ۲۹۱
- ۳۹۔ شرم گاہ کی رطوبت، شراب، حرام، یا حلال جانور کا پیشتاب پاک ہے۔
نزل الابرار جلد اول ص ۲۹
- ۴۰۔ یہ تمام عقائد و اعمال، جن کے حوالہ جات گز رے، کتاب اباظیل وہابیہ تصنیف مولوی احمد علی اور کتاب سیف الابرار تصنیف نظام الدین ملتانی سے مقول ہیں، یہاں اختصار کے ساتھ لکھے گئے ہیں پوری تفصیل محلہ بالا کتابوں میں ہے ان کے ان عقائد باطلہ کی تعداد ۳۵۰ سے زائد ہے، اگر کسی کو مزید تحقیق درکار ہو تو ان کتابوں کا مطالعہ کرے۔
پس اے برادر ان اسلام!
- ۱۔ (اونٹ کا پیشتاب) حدیث شریف میں بطور دوائی استعمال کرنا جائز ہے، جس کو نفرت ہو وہ نہ پے بلکہ حلت کا اعتقاد رکھے، ایسا ہی گائے بکری کے بول کے متعلق بھی آیا ہے۔
لَا يَأْكُلُ الْمَاءُ مَأْيُوكَ لَخْمَةً
- ۵۵۵

خدا را انصاف کو ہاتھ سے جانے نہ دیجئے اور بتائیے کہ کیا یہ عقائد و اعمال اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے؟

کیا تابعین و تبع تابعین کا ان عقائد و نظریات سے کوئی تعلق تھا؟
یا سلف امت ان عقائد و اعمال کی حامل رہی ہے؟

بتائیے کیا ان کے عقائد توحید میں اللہ تعالیٰ کے لئے جسم مکاں اور عجز ثابت نہیں ہوتا؟
کیا ان عقائد میں بارگاہ رسالت کی توہین و تحریر اور حضور کی تصریح اور تلویح معاذ اللہ مذیل ثابت نہیں ہوتی؟

کیا یہ عقائد شریعت محمدیہ کی اہانت پر مشتمل نہیں؟

ہاں، ہاں، اللہ کی قسم بروئے انصاف یہ سب ثابت ہے، پھر اس خباثت باطنی کے ساتھ ان لوگوں کو اہل حدیث ہونے کا دعویٰ بچتا ہے؟ یادِ دعویٰ مسلمانی ان کو سزاوار ہے؟
کیا ان غلیظ عقائد و اعمال کے ساتھ لباس کی ظاہری پا کیزگی، لمبی داڑھیاں نرم گفتگو اور چرب زبانی جو مخلوق خدا کو دھوکہ ڈالنے کے لئے ہے، از روئے شرع شریف ان کی نجات کی ضامن ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ زمانہ نبوت کے منافقوں کی تمام نشانیاں ان میں موجود ہیں، اگر تم پوچھو کر وہ علماء (نشانیاں) کوئی ہیں: تو سنو!

حتیٰ تعالیٰ سورہ بقرہ میں منافقوں کے احوال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ أَهْمَنَا بِاللَّهِ ۝ کچھ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور
وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۝

اللہ تعالیٰ ان کے اس دعویٰ کی سکندیب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝ يُخَادِعُونَ ۝ وہ لوگ ایمان نہیں۔ یہ اس دعویٰ ایمان سے
اللَّهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۝ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کو دھوکہ دیا چاہتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ان کا پردہ چاک کر کے فرماتا ہے:

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفَسَهُمْ وَمَا یہ صرف اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور
(اس فعل کی قباحت کو) جانتے نہیں۔ یہ شعر فدن ۵

غیر مقلدین کا یہ گروہ بھی مخلوق خدا کو دھوکہ دینے کے لیے تقویٰ کا اظہار کرتا ہے اور آیات و احادیث کو نوک زبان رکھتا ہے تاکہ مکر کے ذریعے لوگوں کو اپنے جال میں چھانے۔

فِيْ قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری کو بڑھادیا۔

مَرَضًا
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ لَا يَسَاكِنُوا ان کے لئے دردناک عذاب ہے بوجہ اس کے وہ کجھوٹ بولتے تھے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاو تو کہتے ہیں، ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّا نَحْنُ مُصْلِحُونَ
(ف) وہا بیوں کا بھی یہی طریقہ ہے کہ اپنے آپ کو دین و شریعت کے حامی سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتا ہے:
اللَّا إِنْهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلِكُنْ لَا يَشْعُرُونَ
سن لو، یہی فسادی لوگ ہیں مگر (اپنے فساد عقیدہ کی تباہ کاریوں کو) سمجھتے نہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَمِنُوا كَمَا أَمِنَ النَّاسُ قَالُوا آنُوْمَنُ كَمَا أَمِنَ السَّفَهَاءُ ط اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خلوص کے ساتھ ایمان لا اور جس طرح یہ لوگ صحابہ کرام ایمان لائے تو کہتے ہیں، کیا ہم ان احمقوں کی طرح ایمان لا میں۔

یہی حالت ہے اس زمانہ کے وہا بیوں کی، اگر ان سے کہا جائے کہ اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ کر عام امت مرحومہ کے عقیدے اور اعمال اختیار کرو تو کہتے ہیں کہ تم نادان اور احمق ہو، تم نے قرآن و حدیث کو چھوڑ رکھا ہے تم تو زید و عمر کے قول کے مطابق عمل کرتے ہو، ہم ہرگز تمہاری طرح ایمان نہیں لا میں گے، اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی تردید ان الفاظ میں فرماتا ہے:

الا إِنَّهُمْ هُمُ السَّفَهَاءُ؛ وَلِكُنْ لَا سُنْ لَوْ، يَكُنْ نَادَانْ اور حَسْقَنْ ہیں، مگر (انہیں
يَعْلَمُونَ ۝ حِفْاظت ہے) آگاہ نہیں۔

یہ جاہل نہیں سمجھتے کہ مجھہ کا ارشاد اول سے آخر تک قرآن و حدیث کے موافق اور ان
کی تعبیر ہوتا ہے۔ دراصل ان بے چاروں کو قیاس کے مأخذوں کا علم نہیں۔

فَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا أَمَنَّا جب یہ منافق اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے
ہیں کہ ہم اخلاق کے ساتھ ایمان لائے اور جس
وَإِذَا خَلَوُا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا وقت اپنے ساتھیوں اور سرداروں کے پاس
إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ
ہیں، ہم تو (اہل ایمان کا) مذاق اڑاتے ہیں۔

یہی انداز ہے حنفی نما وہابیوں کا، وہ جب جماعت احناف سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ
ہم حنفی ہیں اور جب وہابی سراغنوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں،
ہم تو ان کو فریب دینے کے لئے حنفیت کا اظہار کرتے ہیں۔

فائدہ:

اللَّهُ تَعَالَى نے سرداران منافقین کو شیاطین قرار دیا، وہ بظاہر انسان ہیں۔ مگر شیطانوں
جیسے کام کرتے ہیں اس لیے شیاطین ہیں، کیونکہ اصل اعتبار عقائد و اعمال کا ہے۔ جسد و
صورت کا نہیں، خواہ کوئی صورتاً انسان ہو، اللَّهُ تَعَالَى سورۃ النَّاس میں فرماتے ہیں:

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ
النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ
الْوَسْوَاسِ الْخَنَاسِ الَّذِي
يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنْ
الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (سورۃ النَّاس
آدمی۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے قول ”ہم اہل ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں“ کے جواب میں

فرمایا:

اللَّهُ يَسْتَهِزُ بِهِمْ وَيَسْدَهُمْ فِي
رَكْشِي میں ڈھیل دیتا ہے تو وہ حیران و
طُغِيَانِهِمْ يَعْمَلُونَ ۝

أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُ الضَّلَالَةَ ان لوگوں نے ہدایت کے بد لے گراہی
بِالْهُدَى ص سرگردال ہیں (اور گمراہی میں ٹھیک رہے ہیں)

یہ پوری تصویر ہے غیر مقلدین کی، انہوں نے راہ راست چھوڑ کر گراہی اختیار کر لی، اور اللہ
تعالیٰ ان کے اس کار بار کا شر ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

فَمَا رَبَحُتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا
رَاسِتَنَہ پا سکے، تو ان کی تجارت فائدہ نہ لائی اور وہ راہ
مُهْتَدِينَ ۝

غیر مقلدین اس آیت کی تفسیر ہیں، کہ وہ اپنے فاسد عقائد کی وجہ سے راہ راست گم کر
چکے ہیں۔

ایک سوال: اگر سوال کیا جائے کہ غیر مقلدین انہی آیات کو تھاہرے خلاف استعمال
کریں اور دلیل قائم کریں، اور مقلدین کو منافقین سے تشبیہ دیں اور نفاق کی تمام نشانیوں کو
تم پر چپاں کریں تو تھاہر اکیا جواب ہوگا؟

جواب: ہم اس سوال کے جواب میں کہیں گے کہ ایسا ووجہ سے ممکن نہیں۔

وجہ اول: اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے شروع میں فرمایا ”وَمِنَ النَّاسِ“ اس میں من
تبعیفیہ ہے، اس سے مراد ہے کچھ لوگ یہ مدینہ منورہ کے کچھ باشندے تھے اور یہ نسبت
دوسرے صحابہ کرام کے بہت تھوڑے تھے اسی طرح غیر مقلدین بھی مذاہب چہار گانہ کے
تباعین سے بہت کم ہیں، اس لئے منافقوں کے ساتھ ایسی تشبیہ غیر مقلدوں پر راست آتی
ہے نہ کہ مقلدوں پر۔

وجہ دوم: ان آیات میں اللہ تعالیٰ منافقین کے متعلق فرماتا ہے۔ ”جب منافقین اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم ایمان لائے“ اور خلوت میں اپنے سردار شیطانوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں یہ نشانی بھی مقلدین پر منطبق نہیں آتی، کہ وہ وہابیوں کے پاس جا کر کہیں کہ ہم تمہارے مذہب پر ہیں۔ اور جب مقلدین کے علماء ان سے سوال کریں کہ تم وہابیوں کے پاس کیوں گئے، تو جواب میں کہیں کہ ہم تو ہمیں کھیل میں وہابی ہوئے، تاکہ وہابیوں کو تقلید کا فریب دیں۔

یہی علامت حنفی نما وہابیوں کی ہے، کیونکہ مقلدین میں کوئی ایسا نہیں جو منافقت کی وجہ سے اپنے آپ کو وہابی طاہر کرے؟ حالانکہ ہزار وہابی ایسے ہیں جو منافقت کے باعث اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ اس لئے انصاف سے کام لو اور حقیقت کا جائزہ ہوش مندی سے لو۔

نزاعی مسائل

مقلدین اور غیر مقلدین کے درمیان اصولی اور بڑے نزاعی مسائل چار ہیں۔

۱۔ غیر اللہ کی تعظیم

۲۔ ارواح صلحاء سے توسل اور استمداد

۳۔ غائبانہ ندا اور سماع موتنی

۴۔ مجتهدین مذاہب کی ابیان و تقلید،

وہابی ان مسائل کو شرک، کفر اور بدعت کہتے ہیں جیسا کہ ان کے عقائد کے ضمن میں بحوالہ کتب بیان کیا جا چکا ہے اس کے برعکس اہل سنت و جماعت ان کو مباح مسنون اور واجب تک قرار دیتے ہیں۔

ہم مقلدین پر لازم ہے کہ ان مسائل کی اباحت، سنت اور وجوہ کے دلائل کتاب و سنت اور سلف صالحین اور علمائے زین کے اقوال و افعال سے ثابت کریں۔ لیکن مقصود کلام سے پہلے غیر مقلدین حضرات سے عموماً اور حنفی نما وہابیوں سے خصوصاً التماس ہے کہ خدا را

پر دھر تھا کہ اور مقلدین سے بے جا اور بے محل ناراضی چھوڑ کر از روئے انصاف کھلے دل و دماغ سے اس رسالہ کے مضامین پر نگاہ ڈالیں اور جو نتیجہ انصاف کے تقاضوں پر پورا اترتا ہواں کو بروئے کار لائیں یہ حق طلبی کی نشانی ہے اور جو دلیں طبیعت کے خلاف ہو، اس کے رد و قدر کے درپے نہ ہوں کیونکہ یہ نفس پروری کی علامت ہے، (مگر چیز ہے کہ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے راہ راست کی ہدایت دیتا ہے۔

اصل اول غیر اللہ کی تعظیم

غیر اللہ کی تعظیم و تکریم کتاب اللہ، سنت نبویہ اور سلف صالح و علمائے امت کے اقوال و افعال سے ثابت ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

کتاب اللہ سے ثبوت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

وَمَنْ يَعْظِمُ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا
اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے شعائر (نشانیوں)
کی تعظیم اور احترام کرتا ہے تو یہ عمل اس کے
دلی تقویٰ کا آئینہ دار ہے۔

یہ شعائر کیا ہیں، ان کا مفہوم سمجھئے، محقق دہلوی شیخ عبدالحق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”شعائر شعیرہ کی جمع ہے اور شعیرہ نشانی کو کہتے ہیں پس ہر وہ چیز جس کے دیکھنے سے خدا یاد آئے شعیرہ ہے اور وہ شعائر اللہ میں سے ہے“

اس لحاظ سے شعائر اللہ کا اختصاص صفا اور مروہ ہی کے ساتھ نہیں بلکہ صفا و مروہ شعائر اللہ میں سے کچھ شعائر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ
اللَّهِ
بے شک صفا و مروہ اللہ کے شعائر میں سے
ہیں۔

پھر عرفات، مزلفہ اور منی کا شعائر ہونا بھی خاص نہیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

حجۃ اللہ بالاغمیں فرماتے ہیں:

”بڑے بڑے شعائر اللہ چار ہیں، (۱) قرآن حکیم، (۲) کعبۃ اللہ، (۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۴) نماز۔ یہی بزرگ الطاف القدس کے صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں:

”شعائر اللہ کی محبت قرآن حکیم، پیغمبر علیہ السلام اور کعبہ شریف کی محبت سے عبارت ہے، بلکہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے نسبت رکھتی ہو اس کی محبت بھی اس قبل سے ہے یہاں تک کہ اولیائے کرام کی محبت بھی شعائر اللہ کی محبت ہے۔“

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اولیائے کرام بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں خود امام و بابیہ مولوی اسماعیل نے اپنی کتاب ”صراط مستقیم“ کے پہلے باب میں لکھا ہے:

واز فروع حب منعم است تعظیم شعائر او اور منعم (نعت عطا کرنے والے) کی محبت کی یعنی امور یکدی با اس مناسبت خاصہ میں دارد فرع ہے اس کے شعائر کی تعظیم، پس وہ امور جو اس (نعم) کے ساتھ خاص نسبت رکھتے ہیں کے کہ واقف با اس مناسبت باشد ازاں امور با اس منعم انتقال میں کند مثل تعظیم نام او کلام او ولباس او آگاہ ہوتا اس کا ذہن ان امور سے منعم کی طرف انتقال کرتا ہے مثلاً اس کے نام، کلام، وسلح اوری کے مرکب او مسکن او لباس اسلوحتی کے مرکب (سواری) اور مسکن ال آخرہ (گھر) کی تعظیم۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبیوں اور نشانیوں کی تعظیم اللہ تعالیٰ (جو کہ منعم حقیقی ہے) کی محبت ہے، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی، کلام مبارک، لباس اسلامی، سواری جائے سکونت، جائے ولادت، روضہ اطہر اور آپ کے شاہد و مساجد کی تعظیم حضور کی ذات مقدسہ کی تعظیم ہے جو درحقیقت اللہ رب العزت کی تعظیم ہے، یونہی اہل بیت عظام اور صحابہ کرام کی تعظیم اور ان سے منسوب ہر چیز کی تعظیم حضور ہی کی تعظیم ہے، جو دراصل اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے، کیونکہ سب تعظیم اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہے۔ وجہ یہ

ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور محبوب ہیں اور محبوب کا محبوب بھی
لامحال محبوب ہوتا ہے۔

مولوی اسماعیل نے صراط مستقیم میں مذکورہ بالاعبارت کے بعد یہ ربعی لکھی۔

نازم پچشم خود کے جمال تو دیدہ است افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
مجھے اپنی آنکھ پر ناز ہے کہ اس نے تیرا جمال دیکھا اور میں اپنے پاؤں پر جھلتا ہوں
کہ تیرے کوچے میں گئے ہیں۔

ہر دم ہزار بوسہ زخم دست خویش را کو دامت گرفتہ بسویم کشیدہ است
اور ہر گھری اپنے ہاتھ کو ہزار بوسہ دیتا ہوں کہ اس نے تیرا دمن پکڑ کر میری طرف
کھینچا ہے۔

باتیے یہ سب تعظیم غیر اللہ ہے یا کوئی اور چیز؟ اس گروہ کا امام تو اس طرح کہتا اور نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب چیزوں کی اس قدر تعظیم کی تا کید کرتا ہے خدا جانے یہ
کیوں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کی جگہ تحقیر و توہین کرتے ہیں؟ اور آپ
کی مقدس یادگاروں کو ڈھانے اور مٹانے کے لئے کوشش ہیں، حالانکہ ان کا امام و مقتدا، تو ان
آن شاعر کہ کو شعائر اللہ میں شمار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان آثار کی تعظیم و تکریم کا حکم دیتا ہے۔ یہ
ہے ان لوگوں کی کلام خداوندی کی ایجاد اور اپنے مرشد کی پیروی، اگر دلوں آیات:
إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ بَشَكْ صَفَا وَمِرْوَةُ اللَّهِ كَشْ شَعَائِرِ مِنْ سِيِّ

اور **مَنْ يَعِظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا** اور جو شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے تو یہ تعظیم دلوں
مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ کا تقویٰ ہے۔

کو بطریق قیاس منطبق جمع کریں تو حد اوسط کے اسقاط سے نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

”صفاو مرودہ کی تعظیم دلوں کا تقویٰ ہے“

صفاو مرودہ حرم مکہ کے متصل دو پہاڑیاں ہیں اور ان کی تعظیم کی وجہ حضرت اسماعیل علیہ

السلام کی والدہ محترم حضرت سیدہ ہاجرہ کا ان پر خرام نماز ہے اور قرآن حکیم کی نص سے ثابت ہے کہ ان کے شعائر اللہ میں شامل ہونے کی وجہ اس معصومہ محترمہ کی یادگار بنتا ہے اس لحاظ سے وہ مقامات مقدسہ جو فخر الاولین والآخرین اور سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگاریں ہیں، مثلاً آپ کی جائے ولادت و سکونت، مقام عبادت و بھرت، مسجد و مرقد یونہی آل واصحاب کے آثار و مزارات (کیوں لا تَعْظِيمُنِیں؟) عقیدت کی نظر میں وہ سب واجب تعظیم ہیں، مگر نہ ہب وہابیہ پر ان کا لا تَعْظِيم ہونا تو درکنار، یہ اپنی حالت پر برقرار رکھنے کے مستحق نہیں بلکہ واجب التحریر ہیں۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اگر تم بنظر انصاف قرآن حکیم کے اور اتاق دیکھ لو تمہیں معلوم ہو گا کہ سارا قرآن حضور کی تعظیم و توقیر سے معمور ہے، سورہ حجرات میں ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا
اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے
آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ
بینَ يَدِيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْقُوا
شناختا ہے۔

اللَّهُ أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلَيْمٌ ۝

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا
اے ایمان والو! اپنی آوازیں اوپھی نہ کرو نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اور ان کے حضور
آصوائکمْ فَوَقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا
بات چلا کرنہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے
تَجَهَّرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرٍ بَعْضِكُمْ
کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل
لِبَعْضٍ أَنْ تَخْبَطْ أَعْمَالُكُمْ
اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

إِنَّ الَّذِينَ يَعْضُوْنَ أَصْوَاتِهِمْ عِنْدَ
رَسُولِ اللَّهِ اُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ
اللَّهُ تَلْبُوْهُمْ لِتَتَّقُوْا لَهُمْ
مَغْفِرَةً وَأَجْرٌ عَظِيْمٌ

بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں
رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ
نے پر ہیزگاری کے لئے پر کھلایا ہے ان کے
لئے بخشنش اور بڑا اثواب ہے۔

بے شک وہ جو تمہیں محروم کے باہر سے
پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور
اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ہی ان
کے پاس تشریف لے آتے تو یہ ان کے لئے
بہتر تھا اور اللہ بخشنش والامہربان ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادِوْنَكَ مِنْ وَدَائِ
الْحُجَّرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقُلُونَ وَلَوْ
أَهْمَمُ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ
خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(سورہ حجرات آیت ۱۵)

اگر کوئی ان آیات مقدسہ میں پر نظر انصاف غور کرے تو اس حقیقت سے آگاہ ہو سکتا
ہے کہ اللہ درب العزت نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تقدیر اور عزت و تکریم
کا مقام کتنا بلند فرمایا ہے؟ اور بارگاہ رسالت کے آداب کی رعایت کا اہتمام کرتے ہوئے
امت محمدیہ پر فرض قرار دیا ہے۔ اور بے ادبیں کی کتنی تهدید و تقریب (کس درجہ ڈاٹ)
فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضور کی آواز پر آواز کی بلندی کو جو طی اعمال کا سبب ٹھہرایا ہے اور
صینہ جن کے ساتھ اعمال کا ذکر فرمایا کہ بتا دیا کہ زمانہ اسلام کے تمام نیک اعمال (بلکہ خود
اسلام جو کہ افضل ترین عمل ہے) اس بے ادبی کے باعث بر باد ہو جاتے ہیں۔

آیت کاشان نزول:

مفسرین کرام آیت إِنَّ الَّذِينَ يُنَادِوْنَكَ کاشان نزول بیان کرتے ہوئے
فرماتے ہیں:

عینیہ بن حصن فزاری اور اقرع بن حابس اپنی قوم نیوتیم کے ستر افراد کے ہمراہ دوپھر
کے وقت مدینہ منورہ پہنچے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قیولہ فرمایا تھے، انہوں نے
ازدواج مطہرات کے حجرات مقدسہ کے باہر سے بے ادبانہ انداز میں پکارنا شروع کر دیا:

يَا مُحَمَّدُ أُخْرُجْ إِلَيْنَا

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کو اس بے ادب انہ روش پر زجر و تونیخ فرمائی، اور انہیں تعظیم و تو قیرا اور صبر و ثبات اختیار کرنے کا حکم دیا۔

تعجب کی جا ہے کہ بنی تمیم کے وہ لوگ، جن سے موجودہ زمانہ کے نجدی اپنا ناطق جوڑتے ہیں، شروع ہی سے گستاخانہ اور جاہل انہ روش رکھتے تھے، اسی وجہ سے حدیث میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

الْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ مشرق (یعنی نجد کے علاقے) میں بخت اور گستاخی ہے۔

خاص نجد کے متعلق حضور کا ارشاد ہے:

هُنَاكَ الرَّلَازِلُ وَ الْفِتَنُ وَ يَبَا نجد زلزلوں اور فتنوں کی سرزی میں ہے وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

يَطْلُمُ قَرْنُ الشَّيْطَنِ (بخاری) صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مردی ہے:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزْرَتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَرِمَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَقَالَ رَأْسُ الْكُفَّارِ مِنْ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُمُ قَرْنُ الشَّيْطَنِ يَعْنِي الشَّرْقَ سینگ نکلے گا۔

صحیح مسلم ہی میں حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور نے بجانب مشرق رخ انور کر کے فرمایا:

الْفِتْنَةُ هَاهُنَا الْفِتْنَةُ هَاهُنَا فتنہ یہاں ہے، فتنہ یہاں ہے

بخداللہ تعالیٰ کے برحق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ح فرمایا۔ اس سرزی میں سے شیطانی سینگ نکلا۔ جس سے مسلمانوں میں فتنے اور زلزلے پیدا ہوئے، بھلاکوں نے فتنے اور زلزلے؟ میاں، ہاں، مسلمانوں کے مال چھینے گئے، مر قتل کئے گئے اور عورتیں اور بچے قیدی بنائے گئے،

یوں حریمین شریفین کے باشندوں پر قیامت تو زی گئی، ہم اللہ کریم ملے دعا کرتے ہیں کہ ہم پر اپنا کرم کرے اور اس مصیبت سے خلاصی دے اور حال و مال کی اصلاح فرمائے۔
اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے نزول قرآن کا سلسہ منقطع نہ ہوتا تو ان گستاخ بخندیوں کی حق میں کس قدر عید شاید کی آیتیں نازل ہوئیں؟ مگر افسوس نزول قرآن کا سلسہ قطع ہو گیا، اس وقت بخند کے وہابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم نشانیاں منانے میں مصروف ہیں اور ہندوستان کے وہابی اس تحریب پر بغلین بخار ہے ہیں۔

فائدہ:

سورہ حجرات کی پہلی آیت کا آغاز لفظیاً ایہا الَّذِینَ امْنُوا سے ہوا دوسری آیت کے شروع میں یا ایہا الَّذِینَ امْنُوا کی تکرار فرمائی، اگر واؤ عاطفہ کا لایا جانا ایجاد و جزاالت قرآن کا تقاضا تھا یعنی ولا ترْفَعُوا أصواتُكُمْ فرمایا جاتا تو کافی تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بارگاہ رسالت میں آواز بلند نہ کرنے کا حکم اور حضور کو دوسرے لوگوں کی طرح مخاطب کرنے کی ممانعت، نیز خلاف ورزی پر بحط اعمال کی وعید خاص قرن اول کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ قیامت تک جو لوگ صفت ایمان سے متصف ہوں گے ان آداب کی حفاظت و رعایت کے پابند ہوں گے۔ اگر یہ آداب قرن اول کے مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی وضاحت فرمادیتے، جیسا کہ یا نِسَاء النَّبِيِّ یا آهُلَ يُشْرِبَ یا ایہا الَّذِینَ هَادُوا کا خطاب مخصوص افراد کے لیے آیا ہے۔

نماز روزہ حج زکوٰۃ اور اسلام کے دیگر احکام کے لیے یا ایہا الَّذِینَ امْنُوا سے خطاب کی غرض وغایت یہ ہے کہ اہل ایمان قیامت تک ان احکام پر عمل کریں یونہی بارگاہ رسالت میں آداب بجالانے کے لیے انہی کلمات کا متکرر لانا اسی حقیقت کا غماز ہے، اس سے وہابیہ کا یہ اعتراض دفع ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم آپ کی حیات ظاہری تک محدود تھی اور بعد از وصال انبیاء و صلحاء کے اجساد و ارواح قابل تعظیم اور لائق استمداد نہیں حالانکہ آیات حجرات کے احکام کی روشنی میں بارگاہ رسالت کا ادب و احترام قیامت

تک اہل ایمان پر فرض ہے۔ اس حقیقت پر غور کرو اور انصاف سے کام لو۔ احترام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سب تاکید یہ تعظیم غیر اللہ کی آمینہ دار ہیں اس سلسلہ میں ذیل کی آیت کریمہ پر بھی توجہ فرمائیے ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُخْرِجُكُمْ مِّنَ الظُّلْمِ وَإِنَّمَا نُعَذِّبُ الظَّالِمِينَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُخْرِجُكُمْ مِّنَ الظُّلْمِ وَإِنَّمَا نُعَذِّبُ الظَّالِمِينَ
رَأَيْنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُو وَوقت) راعنا کہو بلکہ انظرنا کہو، اور غور سے سنو،
اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ لِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(سورۃ البقرۃ)

کفار و منافقین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے لفظ راعنا استعمال کرتے، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم بھی محاورہ عرب کے مطابق یہی لفظ کہا کرتے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس لفظی مشاہدت کی بناء پر اہل ایمان کو اس لفظ کے استعمال سے روک دیا، بعد ازاں ممانعت کے بعد فرمایا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ، مراد یہ ہے کہ جو ان آداب کا لحاظ نہ رکھے اور گستاخانہ طرز عمل پر اصرار کرے وہ کافر ہے، اور ایسے کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے، (اب بتائیے کہ) بارگاہ رب انبیاء اہل ایمان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم ہوا کہ نہیں؟

اس آیت کریمہ کے آغاز میں یا آیہٗ الَّذِينَ آمَنُوا فرماد کہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ قیامت تک ہر مومن پر حضور کا ادب و احترام فرض ہے۔

وَلَوْ أَتَهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ أگر وہ (معصیت کے ارتکاب سے) اپنی جاؤكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهُ جانوں پر ظلم کر کے آپ کی بارگاہ میں آجائیں، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے مغفرت چاہیں تو اللہ تعالیٰ کو ضرور توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے۔

یہ آیت شریفہ کمال وضاحت کے ساتھ مذہب غیر مقلدین کی تردید کرتی ہے کیونکہ لفظ جاواہک عام ہے، اپنی جانوں پر ظالم ڈھانے والے دور سے آئیں یا قریب سے وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان محروم القسم لوگوں کا دعویٰ کہ حضور خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی طرف سفر کرنا حرام و شرک ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پاک کے صریح مخالف اور متصادم ہے، کیونکہ دور سے آنا بغیر سفر کے ممکن نہیں، **فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ** کے الفاظ پاکار پاکار کر کہہ رہے ہیں کہ متبرک مقدس مقامات پر مغفرت اور قضاۓ حاجت کی دعا مقبول ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا تو ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ فائے تعقیب اس کی مزید وضاحت کرتی ہے، مراد یہ ہے کہ دعائے مغفرت جو بارگا: رسالت میں حاضری کے بعد ہو گی، وہ مقبول ہے، اس میں ان بدجھتوں کے اس دعویٰ کی تردید ہے کہ مقامات مقدس کو ان دعاؤں کے قبول ہونے میں کوئی اثر اور دخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ جانتا دیکھتا ہے **وَاسْتَغْفِرَ لَهُمُ الرَّسُولُ** کے مقدس کلمات نے شفاعت کا دروازہ کھول دیا گویا استغفار رسول صلی اللہ علیہ وسلم بخشش کی شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا اسی وقت مفید ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفرت طلب کرنا بھی اس کے ساتھ ہو۔

منکرین شفاعت کا استدلال

اور جو مسکین شفاعت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شفاعت بے اجازت کسی کے اختیار میں نہیں، اس سلسلہ میں وہ حسب ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں:

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا كُونَ هُوَ جَوَّاً كَيْ أَجَازَتْ كَيْ بِغَيْرِ اسْكِنْ
بِإِذْنِهِ (البقرہ)

جواب: اس کے استدلال کے جواب میں ہم کہتے ہیں، یہ بالکل صحیح ہے کہ شفاعت بے اجازت کسی کے اختیار میں نہیں مگر بنی مکرم شیعی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اذن و اختیار حاصل ہے، مقام محمود جس کا قرآن حکیم میں وعدہ دیا گیا ہے وہ اسی مقام شفاعت کبھی کا نام ہے

اس کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے جس میں بصیرہ اپنی فرمایا اعْطِيَتُ الشَّفَاعَةَ مجھے شفاعت کا مرتبہ عظیم عطا فرمایا گیا۔

اعتراض: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت کریمہ کا حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے ساتھ مخصوص ہے۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ آیت ۶۷ آنہم اذ ظلموا میں لفظ اذ اس اعتراض کی تردید کرتا ہے کیونکہ یہ لفظ کسی خاص زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں، پس آیت زیر بحث سے تین مرثبات ہوئے۔

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضاطہر کی طرف سفر کرنا (شرط مطلوب ہے)

۲۔ مقدس مقامات پر دعا کا قبول ہونا

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہ گاروں کے لیے شفاعت کرنا
آیت کریمہ

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّا بَشَّكَ وَهُجَّا أَبَّ سَبَّ بَيْتَ كَرْتَهِ ہیں
يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ دراصل وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ
أَيْدِيهِمْ۔ (الق) تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

سبحان اللہ! کیا مرتبہ قرب ہے؟ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ناب مطلق ہیں، یَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ میں ایسا راز ہے جو حیط تحریر سے باہر ہے۔

— قلم انجا رسیدہ سر بشکست

مَاكَانَ اللَّهُ لِيَعْذِبَهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى کی شان اقدس سے بعید ہے کہ وہ
کافروں کو عذاب دے اس حال میں کہ آپ فِيهِمْ
ان کے درمیان موجود ہوں۔

اے عزیز! ہر قوم سرکشی کے بعد عذاب الہی اترانے کی سختی ہوئی سوائے نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کی امت کے۔ کہ قیامت تک حضور کے وجود مسعود کی برکت سے دنیا میں عذاب

سے محفوظ و مامون ہوئی۔ اگر آپ کا وجود مسعود ہمارے درمیان نہ ہوتا تو ہم طرح طرح کی سرکشیوں اور نافرمانیوں کے سبب کئی قسم کے عذابوں میں گرفتار ہوتے دراصل اس آیت کریمہ میں ان بدجخنوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ حضور (معاذ اللہ) کرمنی میں مل گئے۔

خاک باشد در دہان آں قوم اس قوم کے منه میں خاک ہو

آیت کریمہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا ذَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا
وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًّا إِلَى اللَّهِ
إِلَيْهِ يَارْدِنَهُ وَسِرَاجًا مَّنِيرًا
اے نبی مکرم! ہم نے آپ کو شاہد (احوال امت کا گواہ) مبشر (بشارت دینے والا) نذیر (ذرانے والا) اللہ تعالیٰ کے اذن سے داعی الی اللہ اور روشن چراغ بنایا کہ بھیجا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ تمام تشریفات و تعظیمات قابل غور ہیں اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کے آخر میں آپ کو سراح منیر (روشن) فرمایا، یہ چراغ نور ذات سے منور ہے اور منکرین بدجخت اس کو بھانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

يُرِيدُنَّ أَنْ يَطْفِئُنَا نُورُ اللَّهِ يَهْجَأْتَهُنَّ إِنَّ كَانَتْ مِنْ مُّنْهَوْنَ سَوْدَاءِ
بِأَنُوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتَمَّنٌ نُورٌ وَلَوْ بِجَهَادِ دِينِ اللَّهِ تَعَالَى أَنْ كَانَتْ نُورَ كُوْرَا
كَرَّةِ الْكَافِرُونَ (برفورد) اگر کس کف زندريش بسو زد
چراغی را کہ ایزد بر فرورد جس چراغ کو اللہ تعالیٰ روشن کرے اگر کوئی اسے پھونک سے بھانے کی کوشش کرے
گا تو اپنی داڑھی جلانے گا۔

اور داڑھی جلا دینا آسان ہے۔ مگر ایمان کا چراغ بھانا بہت مشکل ہے۔
رقم الحروف نے اس آیہ کریمہ کے اسرار و رموز اور اس موضوع سے متعلق تفصیلی بحث رسالہ تہلیلیہ میں لکھ دی ہے جو اسے پڑھنے کی خواہش رکھتا ہو وہ اس رسالہ کی طرف رجوع لائے۔

آیت کریمہ:

وَعَلِمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ اللَّهُ تَعَالَى نے آپ کو وہ سچھ سکھایا جو آپ نہیں
جَانَتْ تَحْتَهُ، اللَّهُ تَعَالَى کا آپ پر فضل عظیم
فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔

ہے۔

اس آیت کریمہ میں لفظ علوم کا مقاضی سے اور اولین و آخرین کے علوم اس علوم میں داخل ہیں۔ اس موضوع پر صحیح احادیث بھی مرتبہ تو اتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ کیا عجب کہ جس پر بنن قرآن ایسا فضل عظیم ہو وہ علوم اولین و آخرین کا عالم ہوا۔ اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ملک الموت اور شیطان کے علوم علم پر دلالت کرتی ہے؟ تم اس نص کو ظاہر کیوں نہیں کرتے؟ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی کی اس نص سے ان کی آنکھ کیوں انہی ہے؟ شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا؟

چشم بد اندیش کہ برکنہ باد عیب نماید ہنڑ در نظر
رقم الحروف اس بحر بے کنار سے کتنا کچھ ضبط تحریر میں لاسکتا ہے؟ وہ ذات جس کی
بیروی سے درگاہ الہی میں مرتبہ محبوبیت حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ خود بارگاہ ربویت میں کس
قدر محبوب اور مقرب ہو گی؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ كہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو
فَأَتَّبِعُونِي يُحِبِّبُكُمُ اللَّهُ تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت
کرے گا۔

جس ذات کی اطاعت میں اطاعت الہی ہوا کے قرب الہی کو کن الفاظ میں ادا کیا جا
سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَنْ يَطِعُ الرَّسُولَ فَقُدْ أَطَاعَ اللَّهَ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

جس کے امر و نبی پر عمل کرنے کا حکم خود پروردگار عالم نے دیا۔ اس کی عظمت شان کو بھی وہی جانتا ہے۔ سورہ حشر میں ہے۔

مَا أَتَكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَا دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

اس بحث کو ہم اس شعر پر ختم کرتے ہیں۔

لَا يُمْكِنُ الشَّفَاءُ كَمَا كَانَ حَقَّهُ بعد از خدا بزرگ توئی تقدہ مختصر

آپ کی تعریف کا حدقہ ممکن نہیں بس یہی کہتے ہیں کہ آپ خدا کے بعد بزرگ ہیں۔

صلی اللہ علی سیدنا محمد والہ و اصحابہ و بارک و سلم اللهم ارزقنا شفاعتہ و امتنا علی سنتہ

رجوع الی المطلوب:

اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ تعظیم الغیر اللہ کا شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِإِدْمَنْ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس وَاسْتَكَبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ کے، اس نے انکار کیا اور تکبر سے کام لیا۔

(البقرۃ)

اب بتائیے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا علم تعظیم کی جہت سے تھا یا تحقیر کی جہت سے؟ اگر یہ حکم تحقیر کی جہت سے تھا تو شیطان نے اس حکم کو مانے میں جلدی کیوں نہ کی؟ کیونکہ تعظیم الغیر اللہ کا پہلا منکر شیطان ہے، اور ان لوگوں کا پیشوں ہے جو

انبیاء کے کرام کی تحقیر و توہین کا ہمیشہ شغل رکھتے ہیں۔ اور اگر یہ حکم رب الٰی تعظیم آدم علیہ السلام کی جگہ سے تھا تو معلوم ہوا کہ غیر اللہ کی تعظیم مامور ہے۔

آیت کریمہ:

وَخَرَفَ الَّهُ سُجَّدًا وَهُوَ (يُوسُفٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَالدِّينُ أَوْ بِحَائِنَ
سجدہ ریز ہو گئے۔

اب کہیئے کہ یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں کا ان کے سامنے سجدہ ریز ہونا، تعظیم کے لئے تھایا کوئی اور معاملہ تھا، اگر غیر اللہ کی تعظیم کفر و شرک ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو محل مدح میں ذکر نہ فرماتا، اگرچہ ہم مقلدین کے نزدیک اس شریعت میں سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے کیونکہ سجدہ تعبدی کے ساتھ مشابہ رکھتا ہے، بنی اسرائیل علیہ وسلم نے غیر اللہ کے لئے سجدہ سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مردی ہے، کہ حضور نے فرمایا:
**لَوْ كُنْتُ اَمِيرًا اَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ اَغْرِيَ مِنْ حَكْمِ دِيَاتِكَ كَوْئَى كَسِيْ كَوْسِجَدَهَ كَرَےَ تو
اَحَدًا لَا مَرْتَ المَرَأَةَ اَنْ تَسْجُدَ عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔**

یَزَوْجِهَا (تنہی)

اس حرمت سجدہ سے حرمت تعظیم بلکہ کفر و شرک کی حالت کیوں کر سمجھی گئی ہے؟

فائدہ:

سب سے پہلے جس نے تعظیم غیر اللہ کا انکار کیا، ابلیس تھا، اس لحاظ سے ان منکرین شان ببوت کا پہلا استاد ابلیس ہی ہے اور اس وجہ سے ان کا اس کے ساتھ گہر اعلق ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ شیطان جب بھی حضور کے سامنے انسانی شکل میں آیا تو کسی نجدی شیخ کے روپ میں آیا، دارالنحوہ کا قصہ مشہور ہے کہ جس وقت کفار قریش حضور کے قتل کا منصوبہ بنارہے تھے تو ابلیس نجد کے ایک شیخ کی شکل میں آیا اور حضور کو قتل کرنے کا مشورہ دیا، تو کفار مکہ نے اس مشورہ سے اتفاق کیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے جبیب کو ان کے شر سے محفوظ رکھا، مشہور ہے کہ اسی روز سے شیطان کا نام شیخ نجدی پڑ گیا۔ دیکھئے لغت کی مشہور کتاب غیاث اللغات۔

حضرت شیخ ابن عربی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مسارات میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ جس سال قریش کعبہ شریف کی تعمیر نو کر رہے تھے اور حجر اسود کی تنصیب پر اختلاف رونما ہوا، اور ہر قبیلے کا سردار اصرار کرتا تھا کہ وہ اس شرف سے مشرف ہو تو طویل صلاح مشورے کے بعد طے پایا کہ جو شخص کل صحیح حرم شریف کے فلاں دروازے سے سب سے پہلے داخل ہو گا وہ اس قضیے کا فیصلہ کرنے کا مجاز ہو گا، چنانچہ اتفاقاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دروازے سے سب سے پہلے داخل ہوئے، تو سب نے آپ کے فیصلے پر اتفاق کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سرداروں کی خوشنودی کے لئے حکم دیا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھیں اور ہر سردار چادر کا ایک ایک گوشہ پکڑ کر اٹھائے، چنانچہ سب نے ایسا کیا اور جب حجر اسود مقام تنصیب تک اٹھا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کو نصب فرمادیا۔ اس وقت شیطان نجدی شیخ کے روپ میں ظاہر ہوا اور حضور کو مشورہ دیا کہ اس کے پیچھے ایک اور پتھر لگا دیں، مقصد یہ تھا کہ حجر اسود کے متعلق غلط فہمی پیدا ہو جائے اور لوگ اختلاف میں پڑ جائیں۔ مگر حضور نے نور نبوت سے اس کا مقصد بھانپ کر پڑھا اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ توہ نامرا دھوکہ نظریوں سے اوچھل ہو گیا۔ (مسارات باب بناء الکعب)

اسی مناسبت کی وجہ سے حضور نے نجدیوں کو قرن الشیطان قرار دیا جیسا کہ ارشاد ہے۔

هُنَّا لَكَ الرَّازِدُونَ وَالْفِتَنُ وَبِهَا وہاں (نجد میں) زائرے اور فتنے پا ہوں گے اور شیطان کا سینگ نکلے گا۔

حضرت ابن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ عن ابن عمرِ إِنَّهُ سَمِعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقَ يَقُولُ إِنَّ الْفِتْنَةَ هُنَّا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ (بخاری) سینگ نکلے گا۔

چونکہ اہل نجد کا شیطان سے پرانا تعلق اور استادی شاگردی کا ناطہ ہے۔ اس لیے وہ اور ان کے

ایجنت اس تعلق کو مکال اخلاص کے ساتھ نہا رہے ہیں۔ ورنہ ان مقامات مقدسہ اور ماشر عظیم کو شرک کے لزام میں صفحہ تھی سے منانے کی وجہ کیا ہے؟ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل واصحاب کی متبرک یادگاریں ہیں، اللہ تعالیٰ شرک سے پناہ میں رکھے ان مقامات مقدسہ میں نفل پڑھنا، دعا کرنا اور حاجت برآری کے لئے وہاں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا کونسا شرک ہے؟ مقام غور ہے کہ آیت آذن فی النّاسِ بِالْحَجَّ (لوگوں میں حج کا اعلان کرو) کا حکم کس غرض سے تھا؟ اور مقام ابراہیم کو مقام عبادت قرار دینے کا مقصد کیا تھا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کعبہ کے دوران حجر اسود کو بوسہ کیوں دیا۔ اور اہل ایمان کے میدان عرفات میں کھڑا ہونے، پھر مزدلفہ کی طرف واپسی جانے منی میں قیام کرنے جزوں کو سنکریان مارنے، صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے اور ہر مقام پر دعائماً لگنے کی مشروعیت کی غرض وغایت کیا تھی؟ کیا اس میں یادگار خلیل کو محفوظ رکھنے کا اہتمام نہ تھا۔

رَبَّنَا لَا تُنْعِنُ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے
وَهَبْ لَنَا مِنْ لَذَنَكَ رَحْمَةً إِنَّكَ بعد ہمارے دلوں کو میزبانہ کرنا اور ہمیں اپنی
بَارَگَاهَ سَخْوَتِ رَحْمَتِكَ عَطَافِرِ مَاتَبَ شَكَ تو
أَنْتَ الْوَفَّاقُ . بہت عطا کرنے والا ہے۔

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعظیم غیر اللہ کا ثبوت

مندرجہ ذیل احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسئلہ تعظیم غیر اللہ پر روشنی ذاتی ہیں۔

۱۔ حضرت سعید بن معاذ رضی اللہ عنہ نبی قریظہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے تشریف لائے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گروہ انصار کو حکم دیا۔

قُومُوا إِسْلَمِ كُمْ أَوْ خَيْرِ كُمْ اپنے سردار کے لیے احتراماً کھڑے ہو۔
(بخاری)

یہ حکم حضرت سعد کی تعظیم کے لئے تھا نیز اس لئے تھا کہ انہیں عزت و احترام کے ساتھ سواری سے اتارا جائے، بعض ناداں اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہ حکم صرف سواری اتارنے کے لئے تھا، کیونکہ حضرت سعد بیمار تھے، لیکن یہ تاویل بخوائے حدیث شریف مردود ہے۔ کیونکہ لفظ تو موابیغہ جمع وارد ہوا، کیونکہ انہیں سواری سے اتنے میں مدد دینے کے لئے ایک یادو آدمی کافی تھے، تمام حاضرین کو کھڑا ہونے کا حکم دینے کی ضرورت نہ تھی، اگر حضور کا مقصد حضرت سعد کی تعظیم نہ ہوتا تو تو موالیع کہہ دینا یہی کافی تھا۔ مگر آپ نے قوموں السید کہ فرمایا یہ صراحتاً تعظیمی کلمات ہیں، یہاں ان کلمات سے ایک اور فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ لفظ سید محل تعظیم میں سردار قوم کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔

۲۔ ایک اور واقعہ:

ایک دفعہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جامہ مبارک سنوارے بغیر اٹھئے اور ان کا معافانہ فرمایا اور بوسہ دیا، حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَرَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِنِي فَلَمَّا فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَرِيَانًا يَجْرِي تَوْبَةً فَأَعْتَنَقَهُ وَ كَثُكَثُيَا لَكَيَا أَوْرَ بُوْسَهْ دِيَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ زید بن حارثہ مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حرم سرماں تھے، انہوں نے آ کر دروازہ کھکھلایا تو حضور جامہ راست کے بغیر اٹھئے اور کپڑے گھستیے چلے اور آپ نے ان کو گلے قبّلہ۔ (تمنی)

اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ قیام، معافانہ اور بوسہ اظہار محبت کے لیے تھا، تعظیم کے لئے نہ تھا۔ ہم جواب دیں گے۔ بتائیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مجرم اسود کو بوسہ دینا اظہار محبت کے لئے تھا یا تعظیم کے لئے؟ انسان کا پھر کے ساتھ محبت کرنا کوئی مفہوم نہیں رکھتا، اگر ہم

اسی پر اکتفا نہ کریں اور اپنے بیان کی تائید میں حسب ذیل روایت پیش کریں تو فائدہ سے خالی نہیں کہ یہودیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک باتحول اور پاؤں پر بوسہ دیا جو صریحاً فعل تعظیم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عرف ایوسہ محبت منہ پر ہوتا ہے اور بوسہ تعظیم باتحول پاؤں پر ہوتا ہے۔ اگر ہاتھ اور پاؤں پر جہت تعظیم سے بوسہ دینا جائز نہ ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس کی اجازت نہ دیتے حدیث کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

عَنْ صَفَوَانَ بْنِ عَالَ قَالَ قَالَ
يَهُودَىٰ لِصَاحِبِهِ إِذْهَبْ بِنَا إِلَىٰ
هَذَا النَّبِيِّ فَقَالَ صَاحِبُهُ لَا تَقْلُ
نَبِيَّ إِنَّهُ لَوْ سَمِعْكَ لَكَانَ لَهُ أَرْبَعَةُ
أَعْيُنٍ فَاتَّيَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَهُ عَنْ تِسْعَ
إِيَّاتٍ

بَيْنَاتٍ فَقَالَ لَهُمْ لَا تُشْرِكُوا
بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تُسْرِقُوا وَلَا تَزِنُوا
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَمَهَا
اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْسُوا بِرِبِّئِي
إِلَى ذِي سُلْطَانٍ لِيُقْتَلَهُ وَلَا
تَسْحَرُوا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَّا وَلَا
تَقْدِرُوا مُحْصِنَةً وَلَا تُولِوا
الْفِرَارَ يَوْمَ الزَّلْفِ وَعَلَيْكُمْ
خَاصَّةً الْيَهُودُ أَنْ لَا تَعْتَدُوا فِي
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ دُونُونَ بِاَتْهَ اُور دُونُونَ پاؤں
قالَ السَّبِيْتِ

**فَقَبَلُوا يَدِيهِ وَرِجْلِيهِ وَقَالُوا چوے، اور کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ
نَشَهَدُ أَنَّكَ تَبَّى إِلَى آخر آپ برحق نبی ہے۔**
الحدیث۔ (ابن بابہ)

ایک روایت ہے کہ ایک دن حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ شریف کی طرف نگاہ کر کے فرمایا اے کعبہ! تیری بہت بڑی شان اور حرمت ہے مگر ایک مومن کی عزت و حرمت بارگاہ خداوندی میں تجھ سے بڑھ کر ہے۔

صحابہ کرام کا بارگاہ رسالت میں ادب و احترام

اب کچھ رجوع سپہر اسلام کے ستاروں اور نبی کے یاروں کی طرف کرنا چاہیے۔ کتب احادیث و سیر میں ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہ رسالت میں اس طرح ادب، انساری اور عاجزی کے ساتھ بیٹھتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، مراد یہ ہے کہ کثرت تعظیم و توقیر کی وجہ سے وہ مجلس میں یوں سرجھا کر تشریف فرماتے ہوئے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں جو معمولی جنبش سے اڑ جائیں، صحابہ کرام کمال تعظیم کے باعث حضور کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتے تھے، ترمذی شریف کے الفاظ ہیں۔

علمائے امت کے ارشادات:

اب علمائے امت کے کچھ اقوال و اعمال بے نظر انصاف ملاحظہ فرمائیے، حضرت مولانا محمد محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حیات القلوب نی زیارت الحجوب میں صاحب مناسک اور شیخ ملا علی قاری کی عبارات کا خلاصہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

ان مسجدوں، کنوؤں اور یادگاروں کی زیارت مستحب ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں، خواہ ان کی اصل معلوم ہویا نہ ہو، اس استحباب کی تصریح آئمہ احباب کی ایک جماعت، شوافع موالک اور حنابلہ کے ایک گروہ نے مطلقاً کی ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان مقامات پر نماز پڑھتے جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہوا اور

ان مقامات پر تھہر تے یا وہاں سے گزرتے جہاں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑا تو کیا
یا جہاں سے آپ گزرے ہوں۔“

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا ایک انداز یہ ہے کہ ان تمام مقامات کی تعظیم
کی جائے جہاں حضور نے سکونت اختیار فرمائی یا پڑا تو کیا۔ اسی طرح ان تمام اشیاء و اجزاء کی
تعظیم لازم ہے جو آپ کے دست مبارک، پہلوئے مبارک قدم مبارک یاد گیر اعضاء سے
چھو کر بارکت ہو گئی ہوں، پھر یہ بات واجب الاحاظہ ہے کہ خواہ اس نسبت کا ثبوت صحیح نقل
سے منقول ہو یا اخبار و آثار میں بغیر ثبوت کے مشہور و معروف ہو۔

(محصل کلام السنہ حی ولملکی ص ۳۶۲)

اب انصاف سے کہہ کہ آثار متبرک کے ثبوت میں صرف شہرت کافی ہے یا حد شاعر
فلas کی ضرورت ہے، مولد النبی، دار ارقم، مکان خد سبجِ الکبریٰ مولود فاطمۃ الزہراء اور
مسجد و آثار کے متعلق کسی نے نہیں کہا، کہ یہ جعلی ہیں، بلکہ سب لوگ ان کی صحت نقل پر
اتفاق رکھتے ہیں اور ان آثار کی زیارت کو مستحب کہتے ہیں، اس سلسلہ میں امام نووی کی
ایضاً الحناسک، ملا علی قاری کی مناسک اور تاریخ قطبی کا مطالعہ مفید ہے، حد یہ ہے
بخدیوں اور غیر مقلدوں کے مستند و معتمد عالم حافظ ابن تیمیہ اور دیگر علماء بھی ان آثار
متبرک کو جعلی نہیں کہتے، البتہ اپنے شاذ نظریات کے مطابق ان کی زیارت کو حرام قرار
دیتے ہیں۔ جیسا کہ نواب صدیق جس خان اپنی کتاب رحلۃ الصدیق میں ابن تیمیہ
سے ناقل ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا طریقہ تھا کہ آپ حج کے لئے روانہ ہوتے تو راہ
میں جہاں جہاں ایسے آثار متبرک آتے وہاں اتر کر حصول برکت کے لئے نماز ادا
کرتے، اور ہر اس درخت کو، جس کے نیچے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا
پائی دیتے، ایسی روایات صحاح سنن مسانید اور معاجم میں بکثرت موجود ہیں، ابن سعد

طبقات میں لکھتے ہیں:

رُئيَ ابْنُ عُمَرَ وَاضْحَى يَدَهُ عَلَى دِيكَاهَا كَه حَضْرَتُ ابْنُ عُمَرَ نَفَرَ أَقْدَسَ پَر
الْمِنْبَرَ (يَعْنِي مِنْبَرِ النَّبِيِّ) ثُمَّ وَهَا تَحْ رَكْهَا ہے، پھر حصول برکت کے لئے
ضَعَهَا عَلَى وَجْهِهِ اسے اپنے چہرے پر پھیرا۔

انہی وجہات کی بناء پر حضرت امام احمد بن خبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر
اقدس اور قبر انور کو حصول برکت کے لئے بوسہ دیتے تھے، شیخ سمهودی وفاء الوفاء جلد دوم
ص ۲۲۲ میں فرماتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں، میں نے اپنے والد حضرت امام احمد سے پوچھا، ایک
شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف کو مس کرتا ہے اور اس کے مس کرنے سے
برکت لیتا ہے، اور امید ثواب میں ایسا ہی طرز عمل قبر انور کے ساتھ کرتا ہے تو اس کا یہ فعل کیا
ہے؟ فرمایا ”لابأس به اس میں کوئی حرج نہیں۔“

رائق السطور کہتا ہے کہ مذاہب اربعہ کے جملہ اصحاب اس استحباب کے قائل ہیں، مگر
امام احمد بن خبل کی روایت بالخصوص لانے کی شاید یہ وجہ ہو کہ اس سے خدیوں کو تنبیہ اور
تبکیت حاصل ہو، کیونکہ یہ لوگ ان کی تقلید کا دم بھرتے ہیں، اور آثار متبرکہ سے برکت
حاصل کرنے کو شرک اور کفر جانتے ہیں، یہاں سے معلوم ہوا کہ ان کا دعویٰ حنبلیت محض کفر
وافتراء ہے۔

علامہ عینی خفی عمدۃ القاری شرح الحجۃ البخاری میں لکھتے ہیں:

”میرے شیخ حافظ زین الدین عراتی نے فرمایا مجھے حافظ ابوسعید بن علائی نے بتایا۔
میں نے حافظ ابن ناصر وغیرہ محدثین کی تقدیم کے ساتھ امام احمد بن خبل کے کلام کا ایک جزو
دیکھا جس میں امام احمد سے منبر اطہر اور قبر انور کو بوسہ دینے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے
فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں، تیری ہم نے شیخ ابن تیمیہ کو دکھائی تو حیرت سے کہا:
عَجَبُتُ اَحْمَدَ عِنْدِي جَلِيلٌ تَجْبَ ہے امام احمد تو بہت جلیل القدر ہیں، حالانکہ اس

میں تجب کی کوئی بات نہیں، ان کے بارے تو یہاں تک منقول ہے کہ انہوں نے ازراہ عقیدت امام شافعی کی تفہیض کا غسلہ نوش فرمایا جب ان کی اہل علم کے ساتھ ادب و احترام کی یہ حالت تھی تو انبیاء کرام اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و تبرکات کی تعظیم کیا عالم ہو گا؟ اس قول کو بسبب شہرت امام مقری مالکی نے اپنی کتاب "فتح النعال بصفة النعال" میں بجنسہ نقل کیا ہے دیکھئے فتح المتعال ص ۸۱۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

امام احمد کا یہ قول اس روایت سے ماخوذ ہے جو انہوں نے اپنی مندیں نقل کی ہے۔
حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ قبر انور پر رکھا تو لوگوں نے انہیں پیچھے ہٹانے کی کوشش کی، تو آپ نے فرمایا:
لوگو! مجھے چھوڑ دو، میں پھر کے پاس نہیں آیا، میں توبارگاہ رسالت میں حاضر ہوا ہوں؟

یہ روایت مندا امام احمد جلد ۵ ص ۳۳۲ پر موجود ہے۔

شیخ سہودی، امام ابن حجر عسکری اور امام بکی نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ اس کے لئے منظم، وفاء الوقائع اور شفاء القائم کا مطالعہ کیجئے۔ (انجی مختصر)
امام مقری اپنی اس باطل شکن تحریر میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار متبرکہ مثلاً عابد ہیں، آب پس خورد، آب وضو اور پینہ مبارک سے برکت تلاش کرتے تھے۔

امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے۔

بَابٌ مَا ذُكِرَ مِنْ دَرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَصَمَهُ وَسَيِّفَهُ وَقَدْجِهُ وَخَاتِمِهِ وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخَلْفَا بَعْدَهُ مِنْ ذَلِكَ مِمَّا تَبَرَّكَ أَصْحَابُهُ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَقَاتِهِ (جلد اول ص ۳۳۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درع، عصا تلوار، پیالہ، انگوٹھی اور وہ چیزیں جو حضور کے بعد خلفائے راشدین کے استعمال میں آئیں اور صحابہ کرام اور دوسرے لوگوں نے آپ کے

وصال کے بعد جن سے برکت حاصل کی۔

أم المؤمنين حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لبادہ تھا۔ وہ لوگوں کو اس کی زیارت کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ حضور نے اسی لبادہ مبارک میں رحلت فرمائی بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

عائشةَ كَسَاءَ امْلَبَدًا وَ قَالَتْ فِي
ابو بردہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے
هذا نُزُعُ رُوْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
علیْہِ وَسَلَّمَ وَذَادَ سَلِیْمَانَ عَنْ
حَمِيدٍ عَنْ أَبِی بُرْدَةَ أَخْرَجَتْ
إِلَيْنَا عَائِشَةً إِذَا رَأَتْنَا غَلِيظًا مِمَّا
يُصْنَعُ بِالْيَمِينِ وَكَسَاءً مِنْ هَذِهِ
الَّتِي تَدْعُونَهَا الْمُلَبَّدَةً (بخاری ۳۳۸)

ہماری طرف ایک لبادہ نکلا اور فرمایا اس میں
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی
تھی سلیمان نے بحوالہ حمید حضرت ابو بردہ
سے اس اضافہ کے ساتھ نقل کیا حضرت
عائشہ ہمارے پاس یکن کا بنا ہوا ایک تبد
نکال کر لائیں اور ایک کساء مبارک جس کو تم
لبادہ کہتے ہو،

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس نعلین شریفین کا ایک جوڑا تھا وہ لوگوں کو اس کی
زیارت کرتے تھے۔ بخاری کے صفحہ ۳۳۸ پر ہے:

عَسَىٰ بْنُ طَهْمَانَ بِيَانِ قَالَ أَخْرَجَ
إِلَيْنَا أَنْسَ نَعْلَيْنَ جَرْدَةَ أَوْيَنْ لَهُمَا
قَبَالَانَ.

عسی بن طہمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت
انس رضی اللہ عنہ پرانے جوتوں کا ایک جوڑا
لے کر ہمارے پاس آتے۔

ثابت باقی، حضرت انس سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حضور کے نعلین مبارک تھے حضرت
حمدی اللہ بن سلام کے ہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جس سے وہ پانی انڈیل
کر لوگوں کو پلاتے تھے۔

قال ابوہریرہ قال لی عبد اللہ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ
بن سلام الْأَسْقِيْكَ فِي قَدْحٍ

شَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ آپ کو اس پیالے میں نہ پلاوں جس میں
وَسَلَّمَ فِيهِ حضور نے پیا تھا؟

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ حصول برکت کی غرض سے اس پیالے کی بہت زیادہ حفاظت کرتے تھے۔

حضرت امام المؤمنین رضی اللہ عنہ کے پاس حضور کے مبارک بال تھے۔ جب کوئی بیمار ہوتا تو وہ ان بالوں کو دھو کر اس کا پانی حصول شفا کے لئے مریضوں کو پلاتی تھیں۔

(بخاری جلد دوم ص ۸۳۵)

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضور کے تمام آثار متبرک اور واجب التعظیم ہیں پھر قبراطہر کیوں متبرک نہیں؟ حضرت ابو ایوب النصاری رضی اللہ عنہ نے تو اس کے متبرک ہونے کے سبب اپنا چہرہ اس پر رکھا، گویا حضور کے قدموں پر جبیں سائی کی۔

امام بخاری کی قبر سے تبرک:

شروع بخاری میں امام بخاری کی قبر کا قصہ منقول ہے کہ ان کی قبر سے مہک اٹھتی تھی اور لوگ تبرک اس کی خاک اٹھا لے جاتے تھے، امام موصوف کا وصال ۲۵۶ھجری میں ہوا، یہ عباسی سلطنت کے عروج شریعت کی ترقی اور محدث قضاۓ و احصاب کے کمال کا زمانہ تھا لیکن کسی نے اس فضل پر گرفت نہیں کی، وجہ یہ تھی کہ یہ سلف صالحین کا معمول تھا۔ افسوس ہے بخندیت کے علم برداروں پر، جن کے نزدیک قبراطہر پر صرف ہاتھ رکھ دینے سے شرک، کفر اور بدعت کا جرم ہو جاتا ہے، سبحان اللہ! وہ محدثین رباني کا دور تھا یہ محدثین زبانی کا زمانہ ہے۔

بین تقاوٰت را از کجا است تا کجا

دیکھتے راہ کا تقاوٰت کہاں سے کہاں تک ہے؟

اس بحث کو ہم یہیں ختم کرتے ہیں کیونکہ اہل انصاف کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

نوٹ: الحمد للہ اس کام کا آغاز گزشتہ ماہ یعنی دسمبر ۲۰۰۲ کی سول تاریخ کو ہوا اور آج مورخہ ۷ اجنوری ۲۰۰۳ء یروز جمعۃ المبارک بعد نماز فجر یہاں تک مسودہ سے مبیضہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

ارواح صلحاء سے توسل اور استمداد

نزاع کی دوسری اصل ارواح اولیاء و صلحاء سے توسل اور استمداد کا مسئلہ ہے۔ چونکہ اس کی تحقیق بعد از انفصال و انتقال ارواح کے زندہ رہنے پر موقوف ہے اس لیے ضروری ہے کہ پہلے اس کی وضاحت کی جائے پھر توسل اور استمداد کو اس پر متفرع کیا جائے، ارشاد ربانی ہے۔

يَسْتَغْلُوكَ عَنِ الرَّوْحِ قُلِ الرَّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيِّ وَمَا أُوتِينَتْمُ إِلَّا قَلِيلًا. آپ سے روح کے بارے سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں (اس کے متعلق) بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

مسئلہ روح قرآنی ارشاد کے مطابق نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے اس لئے ہم اپنے قلیل علم کی روشنی میں روح کی حیات و ممات کے متعلق گفتگو کریں گے لیکن اس کی ماہیت و کیفیت پر لب کشانی نہیں کریں گے کیونکہ قرآنی نص کے مطابق اس کا تعلق عالم امر سے ہے اور عالم خلق میں عالم امر کے متعلق زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ شارع علیہ السلام نے خود اس کی ماہیت و کیفیت سے سکوت فرمایا ہے۔ البتہ اس کی حیات اصول اسلام اور قواعد شرع سے ثابت ہے، بلکہ تحقیق ہے کہ جد عصری سے آزاد ہونے کے بعد اس کے شعور و ادراک میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ سعادت مندوں کی رو جیں دوسری نشأۃ میں کافی ترقی کرتی ہیں۔ اور نفس قدیسہ اس عالم میں جس طرح مصادر فیوض و برکات ہیں اسی طرح عالم برزخ و امر میں قوت تامہ اور حیات کاملہ کے ساتھ سرچشمہ فیوض و برکات ہوتے ہیں، اس مسئلہ پر حکماء اسلام محققین، متكلمین محدثین اور اکابر دین کا اتفاق ہے امام غزالی، امام رازی، امام تفتازانی، علامہ سید شریف، قاضی بیضاوی، شاہ ولی اللہ دہلوی، اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے کتب و رسائل میں اس مسئلہ کو براہین عقلیہ اور دلائل نقلیہ سے ثابت کیا ہے۔

یہاں تک کہ حافظ ابن قیم وغیرہ جو کہ غیر مقلدین کے مستند و معتمد ہیں نے روح کی حیات اور شعور و ادراک کو تسلیم کیا ہے علماء بیضاوی آیت شہداء کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فِيهَا دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ الْأَرْوَاحَ جَوَاهِرٌ اس آیت کریمہ میں دلالت ہے کہ ارواح جواہر ہیں اور اپنی ذات سے قائم ہیں اور جو احساس بدن سے کیا جاتا ہے، وہ اس سے مغایر ہیں مرنے کے بعد بھی ان کا ادراک و شعور برقرار رہتا ہے، جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذهب ہے اور آیات و احادیث اسی پر

(بیضاوی جلد اول ص ۸۵)

ناطق ہیں۔ اگر کتب دریسے سے بے خبر یہ سوال کریں کہ وہ آیات و احادیث کونی ہیں۔ جن سے روح کا ادراک و شعور ثابت ہوتا ہے؟ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ عذاب قبر کا مسئلہ تمام اہل اسلام کے نزدیک اتفاقی اور اجماعی ہے نیز قبر میں منکر و تکیر کے ساتھ سوال و جواب اور عذاب جیسا کہ احادیث صحابہ میں درجہ تواتر کے قریب ہے، روح کی حیات اور ادراک و شعور پر موقوف ہے اگر روح شعور سے خالی ہو تو فرشتوں کا سوال و جواب کس سے ہوتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ سوال کے وقت روح کو شعور حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد نہیں ہوتا، تو اس کا یہ جواب ہے کہ تعمیم و تعذیب کا سلسلہ تو قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ احادیث صحابہ میں ہے اور یہ روح کے ادراک و شعور کی صریح دلیل ہے۔

اس کے علاوہ ہم کو حکم ہے کہ ہم اموات کے ساتھ کلام کریں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جو کوئی مسلمانوں کے قبرستان میں جائے وہ کہے:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقَبْوُرِ اے اہل قبور السلام علیکم اے اہل ایمان کے **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ذَارَ قومٍ** گھر اسلام علیکم، ہم اٹھاء اللہ آپ سے آملے مُؤْمِنِينَ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ وائلے ہیں۔ تم ہمارے پیش رو اور ہم

لَا حِقُولُ أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَنَحْنُ تَهَارَ بِيَقْهِي هِيَ -
لَكُمْ تَبَعُ اسْنَلُ اللَّهِ لَنَا وَلَكُمْ الْغَافِيَةَ.

مسلم و ترمذی، ابن ماجہ، ابو داؤد بالفاظ متقاربہ نیز حسن حصین ص ۱۵۲ اگر ان مردوں کو شور حاصل نہ ہوتا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جمادات کو مخاطب کرنے کا حکم نہ دیتے، حاشا و کلا حضور خود ان الفاظ کے ساتھ اہل قبور کی زیارت کرتے تھے۔
حافظ ابن قیم کتاب الروح (ص ۵) میں لکھتے ہیں:

آثار متواترہ سے ثابت ہے اور سلف امت کا اجماع ہے کہ مردے زائرین کو پہچانتے اور ان کی آواز سے خوش ہوتے ہیں۔

امام سیوطی شرح الصدور کے صفحہ ۱۵۱ پر لکھتے ہیں:

الْأَحَادِيثُ وَالْأَثَارُ تَدْلُّ عَلَى أَنَّ احَادِيثَ وَآثَارَ اسْ بَاتِ پُرْدَالَاتَ كَرْتَهُ ہِيَنَ كَه
الْزَائِرُ مَتَى جَاءَ عَلِيمٌ بِهِ الْمَرْؤُزُ زائر جب آتا ہے تو صاحب قبر کو اس کا علم ہوتا ہے
وَسَيِّعَ كَلَامَهُ وَ النَّسَ بِهِ وہ اس کا کلام سنتا ہے اس سے اس حاصل کرتا ہے
وَرَدَسَلَامَهُ عَلَيْهِ اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

ابن الی الدینیا نے کتاب القبور میں امام نیققی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے کئی روایات نقل کی ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنے وصال یا فتح عزیز کی قبر کے پاس جاتا ہے۔ تو وہ مردہ اس کو پہچانتا ہے اس کی آواز سے خوش ہوتا اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (مثلاً)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَّلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَرْفُعُ قَبَرَ أَخِيهِ وَيَجْلِسُ عِنْدَهُ بیٹھے تو وہ اس سے انس حال کرتا ہے۔ اور

إِلَّا إِسْتَانَسَ بِهِ وَرَدَةً عَلَيْهِ حَتَّىٰ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ یہاں تک
کہ وہ انھے کھڑا ہو۔
يَقُولُ

(کتاب الروح ص ۵، شرح الصدور ص ۱۳۶)

اسی وجہ سے حضرت عمر وین العاص رضی اللہ عنہ نے مرتب وقت وصیت کی کہ مجھے فتن کرنے
کے بعد میری قبر کے گرد پکھ دری پھرنا تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:
ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرًا مَا پھر میری قبر کے گرداتی دری پھر و حقیقتی دری میں اونٹ
يُنْحَرُ جَزْدَرٌ وَ لَحْمُهَا حَتَّىٰ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے
اسْتَأْنِسْ بِكُمْ۔ یہاں تک کہ تم میں سے انس حاصل کروں۔

ابن قیم اس حدیث کی بنیاد پر کتاب الروح میں لکھتے ہیں:
”میت حاضرین سے انس و انبساط حاصل کرتا ہے۔“

یہ جو ہم نے علماء کے حوالہ سے کہا کہ موت کے بعد روح کا ادرارک و شعور زیادہ ہو جاتا
ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو حالت حیات میں بند کمرے میں بند کر دیا جائے۔
اس کمرے میں سوراخ نہ ہو تو وہ باہر کی آواز نہیں سن سکتا۔ مگر قبر میں بے حسب روایات سابقہ
ستا ہے یہاں تک کہ زائر کے قدموں کی چاپ بھی سنتا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے:

إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ حَفَقَ نِعَالِهِمْ
 بلاشبہ میت زائرین کے جوتوں کی آہٹ
ستا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی گھر کی چلی منزل میں ہو اور دوسرا اوپر والی منزل پر چلے تو زیریں
منزل والے کو تکلیف نہ ہو گی مگر میت کی قبر کی پامی سے اس کو اذیت ہوتی ہے۔ ایک شخص قبر
پر تکلیف لگائے، بیٹھا تھا، تو حضور نے اس سے فرمایا۔

لَا تُؤْذُ صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ
اس قبر والے کو اذیت نہ دے۔

اس حدیث کو امام احمد نے مندرجہ اورایت کیا، اسی لئے قبرستان میں جوتے پہن کر چلے

سے منع کیا گیا، دیکھئے ابو داؤد جلد و مطبع ہند۔

بِابُ الْمَسْنُى بَيْنَ الْقَبُوْدِ فِي النَّعْلِ

”قبروں کے درمیان جوتے پہن کر چلنے کا باب“

شارحین احادیث لکھتے ہیں کہ ان احادیث کا یہ مفہوم ہے کہ قبروں کی اہانت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ مردوں کو اس سے اذیت ہوتی ہے، بلکہ اہل قبور کے مراتب کے لحاظ سے قبروں کا ادب و احترام کرنا لازم ہے۔

مند امام احمد جلد ششم ص ۲۰۲ میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال اور فن کے بعد میں اپنے جھرے میں بے تکلف جاتی تھی اور کہتی تھی کہ یہاں ایک میرے شوہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے میرے باپ ہیں، پھر جب حضرت عمر فن ہوئے تو جھرے میں کبھی بے نقاب نہیں گئی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء آتی تھی، حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا، یہ حدیث مشکواۃ میں بھی موجود ہے، شاہ عبدالحق محدث دہلوی المعاشر میں فرماتے ہیں۔

”اس حدیث میں واضح دلیل ہے کہ زائر قبر کا ادب اسی طرح کرے جس طرح صاحب

قبر کا اس کی زندگی میں کرتا تھا، بالخصوص صالحین کی قبروں کا۔“ (مشکواۃ ص ۳۶۶ طبع نظای)

روایت بالا سے یہ حقیقت بھی کھل گئی کہ مردوں کے ادراک و شعور کے معاملہ میں سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نہ ہب کیا تھا؟ اور ان کے انکار سماع موتی کی حقیقت کیا ہے؟ اگر مردوں سے ادراک و شعور کی نفی ان کا نہ ہب ہوتا تو وہ ہرگز اپنے بھائی عبد الرحمن سے بعد فن خطاب اور کلام نہ فرماتیں، روایت ہے کہ حضرت عبد الرحمن مکہ شریف کے قریب رحلت فرمائے تو ان کی نعش کو مکہ لا کر فن کیا گیا، بعد ازاں حضرت عائشہ نے ان کی قبر پر فرمایا۔ ”اے بھائی! اگر میں آپ کے وصال کے وقت حاضر ہوتی تو آپ کو وہیں فن کرتی اور دوبارہ آپ کے پاس آنے کی ضرورت نہ ہوتی۔“ (ترمذی کتاب الجنائز جلد اول ص ۳۱)

الحاصل:

روح کا معاملہ عجب حرمت افزائے اس کی قوت حیران کرنے ہے خصوصاً ارواح مقدسے کی قوت و طاقت، جو ملاعِ اعلیٰ میں جا کر فرشتوں کی صفات اختیار کر لیتی ہیں پھر ان کے علم و اوراک، ہوش و شعور اور سیر و تصرف میں دنیا کی کوئی چیز مانع نہیں ہوتی، قاضی یضاوی آیت فال مدبرات امر کے تحت لکھتے ہیں۔

كَأَمْلَائِكَةٍ ذَارِقَاحِ الصَّلَحَاءِ
(ان قوتوں کی قسم جو نظام کائنات کی تدبیر کرتی
ہیں۔) مثلاً فرشتے اور صالحین کی روحیں۔

اگرچہ ان روحوں کا مسکن اعلیٰ علیین ہے مگر قبور کے ساتھ بھی ان کا کامل تعلق ہوتا ہے شبِ معراج حضور نے حضرت موسیٰ کو قبر میں مشغول نماز دیکھا پھر مسجدِ قصیٰ پہنچ تو ارواح انبیاء کے ساتھ ان سے ملاقات ہوئی، پھر چھٹے آسمان پر حضور سے کلام و خطاب کیا، حالانکہ معراج کا قصہ آنکھ جھپکنے میں مکمل ہو گیا۔

أَرْقَاحُ الْمُؤْمِنِينَ فِي عَلِيِّينَ وَ أَهْلِ إِيمَانٍ كَيْفَ يَرَوْنَ رُوحَ الْكُفَّارِ فِي سِجِّينَ وَ لِكُلِّ رُوحٍ بِجَسِيدِهَا إِنْتَصَالٌ مَعْنَوِيٌّ
کی ارواحِ علیین میں اور ہر روح کا اپنے جسد کے ساتھ ایک معنوی ربط و اتصال ہے۔
آگے چل کر لکھتے ہیں:

مَعْدِلِكَ فَهِيَ مَادُونَ لَهَا فِي التَّصَرُّفِ
اس کے ساتھ ان (روحوں) کو کائنات میں تصرف کی اجازت ہے۔

(شرح الصدور ۱۶۳)

اسی بناء پر حضور سید عالمی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”اگر صحرائیں تمہارے لئے مشکل پیدا ہو اور کوئی یار و مددگار نہ ملت تو تین مرتبہ پکار کر کہو یا عباد اللہِ آعینُونی اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔“

اس حدیث شریف میں عباد اللہ کا لفظ عام ہے جو رجال غیب، فرشتوں اور ارواحِ صالحاء

کو شامل ہے اہل مشاہدہ اور علمائے ثقافت نے بارہا اس ارشاد کا تجربہ کیا اور اسے صحیح پایا، دیکھئے علامہ جزری کی حصن حصین ص ۱۰۲ اشادہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

”جب روح علاقہ جسمانیہ سے آزاد ہوتی ہے تو اپنے اصلی مزاج کی طرف لوٹ کر فرشتوں سے جا ملتی ہے پھر ان کے کاموں میں شریک ہو جاتی ہے اور ان کی زیادہ تر سُمیٰ و کوشش اعلاءٰ کلمۃ اللہ اور خدائی اشکروں کی امداد و اعانت ہے۔“ (جیۃ اللہ بالغ ص ۳۲)

چونکہ ارواح طیبہ مقدسہ کی حیات، ادراک، شعور علم، سیر اور تصرف کا مسئلہ ثابت اور محقق ہے اس لئے اب مسئلہ توسل واستمداد پر گفتگو کرتے ہیں۔

مظہر عون الہی:

انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام جس طرح زندگی میں خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ و سیلہ اور مظہر عون الہی ہیں کہ ان کے توسل اور شفاعت سے مخلوق کو دینی اور دنیاوی امور و مقاصد میں کامیابی ملتی ہے اسی طرح عالم برزخ میں بھی وہ اس عون الہی کے مظہر ہیں کہ بوقت توسل و تشفع ان کی روحانی برکات مخلوق کے لئے حل مشکلات اور قضاۓ حاجات کا سبب بنتی ہیں، البتہ مشکل کشا اور حاجت رواذات ہر حال میں صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، ارواح مقدسہ تو محض و سیلہ واسطہ ہیں، جس طرح اولیائے کرام دنیاوی زندگی میں وسیلہ ہیں اسی طرح وصال کے بعد بھی وہ وسیلہ واسطہ ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

از ہر کہ در حیۃ استمدادے تو اند کرو جس سے زندگی میں امداد مانگنا جائز ہے بعد ازا وفات نیز ازا و استمدادی تو اند کرو سے بعد وصال بھی استمداد جائز ہے

۱ جیۃ اللہ بالغہ کے الفاظ

إِذَا مَاتَ اِنْقَطَعَتِ الْعِلَاقَاتُ فَلِمَحَّقَ بِالْمَلَائِكَةِ
فَصَادَ مِنْهُمْ وَ اَنْهَمْ كَانُوا مِنْهُمْ وَ سَعَى
فِيْمَا يَسْعَونَ فِيهِ وَ دُبِّيَا اشْتَغَلَ مُوَلَّا
بِاغْلَاءِ كَلْمَةِ اللَّهِ وَ نَصِيرِ حَزْبِ اللَّهِ

جب صالح شخص مرتا ہے تو اس کے بدین علاقہ قطع ہو جاتے ہیں اور وہ فرشتوں میں جا ملتا ہے جس طرح فرشتے دل میں القاء کرتے ہیں یعنی دلوں میں القاء کرتا ہے اور جن کاموں میں فرشتے کوشش کرتے ہیں۔ یعنی ان کی سُمیٰ کرتا ہے اور بھی یہ پاک روح فرشتوں کے ساتھ مل کر اللہ کا بول بالا کرنے اور اس کے اشکر کو مدد دینے میں مشغول ہو جاتی ہے۔

سالکان طریقت کا طریقہ:

طالبان حق اور سالکان طریقت کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ پا کیا زندوں اور بزرگوں سے ان کی ظاہری حیات میں اور بعد از وصال ان کی ارواح سے قرب الہی کی مدد طلب کرتے ہیں، زندگی میں قرب الہی کی ایسی مدد روحانی ہوتی ہے، اعضاء کی قوت سے نہیں یونہی بعد وصال بھی ان کی روحانی مدد برقرار ہتی ہے بلکہ بعد وصال یہ مدد تو یہ تراور فزوں تر ہوتی ہے۔

باقی رہا عوام الناس کا انداز استغاثہ واستمداد، وہ ضرور قابل اصلاح کہے، کیونکہ وہ حد افراط تک پہنچ جاتے ہیں، اور بعض اوقات ملحدانہ و مشرکانہ کلمات و حرکات کا صدور ہو جاتا ہے، علماء کے لئے ضروری ہے کہ ان کی اصلاح کریں مگر یہ طرز عمل بھی قطعاً غلط ہے کہ زیارت قبور صلحاء کو شرک سمجھ کر اس سے لوگوں کو منع کیا جائے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی ناپینا مسجد میں آئے اور قبلہ رو ہوئے بغیر نماز شروع کر دے، اس صورت میں آنکھ والوں پر لازم ہے کہ اس کی رہنمائی کریں اور اس کا رخ قبلہ کی طرف کر دیں، یہ نہیں کہ مسجد کو گرد ایس یا اس کو نماز سے روک دیں، مسلمانان اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ نہ تو زندہ بزرگوں کو بالاستقلال حاجت روکجھتے ہیں نہ وصال یافتہ بزرگوں کو، کیونکہ اگر کوئی کسی دو اک حقیقی نافع و ضار سمجھے یا کسی حکیم کو حقیقی شانی جانے یا کسی باادشاہ ذی جاہ کو مستقل رازق مانے یا کسی بزرگ کو بالذات حاجت رو اخیال کرے تو وہ اسی طرح ملحد و مشرک ہے، جس طرح کوئی کسی مردے کو بالذات و بالاستقلال قاضی حاجات سمجھے، اس کے برعکس اگر کوئی ہر چیز کا فاعل حقیقی اللہ وحده لا شریک کو مانے مگر دا کو نفع و ضرر کا سبب حکیم کو ذریعہ صحت اور امراء و سلاطین کو وسائل رزق جانے یونہی انہیاء و اولیاء کو حیات و ممات میں حل مشکلات اور قضاۓ حاجات کا محض وسیلہ اور ذریعہ سمجھے تو ایسا شخص صاف عقیدے کا سچا مسلمان ہے کیونکہ اس نے آیت کریمہ۔

اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔
وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ،

پر عمل کیا جیسا کہ علامہ جزری حصن حصین میں زیر عنوان آداب الدعاء لکھتے ہیں۔

وَإِن يُتَوَسَّلَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى دعاء کے وقت انبیائے کرام اور صالحین کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اختیار کیا جائے۔

بِأَنْبِيَائِهِ (خ) عبادۃ (خ)

عمدہ ترین دلیل، حدیث نابینا:

توسل اور استمداد کے باب میں عمدہ ترین دلیل حدیث نابینا ہے۔ اس میں منکرین کی ذلت و رسوائی کے لئے توسل استغاثہ تشفع اور استمداد کا پورا سامان ہے، روایت یوں ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری بینائی بحال ہونے کی دعا فرمائی۔ تو آپ نے اسے حسب ذیل کلمات طیبات پڑھنے کا حکم دیا:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَاتِّوْجَةَ إِلَيْكَ اے اللہ! میں تجوہ سے سوال کرتا ہوں اور بِنَيَّيَكَ مُحَمَّدَ بَنِي الرَّحْمَةِ يَا تیرے نبی محمد بنی رحمت کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں، آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے اے اللہ حضور کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرم۔

اس حدیث کو مندرجہ ذیل کتابوں میں نقل کیا گیا:

- ۱۔ ترمذی شریف ص ۱۹۷/۲
- ۲۔ نسائی شریف
- ۳۔ ابن الجوزی شریف
- ۴۔ مسند رک حاکم ص ۳۱۳/۱، حکم صحیت بر شرط شخصی
- ۵۔ نیہقی در دلائل و کتاب الدعوات، اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب وہ اندرھا انٹھا تو اس

کی نظر بحال ہو چکی تھی۔

۶۔ جوہ منظم ص ۱۳ ازاں حجر کی

۷۔ حصن حصین ص ۱۲۵

۸۔ شفاء القائم سکلی ص ۱۲۳

۹۔ مسند امام احمد ۱۳۸/۳

۱۰۔ صحیح ابن خزیم

۱۱۔ کتاب الاذکار نووی ص ۸۳

۱۲۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر ۳/۵۵۸

۱۳۔ تحفۃ الذکرین شوکانی ۱۹۷/۵

اس شخص نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے دعائیں تو بحکم خداوندی اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں اس واقعہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاجتمندوں کو حاجت برآری کے لئے اس دعا کا وظیفہ بتایا کرتے تھے۔ اگر اس دعا کا اثر حضور کے ظاہری زمانہ کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ بعض بد قسم تاویل کرتے ہیں، تو یہ بات قطعی ہے کہ صحابہ کرام اس پر ہرگز عمل نہ کرتے، جبکہ حضرت عثمان بن حنیف کا قصہ بہت مشہور ہے۔ کہ انہوں نے حاجت روائی کے لئے اس دعا کا وظیفہ سکھایا۔

”روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کو حضرت عثمان سے کام پڑ گیا۔ آپ اس کی طرف التفات نہ فرماتے، وہ شکایت لے کر حضرت عثمان بن حنیف کے پاس گیا انہوں نے اس کو مذکورہ بالا دعا سکھائی، چنانچہ جب اس نے وہ دعا پڑھی تو حضرت عثمان اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس کا کام بن گیا، اس واقعہ کو طبرانی نے معتبر سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے، انہوں نے اس کو کبیر میں حضرت عثمان بن حنیف کے ترجم میں لکھا، امام یہقی نے بھی اس کو ثابت کیا اور محدثین اس حدیث کی روایت کے لئے اس طرح باب قائم کرتے ہیں۔

بَابٌ مَنْ كَانَ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى أَوْ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِهِ
”جس کو اللہ تعالیٰ یا اس کی مخلوق میں سے کسی کی طرف حاجت ہو“

صاحب حسن حسین نے فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهُ ضَرُورَةً فَلْتَوَضُّأْ
فَيُحْسِنَ وَضْوَءَ ثُمَّ يُصَلِّيَ
رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَدْعُوا اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
آخِرَكَ جس کو کوئی ضرورت اور مجبوری ہو وہ اچھی
طرح دسوکرے پھر دور رکعت نماز پڑھے اس
کے بعد دعا کرے اللہمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
آخِرَكَ

حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ الباری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:
ضَرُورَةً لِّحَاجَةٍ مُلْجَاهَةً إِلَى اللَّهِ
اوَّلِيَّ أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ
حسن حسین ص ۲۲ میں ہے:
طَرْفَ نَازِيرِ حاجت

میں کہتا ہوں اگر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے قریب دعا قبول نہ ہوگی تو پھر کس جگہ قبول
ہوگی؟ قُلْتُ وَإِنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعَاءُ عِنْدَ
قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَفِي أَيِّ مَوْضِعٍ
يُسْتَجَابُ.

اس کی تحت عدد حسن حسین میں ہے:
عِنْدَ قُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمْ
السَّلَامُ وَجُرِيَّتْ استجابة الدَّعَاءِ
وَعِنْدَ قُبُورِ الصَّالِحِينِ بِشَرْوَطِ
مَعْرُوفَةٍ. ص ۵۸

علامہ ابن عبد الیہ استیعاب جلد دوم ص ۲۲۸ میں لکھتے ہیں:
”خلافت فاروقی میں ایک سال مدینہ منورہ میں قحط پڑا، ایک شخص روضہ رسول پر حاضر

ہو کر فریاد کرنے لگا، یا رسول اللہ! اپنی امت کے احوال ملاحظہ فرمائیے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اس شخص کو بارش کی خوبخبری عطا فرمائی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اصحابہ جلد ۲ ص ۱۳۲ میں بحوالہ ابن ابی خیثہ اس قصہ کی تحریج کرتے ہیں، شیخ یوسف بن اسماعیل دعوۃ الحق کے صفحے ۷ پر لکھتے ہیں۔ اس واقعہ کو امام یعنی اور ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا۔

خلاصہ کلام:

تینوں مشہود لہا بالحیر زمانوں میں صحابہ و تابعین سے توسل واستمداد کا ثبوت بہت کثرت سے ملتا ہے اور توسل حضور کی ذات اقدس سے خاص نہ تھا بلکہ آل و اصحاب اور صالحین امت سے بھی توسل استفادہ اور استغاش کا عام معمول تھا۔ علامہ ابن عبدالبر جو کر چوچی صدی کے عظیم محدث ہیں حضرت ابوالیوب انصاری کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

وَقَبْرُ إِلَى أَيَّوبِ قَرْبِ سُورَهَا حضرت ابوالیوب کی قبر دیوار قلعہ کے پاس مَعْلُومٌ إِلَى الْيَوْمِ مَعْظَمٌ و ہے اور آج تک مشہور و معلوم اور معظم ہے لوگ اس کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے یُسْتَسْقُونَ بِهِ فُيُسْقُونَ۔ (استیعاب جلد اول ص ۱۵۶)

علامہ ابن الاشیر اسد الغابد میں تحریر کرتے ہیں:

وَقَبْرُهُ بِهَا يُسْتَسْقُونَ بِهِ۔ حضرت ابوالیوب کی قبر قسطنطینیہ میں ہے لوگ اس کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے ہیں۔

مؤلف رسالہ عرض پر واز ہے کہ:

یہ بات معلوم و مشہور ہے کہ قسطنطینیہ چوچی صدی میں عیسائیوں کے زیر سلطنت تھا اور وہ کفر اور عداوت اسلام کے باوجود حضرت ابوالیوب کی قبر کی تعظیم کرتے اور اس کے توسل سے بارش کی دعا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی حاجت روائی فرمادیتا تھا۔ جیسا کہ استیعاب میں مرقوم ہے۔

افسوس ہے ان مدعیان اسلام پر، جنہوں نے اکابر صحابہ کرام، اہل بیت عظام امہات المؤمنین اور صالحین امت کے مزارات کو دیران و پامال کر دیا اور اس سلسلہ میں اسلامی القدار اور اصولوں کی ہرگز پاسداری نہ کی۔
امام شافعی سے مردی ہے کہ:

قَبْرُ مُوسَى الْكَاظِمِ تَرِيَاقٌ مُجَرَّبٌ موئی کاظم کی قبر قبولیت دعا کے لئے تریاق
مجرب ہے۔
إِلَّا جَابَةُ الدَّعَاءِ.

(اشعة اللمات وغیره)

امام شافعی کا یہ ارشاد منکرین کی طبیعت پر بہت گرانگزرتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ امام موصوف نے اس قدر جلالت علمی کے باوجود ایسا کیوں فرمایا؟ حالانکہ وہ بے خبر نہیں جانتے کہ امام شافعی ہمیشہ مزارات صلحاء بالخصوص سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کی قبر مبارک سے توسل کرتے تھے، جیسا کہ امام عز الدین بن جماعہ نے اپنی کتاب انس الحاضرہ اور امام موفق بن احمد کی نے ممناقب امام ابوحنیفہ ص ۱۹۹ میں ذکر فرمایا:
کتاب انس الحاضرہ میں ہے:

عَلَى بْنِ مَيمُونَ سَمِعْتُ
شَافِعِيَ يَقُولُ إِنِّي آتَبَكُ بِأَنِي
بِحَنِيفَةَ وَأَجِي إِلَى قَبْرِهِ يَعْنِي زَائِرًا
فَإِذَا عَرَضَتْ لِي حَاجَةً صَلَيْتُ
رُكُعَتِينِ وَجَنَثُ إِلَى قَبْرِهِ
آپ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کی دعا کرتا ہوں پھر زیادہ درنہیں گزرتی کہ حاجت روایہ جاتی ہے۔

(بحوالہ صلح الاخوان سید واؤ خالدی ص ۸۳)

عَنْ عَلَى بْنِ مَيمُونَ قَالَ سَمِعْتُ
الشَّافِعِيَ يَقُولُ إِنِّي آتَبَكُ بِأَنِي
بِحَنِيفَةَ وَأَجِي إِلَى قَبْرِهِ يَعْنِي زَائِرًا
فَإِذَا عَرَضَتْ لِي حَاجَةً صَلَيْتُ
رُكُعَتِينِ وَجَنَثُ إِلَى قَبْرِهِ
وَرَسَالْتُ اللَّهَ تَعَالَى الْحَاجَةَ
عِنْدَهُ فَمَا تَبْعُدُ عَنِي حَتَّى
تُقْضَى۔

علامہ ابن حجر کی رحمۃ اللہ خیرات الحسان ص ۲۹ میں فرماتے ہیں:

إِعْلَمُ اللَّهُ لَمْ يَرَ الْعُلَمَاءَ وَذُو
الْحَاجَاتِ يَزُورُونَ قَبْرَةَ الْقَبْرَ
أَبِي حَنِيفَةِ وَيَتَوَسَّلُونَ بِهِ فِي
قَضَاءِ هَوَالِجَهْمُ وَيَرَوْنَ نَجْحَ
ذَلِكَ مِنْهُمُ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ لَمَّا
كَانَ يَبْغُدَادَ فَانَّهُ جَاءَ عِنْدَ قَبْرِهِ.
أَنَّهُ قَالَ إِنِّي لَا تَبَرَّكُ بِأَبِي حَنِيفَةِ
وَأَجِيءُ إِلَى قَبْرِهِ (ابن آخرہ)
آپ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں (آخرتک)

علامہ ابن الجوزی کتاب صفوۃ الصفوۃ میں امام ابراہیم حریقی، جو کہ امام احمد بن حنبل کے ارشد تلامذہ سے تھے سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَبْرُ مَدْرُوفِ الْكَرْنَحِ التَّرِيَاقِ حَضْرَتُ مَعْرُوفَ كَرْنَحِيَ كَيْ قَبْرُ تَرِيَاقِ مَحْبُ
الْمُجَرَّبِ (بِحَوَالَةِ وَسْلَيِّ جَلِيلِ ص ۱۳۰) ہے۔

بغداد کے تمام اکابر علماء و مشائخ کے نزدیک حضرت معروف کرنخی کی یہ کرامت بہت مشہور ہے۔ حضرت امام ابوالقاسم قشیری جو تیری چوتحی صدی بھری کے اکابر محدثین اور صوفیاء میں سے ہیں۔ رسالہ قشیریہ طبع مصر ص ۱۱ میں حضرت معروف کرنخی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

كَانَ مِنْ مَشَائِعِ الْكَبَادِ مُجَابِ
الدَّعْوَاتِ يُسْتَشْفَى بِقَبْرِهِ
يَقُولُونَ الْبَغْدَادِيُّونَ قَبْرُ مَعْرُوفِ
تَرِيَاقِ مَجَرَّبٍ۔

حضرت معروف مشائخ کبار سے تھے ان کی دعا میں قبول ہوتی تھیں اور ان کی قبر سے شفا حاصل کی جاتی تھی، اہل بغداد کہتے ہیں کہ معروف کرنخی کی قبر تریاق مجرب ہے۔

علاء ابن خلکان نے وفات الاعیان جلد دوم کے صفحہ ۱۳۶ پر اسی طرح لکھا ہے امام ابو
بکر بن خزیمہ جن کی تعریف میں امام تاج الدین بکل طبقات ۲/۱۳۰ میں لکھتے ہیں امام
الائمه المُجتَهِدُ المطلق البحر العجاج، اور شیخ الاسلام امام ذہبی تذکرة الحفاظ
میں تحریر فرماتے ہیں۔

”جب امام خراسان حضرت علی بن موسیٰ الکاظم کے مزار کی زیارت کرتے تو ازاد
خضوع، تو اضع اور تضرع بجالاتے تھے“

حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب جلد ہفتہ ص ۳۸۸ میں لکھتے ہیں۔

”امام حاکم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو بکر محمد بن مولک کو فرماتے سنا ہم امام
اہل حدیث ابو بکر بن خزیمہ اور ان کے ہم پایہ عالم ابو علی ثقفی کے ہمراہ نکلے مشائخ کی
ایک بڑی جماعت بھی ہمارے ہمراہ تھی ہم طوس میں امام رضا کے مزار پر زیارت کے
لئے حاضر ہوئے۔“

قالَ فَرَأَيْتُ مِنْ تَعْظِيمِهِ يَعْنِي پس میں نے اس روضہ کے لئے امام ابو بکر
ابن خزیمہ تیلک الْبُقْعَةِ وَ بن خزیمہ کی ایسی تعظیم تو اضع اور تضرع دیکھی
تواصیِہ لَهَا وَتَضْرِعِہِ عِنْدَهَا مَا جس سے ہم حیران رہ گئے۔
تَحِيرَنَا۔

مشہور محدث ابو حاتم ابن حبان صاحب صحیح، کتاب الثقات میں حضرت امام علی الرضا
بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی میں فرماتے ہیں:

مَا حَلَّتِ لِي شِدَّةٌ فِي وَقْتٍ مَقَامِي اقامت طوس کے دوران جب بھی مجھے کسی
مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تو میں نے امام علی
الرضا کے مزار کی زیارت کر کے اللہ تعالیٰ
سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وہ
 المصیبت اور تختی دور فرمادی۔

(منقول از نسخہ قدیر قمیہ)

بِطُوس وَرُزْتُ قَبَرَ علی بن موسیٰ
الرَّضَا صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَى جَدِّهِ وَ
عَلَيْهِ وَدَعْوَتُ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا تَهَا
عَنِّي إِلَّا سُتْرِجِيبَ لِي وَرَأَتْ عَنِّي
تِلْكَ الشِّدَّةُ۔

خیر القرون سے آج تک کتب اسلامیہ میں اس طرح کی روایات تو اتر کے ساتھ آئی ہیں، کہ علماء و صلحاء اور بزرگان دین نے ہمیشہ مزارات اولیاء و صلحاء اور اہل بیت نبوت سے استمداد کی اور تعظیم کا اظہار کیا اگر ساری روایات کا احاطہ کیا جائے تو علیحدہ کتاب بن جائے گی، صاحب انصاف کے لئے اتنے حوالے ہی کافی ہیں جبکہ بے انصاف کے لئے درایت و روایت کے عظیم و کثیر دفاتر بھی (کم ہیں بلکہ) مگر ابھی میں اضافہ کا سبب نہیں گے اس لیے اب اصل مقصد کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

رجوع الی المطلوب:

منکرین سماع موتی انکار سماع کی بنیاد میں حسب ذیل دلائل پر اٹھاتے ہیں۔

دلیل اول:

قرآن حکیم میں ہے:

أَنَّكُمْ لَا تُسْبِعُ الْمَوْتَىٰ۔ آپ مردود کو نہیں سن سکتے۔

دوسری آیت ہے وَمَا أَنْتَ بِمُسْبِعٍ مِّنْ فِي الْقُبُوْدِ۔ آپ قبر والوں کو نہیں سن سکتے۔

دلیل دوّم:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب قول ہے کہ آپ نے قلیب بدر کے مردود کے سننے سے انکار کیا۔

دلیل سوم:

فَقَهَأَتْ احْتَافَ لَكْحَتَهُ ہیں کہ اگر کوئی آدمی دوسرے آدمی سے قسم کھا کر کہے کہ تجوہ سے کلام نہیں کروں گا۔ پھر مرنے کے بعد اس سے کلام کرے تو حانت نہ ہوگا، کیونکہ مردہ نہیں مرتا۔

جواب: رقم الحروف ان دلائل کے جواب میں کہتا ہے، نہ قرآنی آیات غلط ہیں۔ نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد خلاف حق ہے اور نہ قول فقہاء خلاف واقع ہے، لیکن

خدارا قائمین سماع موتی کا نکتہ نگاہ بھی سن لیجئے، وہ کہتے ہیں ان آیات مبارکہ سے ہرگز سماع کی نفی مستبط نہیں ہوتی کیونکہ قرآن حکیم میں نہیں آیا۔ (إِنَّ الْأَمْوَاتَ لَا يَسْمَعُونَ) مردے نہیں سنتے، کہ اس کو محل استدلال میں پیش کیا جاسکے، یہاں موتی سے مراد مردے نہیں بلکہ بطريق استعارہ کفار ہیں اور کفار سے تکہ کی وجہ عدم اجاہت کے لیعنی کفار کا دعوت حق نہ ماننا ہے، اس سے مطلقاً سماع کی نفی مراد نہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ کفار بہرے اور کانوں سے معدود رہتے تھے، نہ ان کے سنتے کی قوت زائل تھی، اللہ کی قسم وہ پیغام حق سنتے تھے مگر قبول نہیں کرتے تھے، دیکھو کیا کسی صاحب علم نے آیت کریمہ

صُمَّ بِكُمْ عُمَىٰ فَهُمْ لَا يَوْمَنُونَ (بہرے ہیں گوئے ہیں اندھے ہیں اس لیے مانتے نہیں) سے کبھی استنباط کیا ہے کہ کفار جسمانی طور پر گوئے بہرے اور اندھے تھے۔

رقم السطور کہتا ہے کہ لغت عرب میں لفظ سمع (سنا) قبول کرنے کے مفہوم میں بہت استعمال ہوتا ہے، دیکھے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ میں سمع کا معنی صرف سنا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ توہرا ایک کی سنتا ہے خواہ وہ حمد کہے یا نہ کہے، بلکہ اس کا معنی یعنی قبول کرنا ہے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حمد کرنے والے کی حمد قبول کرتا ہے، اسی طرح ہر زبان میں سنا بمعنی قبول کرنا شائع ذائع ہے، جس طرح کوئی نصیحت قبول نہ کرنے والے سے کہتا ہے، میں نے تجویز سے بہت کہا مگر تو نے ایک نہیں سنی، ایک شاعر کہتا:

دوش آں نامہر یاں احوال مایپر سید ورفت صد خن گفتیم واز ما یک خن نشید ورفت
کل اس ظالم نے ہماری احوال پرسی کی پھر چل دیا۔ ہم نے سوباتیں کیں مگر اس نے ایک نہ سنی اور چل دیا، اس کا معنی، نہیں کہ مجبوب بہرہ ہے۔ اس استدلال کے دوسرا وجہ یہ ہے کہ لفظ لا تسمع اور مانست بسمع دونوں باب افعال سے ہیں، جن کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کو سنانہیں سکتے اس سے یہ مراد نہیں کہ مردے خوب سمجھی نہیں سنتے بلکہ خود اللہ تعالیٰ ان کو سنو ان نہیں

چاہتا، مندرجہ ذیل آیت کریمہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتی ہے۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحَبْبْتَ وَلِكَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ. آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ یہدی مَنْ يَشَاءُ۔

دوسرے استدلال کا جواب!

علمائے کرام قول عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جواب اس طرح دیتے ہیں، کہ قرآنی نص یادگیر اصحاب کرام کے مقابلہ میں ایک صحابی کا قول جھٹ نہیں ہو سکتا، حضرت عمر اور دیگر اکابر صحابہ کرام جو کہ بدر کے موقع پر موجود تھے اور ان کی موجودگی ہی میں قلیب بدر کے کافر مقتولوں سے خطاب کیا گیا، اور ان صحابہ کرام نے حضور کے اس ارشاد کرتم ان سے زیادہ نہیں سنتے، کوتلیم کیا، اس طرح قول عائشہ سے اکابر صحابہ کرام کا قول فعل کس طرح لغوف اپر پاسکتا ہے۔

دوسرा جواب: دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کے وصال کے بعد ان سے خطاب کیا جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قول سابق سے رجوع فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں احادیث صحاح میں سامع موئی یعنی مردوں کا سنا ثابت ہے جیسا کہ قصہ بدر میں حضور نے فرمایا تم ان مردوں سے زیادہ نہیں سنتے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے ”مردہ زائرین کے جو توں کی آواز بھی سنتا ہے۔“

ایک اور روایت ہے، مردہ زیارت کرنے والے کا سلام سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے، ”مکرین کے پیشوں ابن تیمیہ ابن قیم ابن عبد الهادی اور قاضی شوکانی وغیرہم ان احادیث کو صحیح قرار دے چکے ہیں، اور سامع موئی کے قائل ہیں، بطور ثبوت صارم منکی اور ابن قیم کی کتاب الروح ملاحظہ فرمائیے۔

مکرین کی حالت عجیب ہے۔ ایک طرف تو اپنے ان بزرگوں کو شیخ الاسلام وغیرہ القاب دیتے ہیں اور ان کے اقوال کو نص قطعی کے برابر سمجھتے ہیں، دوسرا طرف اپنے

مشرب کے خلاف ان کے بعض پچ عقائد کو دانتہ جو کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتے اور کتب احتفاف کی بعض روایات سے استدلال کرتے ہیں، ایسے موقع پر وہ اتر گوا فوپلی بخبر الرسول حدیث رسول کے مقابلہ میں قول امام کوچھوڑ دیکھوں قبل اعتنا نہیں سمجھتے۔

دراصل یہ لوگ احادیث صحاح کی لایعنی تاویلیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے افعال حضور کے اختصاصات تھے، ہم کہتے ہیں کہ اختصاص کا دعویٰ اس صورت میں معقول ہے کہ حضور نے امت کو اس خطاب کا حکم نہ دیا ہو، چونکہ السلام علیکم اہل الدار پوری امت کے لئے عام ہے اس لئے خصوصیت کا دعویٰ قابل ساعت نہیں،
اس موقع پر حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان بچلواری کی ایک تقریر کا ذکر لطف سے خالی نہیں، آپ فرماتے ہیں۔

”تموج ہوائی سے جو آواز کان کے سوراخ کے ذریعے دماغ تک پہنچتی ہے اور اس سے قوت سامع میں حس پیدا ہوتی ہے، اس کو سماع کہا جاتا ہے یہ سماع حقیقتاً مردوں سے ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ موت کے سب عادی حیات فنا ہو جاتی ہے بے شک مردے عادی حیات کے کافوں سے نہیں سنتے اس لئے اُنکا لاتسمع الموتی اپنی جگہ پر بلا تاویل صحیح ہے اسی طرح حضرت عائشہ کا انکار سماع بھی درست ہے اور احکام فقہ اسی پر منطبق ہیں، لیکن ادراک و شعور اور چیز ہے جو روح کا کام ہے چونکہ روح کو فنا نہیں اس لئے اس کا ادراک و شعور بھی باقی رہتا ہے بلکہ حالت حیات ظاہری سے تیزتر ہو جاتا ہے اور مرنے والوں کی روحوں کو ادراک و شعور حاصل رہتا ہے مگر اس ادراک و شعور اور سنتے کا تعلق عادی حیات سے نہیں ہوتا۔ احادیث نبوی میں جہاں کہیں مردوں کے لئے سننا آیا اس سے یہی ادراک و شعور مراد ہے۔ (انتمی)

فہمائے کرام کا سماع موتوی سے انکار بھی عرف عام پر منی ہے اور قسموں میں اعتبار اسی عرف کا ہے اس نفی سماع سے ادراک و شعور کی نفی لازم نہیں آتی۔
اس فرق کو خوب سمجھ لجئے اور انصاف سے کام لجئے۔

تَقْتِيمَهُ مَسْلَهَ اسْتَمْدَاد

شیخ الاسلام علامہ سید احمد بن محمد جمیع حنفی "نحوت القرب" میں فرماتے ہیں:

من نسبَ إلَى الْإِمَامِ أَبِي حَنْفَيَةِ
الْقَوْلُ بِانْقِطَاعِ الْكَرَامَاتِ وَاهِمُ
وَعَنْ طَرِيقِ أَهْلِ الْهُدَى ضَالِّ إِذ
لَمْ يُثْبُتْ فِي شَوْءٍ مِّنْ كُتُبِ
مَذْهَبِ أَبِي حَنْفَيَةَ أَصْوَلَادُ
ثُرُوعًا القَوْلُ بِانْقِطَاعِ الْكَرَامَاتِ
بِالْمَوْتِ بَلْ لَمْ يُثْبُتْ فِي شَوْءٍ
مِّنْ كُتُبِ الْمَذَاهِبِ الْغَلَائِكَةِ (ص ۲۶)

جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف کرامات ختم ہونے کا قول منسوب کرے، وہ وہی ہے اور اہل بدایت کے راستے سے بھٹک گیا ہے کیونکہ مدھب ابوحنیفہ کی اصول و فروع کی کتابوں سے موت کے ساتھ کرامات کے انقطاع کا قول ثابت نہیں بلکہ مدھب ثلاثہ سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں۔

شفاء القائم پھر اسی کتاب نحوت القرب ص ۲۸ پر ہے:

أَوْلَىَّ كَرَامَةَ الْأَنْوَافِ فِي
تَقْرِفِ كَرَنَ اللَّهِ تَعَالَىَ كَإِذْنِ وَارَادَهِ سَيِّدِ
جَنَّهُمْ وَمَمَاتِهِمْ إِنَّمَا هُوَ بِاُنْ
اللَّهِ تَعَالَىَ وَارَادَهِ لَا شَرِيكَ لَهُ فِي
ذِلِّكَ خَلْقًا وَلَا إِيجَانًا وَلَا يَقُصُّدُ
النَّاسُ بِسُوءِهِمْ قَبْلَ الْمَوْتِ وَ
بَغْدَادِ نِسْبَتِهِمْ إِلَى الْخَلْقِ.
وَالْإِنْجَادِ وَالْإِسْتِقْلَالِ بِالْأَفْعَالِ
فَإِنَّ هَذَا لَا يَقُصُّدُهُ مُسْلِمٌ وَلَا
يَخْطُرُ بِبَالِ أَحَدٍ مِّنَ الْعَوَامِ

فَضْلًا عَنْ غَيْرِهِمْ فَصَرُّفْ مرتكب ہوں اس لئے ایسے کلام کو ان معانی
الْكَلَامِ إِلَيْهِ وَمِنْهُ مِنْ بَابِ کی طرف پھیرنا اور عوام کو اس سے منع کرنا
التَّلْبِيسِ فِي الدِّينِ. دین میں تلبیس ہے۔

منکرین استمد اد مجازی اور استعاراتی معنی کو قبول نہیں کرتے اس لئے اگر کوئی کسی فعل
 کی نسبت کسی صالح کی طرف کرتا ہے خواہ بطريق مجاز ہو تو فوراً اس پر شرک و کفر کا حکم رکا
 دیتے ہیں اور قرآنی آیات جو کافروں اور بتوں کے بارے میں آئیں ان کو مسلمانوں پر
 چپاں کرتے ہیں، حالانکہ کفار اپنے معبودوں کو بالاستقلال متصرف جانتے ہیں اور ان کی
 عبادت کرتے ہیں اور اس عبادت کے ذریعے قرب الہی کے متلاشی رہتے ہیں مگر کوئی مسلمان
 اگر چہ عامی ہو، کسی بزرگ کو مستحق عبادت نہیں سمجھتا، نہ اس کو متصرف بالاستقلال جانتا ہے بلکہ
 ارواح صلحاء کو حالت حیات و ممات میں بارگاہ الہی کی طرف و سیلہ قرار دیتا ہے۔

حقیقت و مجاز میں فرق:

اب قرآن حکیم سے حقیقت و مجاز کے درمیان فرق کی وضاحت سنئے بعض اوقات ایک
 فعل کو حقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں پھر اسی فعل کو مجاز ابندوں کی طرف منسوب
 کیا جاتا ہے مثلاً ہر ایک کے علم میں ہے کہ حاکم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مقدمہ ہے جیسا کہ
 ارشادر بانی ہے۔

إِنِّي الْحَكَمُ إِلَّا اللَّهُ
 بیہاں نبی کے بعد اثبات اللہ تعالیٰ کے ساتھ تخصیص حکم کو ظاہر کرتا ہے جبکہ دوسری آیت
 کریمہ میں ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ اے محبوب تیرے پروردگار کی قسم وہ ایماندار
يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بِيَنَهُمْ نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں
 تجھے اپنا حاکم نہیں مان لیتے۔

دوسری مثال: ہر آدمی جانتا ہے کہ جلانا، مارنا حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔
قرآن مجید میں ہے:

هُوَ يُحْيِي وَيُمُيّتُ وَاللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حَيْنَ مَوْتِهَا.
اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور اللہ
تعالیٰ ہی موت کے وقت جانیں نکالتا ہے۔
پھر مجاز اسی فعل کو ملک الموت کے ساتھ منسوب کیا، فرمایا:

**قُلْ يَتَوَفَّ أُكُمْ مَلْكُ الْمَوْتِ الَّذِي كَهْدَوْكِ ملک الموت تمہیں موت دیتا ہے جو
وَكِيلَ بِكُمْ۔**
تم پر اس کام کے لئے مقرر ہے۔

تیسرا مثال: بیاروں کو شفا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ ارشاد ہے۔
وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔ (حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں) جب
میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفادیتا ہوں۔

مگر مجاز اس فعل کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف فرمائی۔
**أُبْرِئُ إِلَّا كَمَةً وَالْأَبْرَصَ وَأَخْيَ میں مادرزاوند ہوں اور کوڑھیوں کو شفاء دیتا
الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ۔**
ہوں اور مردروں کو اللہ کے اذن کے ساتھ
زندہ کرتا ہوں۔

چوتھی مثال:

اولاد کی عنایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے مگر مجاز اس کی نسبت حضرت جبریل
امین کی طرف فرمائی، وہ حضرت مریم کی پاس تشریف لائے تو فرمایا۔
لَا هَبَّ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا۔ میں آیا ہوں تاکہ تجھے ایک سترہ بینا عطا
کروں۔

پانچویں مثال:

حقیقی مولی اللہ پاک ہے، ایک جگہ فرمایا۔

اللَّهُ وَلِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مولی ہے۔

مگر مجاز اولایت و حمایت کی نسبت بندوں کی طرف فرمائی۔

إِنَّمَا وَلِيَّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالذِّينَ آمَنُوا.
بے شک اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور اہل ایمان تمہارے ولی ہیں۔

نیز فرمایا:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے ولی ہیں۔

چھٹی مثال: حقیقی مددگار اللہ تعالیٰ ہے، مجازی طور پر بندوں کو ایک دوسرے کی مددگاری کا حکم دیا فرمایا:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى
نیک اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار بنو

نیک عمل سے استعانت کی نص بھی قرآن مجید میں ہے، فرمایا۔

إِسْتَعِينُوا بِالصَّابِرِ وَالصَّلُوةِ
صبراً و نماز سے استعانت کرو۔

ساتویں مثال:

منکرین لفظ عبد کی غیر کی طرف نسبت سن کر بے محابا شرک کا فتویٰ جاری کر دیتے ہیں، اور عبداً لئی اور عبد الرسول جیسے ناموں سے ان کی جیسوں پر شکنیں پڑ جاتی ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکم میں فرماتا ہے۔

فَأَنْكِحُوا الْأَيَامِي وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَاءَكُمْ.

اس آیت کریمہ میں بصراحت غیر کی طرف نسبت عبدیت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

آٹھویں مثال:

سارے جہاں کا رب اللہ تعالیٰ ہے مگر ذیل کی آیت اور حدیث میں رب کی نسبت غیر کی طرف مجازاً کی گئی۔

فَإِذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ (يُوسُف)
اپنے رب (یعنی باوضاہ) کے سامنے میرا ذکر کرنا

اُفْتَلِدُ الْأَمَةُ رَبَّهَا (الحادیث) (قیامت کی ایک ثانی ہے) کہ لوٹھی اپنی رب (مالکہ) کو حرم دے گی۔

نو ویں مثال:

مستغاث حقیقی اللہ تعالیٰ ہے مگر مجازاً دوسروں سے استغاثہ کرنے کا ذکر قرآن میں ہے۔ فرمایا:

فَاسْتَغْاثَةُ الَّذِي مِنْ شَيْعَتِهِ
عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُّهُ
حدیث شفاعت میں ہے:

فَاسْتَغْاثَوْا بِآدَمَ
انہوں نے آدم علیہ السلام سے استغاثہ کیا۔

حصن حسین میں حدیث حسن ہے:

وَإِنْ أَرَادَ عَوْنَأَ قَلِيقَلْ يَا عِبَادَ اللَّهِ
أَعْيُنُونْ يَا عِبَادَ اللَّهِ أَعْيُنُونْ
اگر مد کا طبلگار ہو تو کہے اے اللہ کے بنو
میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بنو میری مدد کرو۔
اس حدیث میں لفظ یا کے ساتھ بالصراحة عائینہ ندا اور استمد اد ہے۔ امام بخاری
ادب المفرد میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا تو ایک شخص نے ان سے کہا اپنے سب سے پیارے شخص کا ذکر کر و تو انہوں نے پکار کر کہا یا محمد دوسری روایت میں ہے وصال
یا محمدناہ بلند آواز سے پکار کر کہا یا محمدناہ اگر عائینہ ندا جائز ہوتی تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی اس طرح ندانہ کرتے، علاوه ازیں تمام مسلمان زمانہ رسالت سے آج تک بخیگانہ نمازوں میں السلام علیک ایها النبی کے صید خطاں
کے ساتھ السلام پڑھتے رہے ہیں، اور ندائے غیب تمام اہل اسلام کا معمول ہے خود منکرین
بھی التحیات میں انہی الفاظ کو دہراتے ہیں، دوسری طرف اگر کسی کی زبان پر یا رسول اللہ
کے کلمات آئیں تو کفر و شرک کا فتنی لگاتے ہیں۔

كَبَرْتَ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفواهِهِمْ بہت بڑا بول ان کے مونہوں سے نکلتا ہے
إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا اور وہ صاف جھوٹ بولتے ہیں۔

دہابیت کے پیر و تمام امت مرحومہ کو بالعوم اور اہل حریم (نجدی حکومت سے پہلے کے مسلمانوں) کو بالخصوص مشرک جانتے ہیں اور اس بناء پر مسلمانوں کا خون اور مال مبارح قرار دیتے ہیں، وہ حریم شریفین کے مسلمانوں کو شیاطین کے پچاری کہتے ہیں۔ حالانکہ صحیح حدیث ہے کہ حضور نے اہل حریم کے متعلق فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَسِّسَ أَنْ يُعْبَدَ شیطان اس سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ
فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ العرب میں اس کی پرستش کی جائے گی۔

ایک اور حدیث میں آپ نے اہل حجاز کو ایمان کی بشارت دی اور سنگدلی و جفا کاری اہل مشرق یعنی اہل نجد کا شیوه قرار دیا۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

غِلْظُ الْقُلُوبِ وَالْجَفَاءِ فِي الشَّرْقِ سنگ دلی اور جفا کاری مشرق (نجد) میں
وَالْأَيْمَانَ فِي أَهْلِ الْحِجَازِ ہے اور ایمان اہل حجاز کا سرمایہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الہی میں دعا کی:

”اَللَّهُمَّ مَيِّرِيْ قَبْرَكَوْبَتَنَهْ بَنَانَا کَمَا کَمَّ بَنَانَکَ اَسَ کَمَّ پُوْجا شَرُوعَ ہوْجَانَےَ“

نجد ای دعا بارگاہ خداوندی میں مقبول ہے مگر نجد کے او باش حضور انور کے مزار پر انوار کو صنم اکبر کا نام دیتے ہیں اور اس کو منہدم کرنے کے درپے ہیں۔ یہ کس قدر بے ادبی، گستاخی اور حضور کی شدید توہین ہے۔

فائدہ:

مُنْكِرِينَ کی عادت ہے کہ جب ان کی تردید میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے جواب سے عاجز رہتے ہیں تو مطالبه کرتے ہیں کہ سماں موئی، استمداد، عرس مولود شریف اور بوسہ قبر وغیرہ مسائل میں اپنے امام یعنی امام عظیم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول پیش کرو، حالانکہ یہ انتہائی عامیانہ بات ہے کیونکہ مقلدین خوب جانتے ہیں کہ

ہر جزئیہ میں امام کا قول طلب کرنا اصول مذہب کے خلاف ہے فتنی مسائل امداد زمانہ کے باعث روز بروز نو پیدا ہیں، اس لیے ان کا حکم قواعد مذہب کی رو سے واضح کرنا علمائے وقت کا کام ہے، ختنی مذہب صرف حضرت امام عظیم امام ابو یوسف امام محمد اور امام زفر حمیم اللہ کے اقوال کا نام نہیں، جزئیات میں علمائے متاخرین کے مسائل تقدیمات بھی مذہب ختنی میں شامل ہیں، مولانا عبدالحی کتاب سعی مشکور کے صفحہ ۱۲۶ پر لکھتے ہیں:

”فروع و جزئیات میں سے ہر ایک جزئیہ کی تصریح آئندہ سے ضرور نہیں، کیونکہ بحسب اختلاف حادث امت، علوم میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اس لئے جن امور میں آئندہ کی صراحت کے ساتھ مخالفت نہ ہوان کے جواز کا حکم ہے۔
مؤلف کتاب کہتا ہے کہ اجمال و تفصیل کا سلسلہ قطعی دلائل میں موجود ہے۔ دیکھئے
قرآنی اجمال کی تفصیل احادیث میں ہے مثلاً قرآن حکیم کا حکم ہے:
أَقِيمُوا الصَّلَاةَ
نماز قائم کرو۔

احادیث نے اس حکم کی تفصیل کی کہ صح کے فرض دور کعت ظہر کے چار رکعت ہیں، علی
هذا القیاس۔

آپ کریمہ میں ہے:

مَا أَلْكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا جو کچھ رسول تمہیں دین وہ لے لو اور جس سے
نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ منع کریں اس سے باز رہو۔

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فعل نص قطعی کے مترادف ہے پھر بعض احادیث میں اجمال تھا تو اس کی تفصیل صحابہ کرام اور تابعین عظام کے اقوال و افعال نے کی، پھر ذیل کی احادیث کی روشنی میں صحابہ کرام اور تابعین کا قول فعل بھی نص قطعی کی طرح ہو گیا۔ حضور کا ارشاد ہے:

لَا يَلُومُهُ تصریح کل مَنْ مِنَ الضَّرُوعِ وَالْجُزْئیَاتِ عَنِ الْأَنْهَى فَالْعِلُومُ تَتَزايدُ يَوْمًا فَيُوْمًا
بحسب اختلاف حوارث الامة فَتَالَمْ يَظْهُرَ تصریحہم علی خلاف یعنکم بابحوار۔

عَلَيْكُمْ بِسُنْنَتِي وَسُنْنَةِ الْخُلَفَاءِ
الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّينَ مِنْ بَعْدِي۔

تم پر میری سنت اور میرے بعد میرے
ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت
لازم ہے۔

ایک اور ارشاد ہے:

وَاصْحَابِيَ الْنَّجُومَ بِأَيْمَهُمْ
اَقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ

میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم ان
میں سے جس کی بھی بیروتی کرو گے۔ ہدایت
پاجاؤ گے۔

ایک حدیث ہے:

خَيْرُ الْقَرُونِ قَرْنِي لَمَّا الَّذِينَ
يَلُونَهُمْ لَمَّا الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

سب سے اچھا میر ازمانہ ہے پھر اس کے بعد
کے لوگ پھر ان کے متصل لوگ۔

صحابہ و تابعین کے بعد حادث زمانہ کے اختلاف کی بناء پر ان کے اجمالي ارشادات کی
توضیح و تفصیل مذاہب چہار گانہ کے آئمہ نے کی، اور اپنی کتابوں میں ان مذاہب کے اصول
و فروع تحریر کیئے۔

پھر جکم آیت یَعْلَمُهُ الَّذِينَ يَسْتَبْطُونَہ.

اور باجماع امت استنباط و قیاس کا شمار درائل قطعیہ میں ہوا، اس کے بعد آئمہ مذاہب
کے مسائل میں اجمالی تفصیل ہر مذاہب کے علماء نے اپنے اصول مذاہب کی روشنی میں کی
اور بعض جزئیات جو پہلے ذکر نہ ہو سکیں انہیں اپنی معتبر کتابوں میں تحریر کیا، اور ان پر فتویٰ دیا
یونہی بحکم حدیث علماء امتی کا نیباء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء نبیاء بنی اسرائیل کی
مانند ہیں) جس طرح انبیاء نبی اسرائیل اہل شریعت تھے۔ امت محمدیہ کے علماء بھی اہل
استنباط اور اہل فتویٰ قرار پائے، مگر ان علمائے امت سے مراد وہ لوگ ہیں جو پاکیزہ نفس ہیں
اور انبیاء و اصحاب کے وارث ہیں، نہ کہ وہ جو دین فروش اور ہزن ہیں، اس اعتبار سے علماء
کے اقوال بھی جست ہیں، کیونکہ یہ اقوال اہل مذاہب کے مقرر کردہ اصولوں کی فرع ہیں،

اس لئے ہر نے مسئلے میں قول امام کا مطالبہ کرنا عوام کو مخالف طور میں ذاتے کے مترادف ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ هَدَانَا اللَّهُ وَإِيَّاهُمْ سَوَاءَ الصِّوَاطُ

اصل سوم غائبانہ ندا اور سماع موقی

تیرازی اسی مسئلے غائبانہ ندا اور سماع موقی ہے اہل توبہ اور ان کے ہم شرب لفظ یا کے ساتھ ندائے غائب کو شرک اکبر کہتے ہیں، بشرطیکہ اس نیت کے ساتھ ہو کہ منادی حاضر ہے خواہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک ہی کیوں نہ ہو، ان کے امام قاضی شوکانی اپنی کتاب در النضید میں لکھتے ہیں:

تَعْظِيمُ الْقُبُوْدِ وَخُطَابُ الْمُوْتَىٰ قبروں کی تعظیم اور حاجات میں مردوں کو
بِالْحَوَائِجِ كُفْرٌ پکارنا کفر ہے۔

تطهیر الاعقاد میں ہے:

وَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ بِمَخْلُوقٍ مِنْ جو کسی زندہ یا مردہ مخلوق، خواہ فرشتہ ہو یا نبی یا
وَلِيٌّ، کے ساتھ تعظیم و ندا کا ایسا فعل کرے گا،
وَهُشْرُكٌ ہو جائے گا۔ او ولیاً صارَ مُشْرِكًا

منقول از سیف الابرار:

بعض اہل توبہ اس میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ندائے یا رسول اللہ عاشقانہ ہو یا منادی کے سنتے کا اعتقد نہ ہو تو ایسی ندا جائز ہے۔ اگر نیت یہ ہو کہ منادی سن رہا ہے تو یہ کفر ہے۔

مؤلف رسالہ عقا اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ:

اس گروہ سے جو سلف صالحین کے فعل کو شرک اور فاعلین کو شرک کہتے ہیں، سوال ہے کہ تمہارے نزدیک غائب سے کیا مراد ہے؟ آیا اس سے مراد نظر سے غائب ہونا ہے یا وجود سے غائب، یعنی معدوم، کہ حقیقت میں وجود ہی نہ رکھتا ہو، اگر شن اول مراد ہے تو تمہاری ندائے خداوندی بھی اس میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ ذات بھی تو غائب ہے اور بحکم

آیت کریمہ:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (اس جہاں میں مخلوق کی) آنکھیں اس کا ادراک و احاطہ نہیں کر سکتیں۔ بلکہ وہاں کے نزدیک تو بہشت میں بھی اس کا دیدار ممکن نہیں دیکھئے عقیدہ نمبر ۱۳۰ از ثناء اللہ امر تسری بحوالہ سیف الابرار۔

اگر شق دوم مراد ہے یعنی غائب سے مراد معدوم ہے تو ہم کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کی ارواح کب معدوم ہیں؟ ان ارواح کا وجود و تصرف اور شعور و ادراک ہم فریقین کی کتب سے ثابت کر چکے ہیں، تفصیل کے لئے اصل مذکور کی طرف رجوع کیجئے۔

ایک اعتراض:

اگر منکر ہیں کہیں کہ ہم مانتے ہیں کہ ارواح زندہ ہیں اور شعور و ادراک بھی رکھتی ہیں مگر ان میں تصرف کی طاقت نہیں، تو ہم اس کے جواب میں ذیل کی آیت کریمہ پیش گے، وال مدبرات امرا۔ قسم ہے ان ہستیوں کی جو تدبیر امر کرتی ہیں، مفسرین مثلاً امام بیضاوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

كَالْمَلَائِكَةِ وَأَرْوَاحِ الْمُلْحَانِ
جیسے فرشتے ہیں اور صلحاء کی ارواح

پس ارواح کے لئے تدبیر امر قرآن حکیم سے ثابت ہے اور تدبیر عین تصرف ہے دوسری بات یہ ہے کہ ارواح مجردات کی قبل سے ہیں، عالم میں ان کا تصرف اللہ تعالیٰ کے امر اور اذن سے ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں باذن الہی فرشتوں کا تصرف مثلاً فنا کرنا، پیدا کرنا زندہ کرنا اور مارنا وغیرہ جامباً مذکور و مسطور ہے بلکہ ان سے فروت مخلوق جنوں اور شیطانوں کا دنیا میں تصرف ثابت ہے ذرا بہتر انصاف دیکھو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں جنات کی مشقت امیر خدمات کس حد تک قوی اور پراثر ہیں، آیت کریمہ کے الفاظ میں: يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَعَارِيْبِ وَتَمَاثِيلَ وَجَفَانٍ كَابْلَجَوَابَ وَ قُدُّورِ رَاسِيَاتِ۔

دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا وجود نظر سے غائب ہے مگر ان کی قوت

محسوسات سے زیادہ ہے مثلاً ہوا کا وجود نظر سے غائب ہے مگر اس کی لہروں سے پہاڑوں کی چوٹیاں اور فلک بوس عمارتیں پیوند زمین ہو جاتی ہیں۔ بڑے بڑے درخت گر جاتے ہیں، اور قوم عاد کی طرح خنث جان انسان تنکوں کی طرح اڑنے لگتے ہیں، نظر، حرارہ اور جفر وغیرہ کا اثر کیسا عجیب تصرف رکھتا ہے، اگرچہ اس اثر کی موجود قدر علمی کی قدرت ہے۔ اور ظاہری طور پر یہ افعال اسباب کی طرف منسوب ہوتے ہیں، مگر ان ان تصرفات کو مانتے ہیں تو ارواح کا تصرف کیوں نہیں تسلیم کرتے، اگر وہ تصریفات اذن الٰہی سے ہیں تو یہ بھی اذن الٰہی سے ہیں، اس لئے ان کا انکار قرآن حکیم سے مقابلہ و مصادمہ ہے۔

اگر کہیں کہ ان چیزوں کے تصرفات و اثرات قرآن حکیم سے ثابت ہیں جبکہ ارواح کے تصرفات ثابت نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تم آیت فال مدبرات اُمراً کو کیوں فراموش کر چکے ہو؟

ایک دلچسپ مناظرہ:

یہاں ایک غیر مقلد عالم اور مقلد عالمی کے درمیان ہونے والے مناظرے کا ذکر لطف سے خالی نہیں، ایک شخص ملا ابراہیم بلوجی نے موافق کو بتایا کہ پنجاب کا ایک مولوی کو شہ بلوچستان آیا اس نے ایک مسجد میں وعظ و تقریر کا سلسلہ قائم کیا، مجلس میں سامعین کا انبوہ کشیر ہوتا تھا میں بھی شامل ہو گیا، مولوی صاحب نے ایک وعظ میں یہاں تک کہہ دیا کہ جو مر جائے نبی ہو یا ولی، مر نے کے بعد اس کا نفع و ضر کسی کو نہیں پہنچتا کیونکہ وہ مٹی ہو جاتا ہے اور مٹی سے نفع و ضر متصور نہیں، میں نے عرض کیا مولوی صاحب! حیات ظاہری میں انبیاء کرام مجرمات سے مشرف تھے یا نہیں؟ اس نے کہا ہاں تھے۔ میں نے کہا اولیائے کرام کے لئے حالت حیات میں کرامات تھیں یا نہ تھیں؟ کہنے لگے تھیں میں نے پوچھا وہ مجرمات و کرامات کہاں گئے؟ بولے، مسلوب ہو گئے، میں نے عرض کیا مولوی صاحب! لوگوں کے تین طبقے ہیں، انبیاء کرام اولیائے کرام اور عوام مومنین، آپ کے نزدیک موت مجرمات انبیاء اور کرامات اولیاء کی سالب ہے، تو عوام مومنین کے پاس سوائے ایمان کے کیا ہے؟

آپ کے اصول کے مطابق تو ان کا ایمان بھی سلب ہو چکا، جب انہیاً نے کرام اور اولیائے نظام نعمت سے مسلوب ہوئے تو عوام اس نعمت سے کیوں محروم نہ ہوئے؟ اس پر مولوی صاحب کا ناطقہ بند ہو گیا اور اپنے گروہ کو اشارہ کیا اس کو مجلس سے نکال دو اس نے میری طبیعت خراب کر دی ہے آئندی۔

اس قصہ کو فقیر نے اپنے رسالہ تہلیلیہ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے، ہو سکتا ہے بعض الفاظ میں فرق ہو لیکن مضمون و مفہوم ایک ہے، چونکہ نداء غائب کے دلائل اور سلف صالح کی روایات زیادہ تر وہی ہیں جو اصل دو میں مگر رجھی ہیں اس لئے ان کی تکرار بلا وجہ موجب طوالت ہو گی حدیث ضریر، حدیث یا عباد اللہ اعین فی، حدیث زیارت القبور اور اثر عثمان بن حنیف اس باب سوم کی اساس ہیں جو پوری تفصیل کے ساتھ نقل ہو چکی ہیں۔

اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات جو زیارت القبور خصوصاً حاضری قبر مطہر مکرم فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم، زائرین سے آگاہی اور رد سلام میں وارد ہوئے امام خاتمة المحمدین احمد بن حمیر کی کتاب جو ہر منظم فی زیارت قبر النبی المکرم اور شیخ اجل امام اکمل جلال الدین سیوطی کی کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور سے منقول ہیں، اس سلسلہ میں جو احادیث اور اقوال سلف ذکر ہوں گے وہ برادران اہل اسلام اہل تقلید کی زیادتی ایمان کے لئے ہیں، غیر مقلدین ان احادیث کو ضعیف یا موضوع کہہ دیں گے اور مشائخ و علمائے امت کے اقوال تو ان پر جھٹ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ مقلدین پر کفر و شرک کا حکم لگاتے ہیں دیکھئے کتاب تحقیق الكلام تصنیف غلام علی قصوری، ظفر مبین اور اعتضام بالسنۃ ص ۳۲، ان کے نزدیک مذاہب چہار گانہ کے پیرو اور سلاسل چہار گانہ کے منتس拜ین کافرو شرک اور بدعتی ہیں، اخبار الحدیث لوامع الانوار اور معیار التقلید میں بدائع الزماں لکھتا ہے۔ تقلید شخصی شرک بدعت ہے اور گوہرنے بدتر ہے۔

فائدہ مہمہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا حصر صحاح است، مندا امام احمد اور موطا امام مالک

میں نہیں، کتب احادیث کے مصنفین شکر اللہ تعالیٰ عیاهم ان احادیث کو اپنی کتابوں میں سند اور رواۃ سند کی مقررہ شروط کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اگر احادیث ان شروط پر پوری ن اتریں تو ان کی روایت نہیں کرتے، جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح جو کہ کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب ہے، کوئی لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے۔ یہی حال ہے دیگر مصنفین کا، اس سے معلوم ہوا کہ ان مشہور و متبادل کتابوں کی احادیث صحیح ہیں، اور ان میں شذوذ کے علاوہ کوئی حدیث ضعیف یا موضوع عنیہیں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان احادیث کے علاوہ دنیا میں صحیح احادیث کا وجہ نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام تبلیغ پر فائز تھے، اور روزانہ ہزار ہائی کلمات طیبات آپ سے صادر ہوتے تھے، پس جس راوی کو حدیث صحیح سند کے ساتھ ملی تو اس نے لے لی، یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اصحاب مذاہب چہار گانہ کا زمانہ مشہور مصنفین کتب حدیث سے پہلے کا ہے اس لئے جو حدیث مثلاً امام بخاری کو صحیح سند کے ساتھ نہ پہنچی انہوں نے اپنی کتاب میں ذکر نہ کی، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ضعیف ہو کیونکہ امام کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے اور اس سلسلہ سند کے واسطے کم تھے، اس کے ساتھ ساتھ روایت کرنے والوں میں صلاح و تقویٰ کا غالب تھا، اور کذب و افتراء بہت نادر تھا۔ اس لئے ائمہ مذاہب نے اپنے مذاہب کی بنیاد ان احادیث پر رکھی، جو ان کے نزدیک صحیح تھیں، صحاح ستہ کے مصنفین کو اگر وہ حدیث ضعیف سند کے ساتھ پہنچی اور انہوں نے اپنی کتب میں اسے ذکر کرنے سے اجتناب کیا، تو ائمہ مذاہب کے مقام و مرتبہ میں اس سے کیا کی اور بقاحت آتی ہے؟ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس مضمون کو فتح المنان فی اثبات مذهب العمان میں بہت شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا ہے، جس شخص کو ضرورت ہوا س کتاب کا مطالعہ کرے۔

النصاف یہ ہے کہ صحاح ستہ کے مصنفین تمام اقسام کی احادیث جمع کرنے والے ہیں جبکہ ائمہ مجتہدین ان احادیث کی چھان پھٹک کرنے والے ہیں، اصحاب صحاح کی مثال پیساریوں کی ہے، جو قسم قسم کے مفردات جمع کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین اطباء اور حکماء کی

مانند ہیں، جو ان مفرد دواؤں کے خواص پیچان کر ہر مریض کے مناسب حال دوائے تجویز کرتے ہیں جو باعث شفابنی ہے۔

رجوع الی المطلب:

امام ابن حجر عسکری رحمۃ اللہ علیہ جو ہر منظم کی دسویں فصل میں فرماتے ہیں:

يَنْبَغِي لَهُ أَيْضًا أَنْ يَسْتَحْضِرَ مَا قَدِمَنَاهُ فِي الْفَصْلِ الثَّانِي مِنْ حَيْوَتِهِ الْمَكْرَمَةِ فِي كُبْرَةِ الْمَكْرَمِ وَأَنَّهُ يَعْلَمُ بِرَايَتِهِ عَلَى اخْتِلَافِ وَرَجَاتِهِمْ وَأَحْوَالِهِمْ وَقُلُوبِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ وَأَنَّهُ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمَدِّدُ كُلَّاً مِنْهُمْ لِمَا يَنْسَبُ مَا هُوَ عَلَيْهِ وَأَنَّهُ خَلِيلُهُ اللَّهِ الَّذِي جَعَلَ خَرَائِنَ كَرِمَهُ وَمَوَائِدَ نَعْمَيْ طَوْعَ يَدِيهِ وَ تَحْتَ إِرَادَتِهِ يُعْطِي مِنْهَا مَنْ يَشَاءُ وَيَمْنَعُ مَنْ يَشَاءُ وَأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ أَحَدًا أَنْ يَصِلَ إِلَى الْحَضْرَةِ الْعُلَيَّةِ مِنْ غَيْرِ طَرِيقَهِ وَأَنَّ مَنْ سَوَّلَتْ لَهُ نَفْسُهُ الْلَّعْنِيَّةُ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ كَانَ سَبَبًا لِحُوْمَانِهِ وَقَبِيحِ قِطْيَعَتِهِ وَخُسْرَانِهِ وَمِنْ ثُمَّ رَأَهُ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ

زائر کو چاہئے کہ اس بات کو پیش نظر رکھ کر حضور وضد اطہر میں زندہ ہیں اپنے زائرین کو ان کے درجات احوال قلوب اور اعمال کے تفاوت و اختلاف کے ساتھ جانتے ہیں اور سب کو ان کی الہیت و صلاحیت کے مطابق امداد دیتے ہیں، اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمت کے دستخوان آپ کے دست مبارک میں دے کر زیر ارادہ و اختیار کر دیئے ہیں، آپ اس میں سے جس کو چاہیں عطا کریں اور جس سے چاہیں روک لیں، کسی کے لئے ممکن نہیں کہ آپ کے توسط کے بغیر بارگاہ ربویت تک رسائی پائے۔ اور جسے اس کا لاغتی نفس فریب دے وہ اس کے سبب حرام نصیب بد بخت اور ابدی گھاٹے کا مالک بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ کسی صالح نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، عرض

کیا یا رسول اللہ! آپ ابن سینا کے متعلق کیا اشاد فرماتے ہیں؟ فرمایا اس نے میرے وسیلہ کے بغیر بارگاہ رو بیت تک پہنچنا چاہا تو میں نے اس کا راستہ قطع کر دیا، اس بات کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ الٰہ تحقیق اس کے کفر اور داعی شفاقت کے قائل ہیں۔

الصالِحُينَ فِي النَّوْمِ فَقَالَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَقُولُ فِي ابْنِ سُينَا قَالَ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ رَجُلٌ أَرَادَ أَنْ يَصِلَ إِلَى اللَّهِ مِنْ غَيْرِ طَرِيقٍ فَقَطَعْتُهُ وَيَشَهَدُ لِذَلِكَ أَنَّ مُحَقِّقِينَ عَلَى كُفْرِهِ وَذَوَامِ شِقَاوَتِهِ أَنْتُهُ.

جو ہر منظم ہی کی دوسری فصل میں ہے:

إِعْلَمُ أَنَّهُ مَرَأَتْ أَحَادِيثَ كَثِيرَةً صِحِّيَّةً وَغَيْرُهَا مُتَضَمِّنَةً بِفَضَائِلِ عَظِيمَةٍ تُحَصَّلُ لِزَائِرِ فَلَابَاسِ بِسَرْدَهَا هُنَّا لِتُسْتَخَضَرُ فَوَالِدَهَا وَتُرْجَلِي عَوَالِدَهَا وَهِيَ قَوْلَةٌ صَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَادَ قَبْرِي وَ جَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي أَنَّهَا ثَابِتَةٌ لَهُ يَا لَوْعَدَ الصَّادِقِ لَا بُدَّ مِنْهَا.

بہت سی صحیح وغیر صحیح احادیث گزر چکی ہیں جو زائر کو حاصل ہونے والے عظیم فضائل کو مختص ہیں اس لئے ان کے بیان کرنے میں حرج نہیں، تاکہ ان کے فوائد ہن میں تازہ رہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی مراد یہ ہے کہ یہ شفاعت پچے وعدے کے ساتھ اس کے لئے ثابت ہو گئی۔

اس ارشاد سے زائر کے لئے اور دوسروں کے لئے عموم شفاعت کا فائدہ حاصل ہوا، زائر اپنے عظیم عمل کی متناسب سے حضور کی شفاعت کے ساتھ مزید فضیلتوں سے بھی بہرہ مند ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

- ۱۔ نعمتوں کی زیادتی۔
- ۲۔ روز قیامت کی ہولناکیوں میں کمی۔

- ۳۔ زائر کا شماران لوگوں میں ہوتا جو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔
- ۴۔ جنت میں اس کے درجات بلند ہوں گے۔
- ۵۔ اسے مشاہدہ حق کی سعادت حاصل ہوگی۔
- ۶۔ ان کے علاوہ اور بھی نعمتیں حاصل ہوں گی جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں نہ کسی کا نے نہیں، نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزرا۔

یہ فضیلیتیں اس صورت میں حاصل ہوں گی جب وہ شفاعت کا خصوصی مستحق ہو گا اور دوسرے ان سے محروم ہوں، یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ زائر شرف شفاعت میں دوسروں سے منفرد ہو، اور یہ انفرادیت زیارت کی وجہ سے مزید شرف و تقویت کے لیے ہو، یہ مراد بھی ہو سکتی ہے۔ کہ وہ زیارت کی برکت سے ان لوگوں میں ضرور داخل ہو گا، جو شفاعت کی دولت حاصل کریں گے، اس لحاظ سے زائر کے حالت اسلام پر مرنے کی بشارت ہے جو اپنے عموم پر رہے گی اور اسلام پر مرنے کی شرط سے مقید نہ ہو گی، اگر یہ مفہوم نہ ہو تو ذکر زیارت کا کوئی مفہوم نہیں رہتا، کیونکہ اسلام بذات خود اس شفاعت کے حصول کے لئے کافی ہے بخلاف ان دو صورتوں کے۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شفاعت کی اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ یہ شفاعت عظیم حلیل ہے۔ جو شفاعت کرنے والے کی عظمت شان سے عظیم ہوتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ حضور سے زیادہ کوئی عظیم نہیں اس لیے آپ کی شفاعت سے بڑھ کر کسی کی شفاعت نہیں۔

حدیث شریف:

مَنْ زَارَبِيْ بَعْدَ مَوْتِي فَكَانَ مَا زَارَنِيْ فِي حَيَاةِيْ

جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی گواہی میں میری زیارت کی۔

ایک اور ارشاد ہے:

مَنْ جَاءَنِي زَالِرًا لَا تَعْمِلُه حَاجَةً إِلَى زِيَارَتِيْ كَانَ حَقًّا أَعَلَى أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

جو صرف میری زیارت کے لئے آئے اور دوسری کوئی غرض نہ ہو تو یہ میرے ذمہ کرم پر ہے کہ روز قیامت اس کے شفاعت کروں گا۔

اس حدیث کا مفہوم فصل اول میں گزر چکا اور عقریب سلوہوں فصل کے نویں فائدے میں بھی آرہا ہے جس کا اس کے ساتھ بہت تعلق ہے لہذا اس کی طرف مراجعت کرو یہ اہم ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ بہت بڑا ثواب اور عظیم کامیابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلیفہ شفاعت کا فیضان ہے۔ جس کا حقدار وہی ہو سکتا ہے جو کامل اخلاق کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو اور اس کے پیش نظر کوئی اور غرض، جو اس کے منافی ہو، نہ ہو۔

حضور کا ایک اور ارشاد پاک ہے:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيَ بَعْدَ وَفَاتِي جس نے حج کیا پھر میرے وصال کے بعد
میری قبر کی زیارت کے لئے آیا تو گویا اس
نے زندگی میں میری زیارت کی۔
كَانَ كَمَنْ دَارَنِي فِي حَيَاةِي.

ایک حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِيَ بَعْدَ مَوْتِي كَانَ جس نے حج کیا پھر میری موت کے بعد میری
كَمَنْ دَارَنِي فِي حَيَاةِي وَصُحْبَتِي. قبر کی زیارت کیلئے آیا گویا اس نے میری
زندگی اور صحبت میں میری زیارت کی۔

اس مضمون کی حسب ذیل احادیث ملاحظہ کیجئے:

مَنْ حَجَّ فَزَارَنِي فِي مَسْجِدِي جس نے حج کے بعد اس مسجد میں میری زیارت
کی اس نے گویا مجھے میری زندگی میں دیکھ لیا،
كُنْثَلَةَ شَفِيعًا وَشَهِيدًا. جس نے مدینہ منورہ میں آ کر میری زیارت کی
روز قیامت میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔

مَنْ دَارَ قَبْرِيُ أَذْقَالَ مَنْ دَارَنِي جس نے میری قبر کی زیارت کی یا میری
زیارت کے لئے آیا میں اس کا شفیع یا شہید
ہوں گا یا جو مکہ شریف یا مدینہ شریف کے حرم
كُنْثَلَةَ شَفِيعًا وَشَهِيدًا أَوْ میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت اہل
مَنْ مَاتَ فِي إِحْدَى الْحَرَمَيْنِ بعثۃ اللہ عز و جل فی الامینین

یومِ القيمة.

مَنْ زَارَنِي مُتَعَمِّدًا لَهُ بِأَنَّ لَمْ
يَقْصُدْ عَيْرَ زِيَارَتِي كَمَا مَرَفِي
معنِي خَيْرٌ مَنْ جَاءَ نِي زَائِرًا لَا
تَعْمَلُهُ حَاجَةً إِلَّا زِيَارَتِي
الْحَدِيثُ كَانَ فِي جَوَارِي يَوْمَ
الِّقِيمَةِ.

جس نے مدینہ شریف میں سکونت اختیار کی اور اس کی مصیبتوں پر صبر کیا، قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی ہوں گا۔

مَنْ سَكَنَ الْمَدِينَةَ وَصَبَرَ عَلَى
بَلَانِهَا كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا وَشَفِيعًا
يَوْمَ الْقِيمَةِ

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری ظاہری حیات میں زیارت کی اور جو کسی حرم میں مرے گا۔ روز قیامت آمنین میں اٹھے گا۔

مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَانَ مَا زَارَنِي
فِي حَيَاةٍ وَمَنْ مَاتَ بِاحْدَى
الْحَرَمَيْنِ بَعْثَ مِنَ الْأَمْنِينِ
يَوْمَ الْقِيمَةِ

جس نے اسلامی حج کیا پھر میرے روضہ اطہر کی زیارت کی اور کسی غزوہ میں شمولیت کی اور بیت المقدس میں نماز پڑھی اللہ تعالیٰ اس سے اس کے فرائض کے متعلق سوال نہ کرے گا۔

مَنْ حَجَ حَجَةَ إِلْسَلَامِ فَرَأَ
قَبْرِي وَغَرَّاً غَزُوةً وَصَلَّى فِي بَيْتِ
الْمُقَدَّسِ لَمْ يَسْأَلِهِ اللَّهُ تَعَالَى
فِيمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِ

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی میں روز قیامت اس کا گواہ اور سفارشی ہوں گا۔

مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَانَ مَا زَارَنِي
وَآتَاهَى وَمَنْ زَارَنِي كُنْتُ لَهُ
شَهِيدًا وَشَفِيعًا يَوْمَ الْقِيمَةِ

جودوںوں حرمون میں سے کسی ایک میں فوت ہو گیا۔ قیامت کے روز امن کے ساتھ اٹھے گا جس نے قصداً میری زیارت کے لئے مدینہ شریف کا سفر کیا روز قیامت میری پناہ میں ہو گا۔

جس نے حالت وصال میں میری زیارت کی گویا اس نے زندگی میں مجھ سے ملاقات کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے زندگی میں زیارت کی اور جس نے سفر زیارت کیا بہاں تک کہ قبر انور پر آیا تو روز قیامت میں اس کا گواہ یا سفارشی ہوں گا۔

جس نے مکہ شریف آ کر حج کیا پھر مسجد نبوی میں میرا قصد کیا تو اس کے لیے دو مقبول حجوم کا ثواب ہے۔

جس نے میری قبر انور کی زیارت کی گویا اس نے زندگی میں مجھ سے ملاقات کی۔ اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر زیادتی کی۔

مَنْ مَاتَ أَحَدَى الْحَرَمِينَ بَعْثَةً
مِنَ الْأَمْنِينَ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ وَمَنْ زَارَنِي مَحْتَسِبًا إِلَى
الْمَدِينَةِ كَانَ فِي جَوَارِيْ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ.

مَنْ زَارَنِي مَيْتًا فَكَانَمَا زَارَنِي حَيَا
وَمَنْ زَادَ قَبْرِي وَجَبَّتْ لَهُ
شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَا مِنْ
أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِي لَهُ سَعَةً ثُمَّ لَمْ
يَزُرْنِي فَلَيَسْ لَهُ عَذْرٌ.

مَنْ ذَارَنِي فِي مَمَاتِي كَانَ كَمَنْ
ذَارَنِي فِي حَيَاةِي وَمَنْ ذَارَنِي حَتَّى
يَنْتَهِي إِلَى قَبْرِي كُنْتُ لَهُ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ شَهِيدًا وَقَالَ شَفِيعًا.

مَنْ حَجَّ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِي فِي
مَسْجِدِي كَتَبَتْ لَهُ حَجَّتَانِ
مَبْرُورَتَانِ.

مَنْ زَادَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَانَمَا
ذَارَنِي فِي حَيَاةِي وَمَنْ لَمْ
يَزُرْ قَبْرِي فَقَدْ جَفَانِي.

مَنْ آتَى الْمَدِينَةَ زائراً إِلَيَّ وَجَبَتْ
لَهُ شَفَاعَاتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ
مَاتَ فِي إِحْدَى الْحَرَمَيْنِ بُعْثَ
اَمِنًا.

جو میری زیارت کے لئے مدینہ منورہ آیا۔
اس کے لئے روز قیامت میری شفاعت
واجب ہو گئی اور جو کسی حرم میں فوت ہوا وہ
حال امن میں انھایا جائے گا۔

جو ہر منظم سے منقول حصہ ختم ہوا۔

مؤلف رسالہ عفاف اللہ عنہ کہتا ہے:

حضرت شیخ ابن حجر رحمہ اللہ کا ایک جیسے الفاظ و معانی والی کئی روایات کا نقل کرنا شاید
اس لئے ہے کہ ان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدسہ کی تائید و تاکید ہے کیونکہ
احادیث ایک دوسرے کو موکد کرتی ہیں۔

اب کچھ احادیث نبویہ اور اقوال سلف صالح حضرت شیخ امام جلال الدین سیوطی کی
زبان سے بھی ساماعت فرمائیے، حضرت شیخ سیوطی، اپنی کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی و
القبور میں لکھتے ہیں۔

بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُوْدِ وَ عِلْمِ الْمَوْتِي
قبروں کی زیارت، مردوں کا اپنے زائرین
سے آگاہ ہونے اور انہیں دیکھنے کا باب۔

يَرْزُقُهُمْ رُؤيَتُهُمْ لَهُمْ
ما مِنْ رَجُلٍ يَرْزُوْدُ قَبْرَ أَخِيهِ وَ
يَجْلِسُ عَلَيْهِ الْأَسْتَانَسَ وَرَدَّ
حَتَّى يَقُوْمَ.

جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی قبر پر جا کر
بیٹھتا ہے تو وہ (مردہ) اس سے انس حاصل
کرتا ہے اور اس کی باتوں کا جواب دیتا ہے
یہاں تک کہ یہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

۲۔ ابن ابی الدنيا نیز یہی شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرٍ يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ
جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا
میں شناس تھا اور اسے سلام کرتا ہے تو میت

وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرٍ لَا يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ
عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

اسے جواب دیتا اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہیں۔ اور سلام کرتا ہے تو میت اسے جواب دیتا ہے۔

امام ابن عبد البر الاستاذ کار و الحمید میں حضرت ابن عباس عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَأْمِنْ أَحَدٍ يَمْرَبِقُبْرًا خِينِيَّهُ
الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا
قَيْسَلَمُ عَلَيْهِ الْأَعْرَفَةُ وَرَدُّ
عَلَيْهِ السَّلَامُ.

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گیا جو اسے دنیا میں پہچانتا تھا اور سلام کیا تو وہ اسے قبر میں بھی پہچان لیتا ہے اور اس سلام کا جواب دیتا ہے۔

امام ابو محمد عبد الحق اس حدیث کی صحیح کرتے ہیں۔

۳۔ ابن ابی الدنيا کتاب القبور میں اور صابونی مائین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَأْمِنْ عَبْدِيَمْرَأَعْلَى قَبْرَ رَجُلٍ
يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا قَيْسَلَمُ عَلَيْهِ
الْأَعْرَفَةُ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

جب کوئی آدمی کسی ایسے آدمی کی قبر پر گیا ہے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر سلام دیا تو وہ سابقہ جان پہچان کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۵۔ عقیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت ابو رزین نے عرض کیا یا رسول اللہ قال ابو رَزِّيْنَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ
 میرا لاختہ قبروں پر ہے کیا کوئی کلام ایسا ہے طَرِيقَى عَلَى الْمَوْتَى فَهَلْ مِنْ كَامَرٍ
 کہ میں جب گزروں تو قبر والوں سے کہا کَتَلَمْ بِهِ إِذَا مَرَّتْ قَالَ قُلْ
 کروں، فرمایا ہاں اس طرح اے اہل قبور الْسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ

الْقُبُودِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ
 وَالْمُؤْمِنِينَ أَنْتُمْ كَنَا سَلَفٌ وَ
 نَحْنُ لَكُمْ تَبِعُ وَإِنَّا إِنْشَاءَ اللَّهُ
 بِكُمْ لَأَحِقُّونَ فَقَالَ أَبُو رَزِينُ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ يَسْمَعُونَ قَالَ
 يَسْمَعُونَ وَلَا يَسْتَطِيْعُونَ أَنْ
 يُجِيْبُوا قَالَ يَا أَبَا رَزِينَ أَلَا تَرَضِي
 أَنْ يَرُدَّ عَلَيْكَ بعْدَهُمْ مِنَ
 الْمَلَائِكَةِ وَمَعْنَى لَا يَسْتَطِيْعُونَ
 أَنْ يُجِيْبُوا أَيْ جَوَابًا يَسْمَعُهُ
 الْجَنُّ وَالْأَنْسُ وَالْأَلَّافُ هُمْ يَرِدُونَ
 حَيْثُ لَا يُسْمَعُ.

جِنْ کا تعلق اہل اسلام سے ہے تم پر سلام، تم
 ہمارے آگے اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم ان
 شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں، ابو
 روزین نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ سنتے
 ہیں؟ فرمایا ہاں سنتے ہیں مگر وہ جواب نہیں
 دے سکتے، پھر فرمایا اے ابارزین کیا تم کو
 پسند نہیں کہ وہ تم کو فرشتوں کی تعداد کے برابر
 جواب دیں، امام سیوطی فرماتے ہیں۔ وہ
 جواب نہیں دے سکتے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ
 ایسا جواب نہیں دے سکتے جو جنوں اور
 انسانوں کو سنائی دے ورنہ وہ جواب دیتے
 ہیں جو سننے میں نہیں آتا۔

۶۔ امام احمد اور امام حاکم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:
 کُنْتَ أَذْخُلُ الْبَيْتَ فَأَصْبَعْ ثُوبِيَ وَ
 أَقُولُ إِنَّمَا هُوَ أَبِي وَرَوْجَى فَلَمَّا
 دُفِنَ عَمْرُ مَعَهُمْ مَا دَخَلْتُ الْأَدَوَ
 أَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَى ثِيَابِي حِيَاءً مِنْ
 عَمَرَ۔

میں اپنے مجرے میں داخل ہوتی تو اپنی
 چادر اتار دیتی اور کہتی اہل مزار ایک میرے
 شوہر ہیں اور دوسرا میرے باپ ہیں پھر
 جب عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو ان کی
 حیاء کی وجہ سے کپڑے اچھی طرح سنوار کر
 داخل ہوتی۔

۷۔ طبرانی اوسط میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 احمد سے لوٹتے وقت حضرت مصعب بن عمير رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے
 مزارات پر ٹھہرے، صحابہ کرام بھی ساتھ تھے، آپ نے فرمایا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اپنے پروردگار کے
ہاں زندہ ہو پھر فرمایا ان کی زیارت کرو اور
انہیں سلام کوہ، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس
کے ہاتھ میں میری جان ہے، قیامت تک جو
ان پر سلام کرے گا، وہ اس کا جواب دیں۔

۷۔ اربعین طائیہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ میت کو اس شخص سے
زیادہ انس ہوتا ہے جو دنیا میں اس کا بہترین دوست ہوتا ہے۔

۸۔ اب اب ایں اور نبھتی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع سے روایت ہے وہ
ہیں، مجھے حدیث پہنچی ہے کہ:

أَنَّ الْمَوْتَىٰ يَعْلَمُونَ بِزِدَادِهِمْ يَوْمَ الْجَمْعَةِ وَيَوْمًا قَبْلَهُ وَيَوْمًا بَعْدَهُ۔
کہ مردے زائرین کو جمعہ کے دن اور ایک
دن اس سے پہلے اور ایک دن بعد بخوبی
پہچانتے ہیں۔

۹۔ اب اب ایں اور نبھتی ہی خماک سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا:
مَنْ زَادَ قَبْرًا يَوْمَ السَّبْتِ قَبْلَ
جس نے ہفت کے دن کسی قبر کی زیارت کی تو
میت اس کی زیارت سے آ گا ہو گا پوچھا
گیا، کیسے؟ کہا جمع کی (قربت) وجہ سے
بزیارتہ قیل لَهُ وَكِيفَ ذَلِكَ، قال
لکان یوم الجمعة.
امام سکی فرماتے ہیں:

قبر میں روح کا جد کی طرف لوٹنا صحیح روایت سے ثابت ہے اور یہ سب مردوں کے
لئے ہے پھر شہداء کا تو کیا کہنا۔ اصل بحث تو ان ارواح کی جسموں میں باقی رہنے کی ہے،
نیز جسم ان ارواح کے ساتھ دنیاوی زندگی کی طرح ہو جاتے ہیں یا زندگی کی کوئی اور شکل
اختیار کرتے ہیں؟ کیونکہ زندگی کے لئے روح کا ہونا ایک عادی امر ہے، عقلی نہیں، پھر اگر

اس بات پر کوئی دلیل قائم کی جائے کہ جسم کو دنیاوی زندگی کی مانند زندگی مل جاتی ہے جو عقل اجازت ہے تو اس کو ماننا پڑے گا چنانچہ علماء کی ایک جماعت نے اسے ذکر کیا ہے۔ موئی علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا اس پر دلیل ہے کیونکہ نماز کا پڑھنا ایک زندہ جسم کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح انبیاء کے کرام علیہم السلام کے متعلق شبِ معراج جن صفات کا ذکر ہوا وہ سب زندوں کی سی صفات ہیں، لیکن اس حقیقی جسمانی زندگی سے لازم نہیں آتا کہ ان کے لئے جسمانی ضروریات مثلاً کھانا پینا اور دیگر معاملات ثابت ہوں بلکہ ان کے احکام بدل جاتے ہیں، جہاں تک ان کے ادراک و سماع کا معاملہ ہے تو بلاشبہ یہ ان کے لئے اور سب مردوں کے لئے ثابت ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں، حیات شہداء کے معاملہ میں اختلاف ہے کیا یہ روح کے لئے ہے یا روح و جسد دونوں کے لیے، دونوں اقوال کی روشنی میں ان پر گلننا اور سڑنا نہیں آتا۔

امام تیہقی "كتاب الاعقاد" میں فرماتے ہیں۔

وصال کے بعد انبیاء کے کرام کی ارواح ان کے جسموں کی طرف لوٹادی جاتی ہیں، تو وہ شہداء کی طرح اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔

ابن قیم ارواح کی باہمی ملاقات کے مسئلہ میں بیان کرتے ہیں کہ ارواح کی دو قسمیں ہیں، انعام یافتہ روحیں اور عذاب یافتہ روحیں جہاں تک عذاب پانے والی روحوں کا تعلق ہے، انہیں ملاقات و زیارت کی اجازت نہیں اس کے بر عکس انعام و اکرام پانے والی روحیں آزاد ہیں، وہ ایک دوسرے سے ملاقات و زیارت کرتی ہیں اور دنیا میں ہونے والے واقعات اور اہل دنیا کے معاملات پر بحث مباحثہ کرتی ہیں، اس طرح ہر روح اپنے جیسے رفیق کے ساتھ ہوتی ہے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح عظیم رفیق اعلیٰ کے ساتھ ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَمَنْ يَطِعُ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ
مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ
النَّبِيِّنَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وَخَسْنَ أُولَئِكَ
رَفِيقًا۔

جو اللہ تعالیٰ اور رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے تو ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا مثلاً انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین، انہی لوگوں کی رفاقت عمدہ رفاقت ہے۔

ان انعام یافتہ ہستیوں کی معیت اور رفاقت دنیا میں ثابت ہے اور دار برزخ میں بھی ثابت ہے اسی طرح دار الجزا میں بھی، اور آدمی دنیا برزخ اور آخرت میں اسی کے ساتھ ہو گا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی۔ انھی

ایک سوال:

اگر یہاں سوال کیا جائے کہ آیت کریمہ
وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قُتُلُوا فِي
سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءً
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔

ان لوگوں کو مردے گمان نہ کرو جو راہ خدا میں شہید ہوئے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق پاتے ہیں۔

کے مصداق لوگ احیاء (زندہ) کس طرح ہوتے ہیں؟ اور مردے کس طرح؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں میں ان کو رزق عطا فرمائے اور ان کے جسموں کے کسی حصہ میں روح ڈال دے جس سے وہ نعمت ولنت کا احساس کریں جس طرح دنیا میں زندہ شخص کا جسم کسی حصے کی گرمی یا سردی کا اثر مجوس کرتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس زندگی سے یہ مراد ہے کہ ان کے اجسام قبروں میں گلتے سڑتے نہیں نہ ان کے جوڑ کھلتے ہیں۔ اور اپنی قبروں میں زندوں کی طرح ہیں۔

امام ابو حیان کی وضاحت:

امام ابو حیان اپنی تفسیر میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”حیات شہداء کے معاملہ میں علماء کا اختلاف ہے، ایک گروہ کہتا ہے، کہ شہداء کی ارواح باقی رہتی ہیں، جسم

سامنہیں رہتے، جیسا کہ ہم ان کے گلنے سڑنے اور فنا ہونے کا مشاہدہ کرتے ہیں، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ شہداء کے جسم اور روحیں دونوں زندہ رہتے ہیں، یہ حقیقت ہماری بھی میں نہ آئے تو ان کی حیات میں کیا خرابی لازم آسکتی ہے، ہم بظاہر ان کو مردہ حالت میں دیکھتے ہیں، حالانکہ وہ حقیقتاً زندہ ہوتے ہیں، یہ تو ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

”تم پہاڑوں کو ایک جگہ ٹھہرے دیکھو گے حالانکہ وہ بالوں کی طرح چلتے ہوں گے“
یا جس طرح ہم سوئے ہوئے شخص کو ایک ہی حالت پر دیکھتے ہیں جبکہ وہ راحت اور رنج کی کیفیت محسوس کر رہا ہوتا ہے۔“

میں کہتا ہوں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شہداء زندہ ہیں مگر تم ان کی زندگی کو سمجھنے سے قاصر ہو۔

پس اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمادی کہ اس آیت کے مخاطبین اہل ایمان، حیات شہداء کو مشاہدہ یا حواس سے نہیں سمجھ سکتے، اس سے ظاہر ہوا کہ شہداء کی زندگی عام زندگی سے نمایاں اور میزیر ہے۔ اگر اس سے مراد صرف روحانی زندگی ہو تو دوسرے مردوں کی روحانی زندگی سے ان کا فرق واضح کرنا ممکن نہ ہو پھر وَلِكُنْ لَا تَشْعُرُونَ کا مفہوم باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ اہل ایمان تمام ارواح کی زندگی کے قائل ہیں، یہاں اس حقیقت کا انلہار ضروری ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ اولیائے کرام کو اس زندگی کی کیفیت سے آگاہ کر دیتا ہے اور انہیں اس کا مشاہدہ کر دیتا ہے۔

ایک صحابی کا واقعہ:

امام سیہلی دلائل نبوت میں ایک صحابی کا واقعہ نقل کرتے ہیں، کہ انہوں نے ایک قبر کھودی تو دوسری قبر میں ایک روشن دان کھل گیا، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اس کے سامنے قرآن کریم ہے اور وہ تلاوت کر رہا ہے۔ اور اس کے سامنے ایک سربز باغ ہے، یہ واقعہ احد کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا تعلق شہداء ائمہ سے تھا۔ اور اس کے چہرے پر زخم کے نشان بھی موجود تھے، اس واقعہ کا ذکر امام ابو حیان نے بھی کیا۔

روضۃ الریاضین کی حکایت:

مذکورہ بالا واقعہ سے ملتا جاتا ایک واقعہ امام یافعی نے روضۃ الریاضین میں نقل کیا، ایک بزرگ کا بیان ہے میں ایک شخص کی قبر پر حاضر تھا، اور قبر کی درستی کر رہا تھا، کہ اچانک قبر کی ایک اینٹ دوسری قبر میں جاپڑی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ قبر میں بیٹھے ہیں۔ ان کا لباس سفید ہے اور گود میں شہری حروف والاقرآن ہے۔ جس سے وہ تلاوت کر رہے ہیں، پھر ساراٹھا کردیکھا اور کہا کیا قیامت برپا ہو گئی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں، فرمایا اینٹ اٹھا کر اپنی جگہ رکھ دو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے، پس میں نے اینٹ اٹھا کر اپنی جگہ رکھ دی۔

ایک اور حکایت:

امام یافعی ایک شفیق بزرگ سے روایت کرتے ہیں، کہ وہ ایک قبر پر گئے اور اس میں جھاٹک کر دیکھا۔ ایک شخص تخت پر بیٹھا، قرآن حکیم کی تلاوت کر رہا تھا۔ نیچے نہر جاری تھی۔ اس منظر کو دیکھ کر وہ بزرگ بے ہوش ہو گئے پس لوگوں نے انہیں قبر سے نکالا لیکن پتہ نہ چلا انہیں کیا ہوا پھر تیرے روز انہیں ہوش آیا۔

شیخ نجم الدین کی حکایت:

ایام یافعی نقل کرتے ہیں کہ شیخ نجم الدین کا بیان ہے میں ایک شخص کی تدفین کے وقت حاضر تھا ایک شخص اسے توحید و رسالت کی تلقین کرنے لگا، تو مردہ با ازالہ کہنے لگا، تجب ہے ایک مردہ زندے کو تلقین کر رہا ہے۔

ابن رجب سے مروی حکایت:

ابن رجب بطریق مراد بن جیل کہتے ہیں کہ ابوالمغیرہ کا بیان ہے میں نے معانی بن عمران جیسا شخص نہیں دیکھا مجھے بعض بھائیوں نے بتایا کہ میں معانی بن عمران کے دفن کے بعد قبر پر آیا اور لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین شروع کی تو معانی بھی قبر میں لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنے لگے۔

محب طبری کی حکایت:

امام یافعی شافعی ملک کے مشہور عالم اور شارح تنبیر امام محبت الدین طبری سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مقبرہ ذینبیہ میں شیخ اسماعیل حضرمی کے ساتھ تھے، شیخ اسماعیل نے کہا۔ محبت! آپ مردوں کا کلام تسلیم کرتے ہیں میں نے جواب دیا ہاں کہا یہ صاحب قبر مجھ سے کہتا ہے کہ میں جنتی ہوں۔

شیخ حضرمی کی دوسری حکایت:

امام یافعی لکھتے ہیں شیخ اسماعیل حضرمی یمن میں ایک قبرستان سے گزرے اور ایک قبر پر بہت روئے۔ اور رنج و غم کا اظہار کیا پھر کھلکھلا کر ہنس پڑے کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا میرے سامنے اس مقبرہ کا حال کھول دیا گیا تو میں نے ان کو عذاب میں بدلادیکھا، جس کی وجہ سے مجھے رونا آگیا پھر زاری سے دعا کی تو ارشاد ہوا جاؤ ہم نے تمہاری شفاعت قبول کی۔ تو اس قبر کی عورت بولی اے فقیہ اسماعیل! کیا میری بھی بخشش ہو گئی میں تو فلاں گلوکار عورت ہوں۔ تو میں نے جواب دیا ہاں تو بھی ان لوگوں میں شامل ہے تو اس وجہ سے میں ہنس دیا۔

شیخ معین الدین کی کرامت:

شیخ عبد الغفار ”وحید“ میں بیان کرتے ہیں ہمیں شرف الدین غازی کے شاگرد قاضی علاء الدین نے بتایا کہ شیخ معین الدین ہمارے ہمراہ تھے۔ قاہرہ چنچنے سے پہلے ان کا وصال ہو گیا، ہم ان کی میت لے کر شہر میں داخل ہونے لگے تو اہل شہر نے اجازت نہ دی اور کہا کہ ہم مردوں کو شہر میں لے جانے کی اجازت نہیں دیتے، اس وقت شیخ معین نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور انگشت شہادت کھڑی کی چنانچہ اس کرامت کو دیکھ کر اہل شہر نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی۔

عبد الرحمن نوری کی شہادت:

شیخ زین ابن الدین فقیہ عبد الرحمن نوری کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ منصورہ شہر میں تھے

جب مسلمان فرنگیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے تو عبد الرحمن نوری نے آیت کریمہ لَا تَخْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا إِلَّا هُنَّ شَهِيدُونَ کی اس کے بعد شہید کر دیے گئے، بعد ازاں ایک فرنگی آیا اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ تھا، اس نے ان کے جسم پر دارکر کے کہا اے عالم اسلام! اتیرا تو عویٰ تھا کہ شہداء زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں، تو حضرت عبد الرحمن نوری نے سراخا کر کہا، ہاں رب کعبہ کی قسم، شہداء زندہ ہیں، یہ حیران کن منظر دیکھ کر فرنگی گھوڑے سے اتر پڑا۔ حضرت عبد الرحمن کامنہ چوپا پھر ساتھی سے کہا ان کی میت کو اپنے وطن لے چلو،

ابن سعید خراز کا واقعہ:

امام قشیری ”رسالہ“ میں اپنی سند کے ساتھ شیخ ابن سعید خراز سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں میں نے باب نبی شیبہ کے پاس ایک جوان مردہ حالت میں دیکھا جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو مسکرا کر بولا، اے ابا سعید! شہداء زندہ ہیں اور ایک جگہ سے دوسروی چل متعلق ہو جاتے ہیں۔ انتہی

اس باب کو امام سیوطی نے بہت بسط کے ساتھ لکھا ہے جس کو زیادہ تفصیل درکار ہو وہ شرح الصدور کا مطالعہ کرے۔

موت کی سختی اور قبر میں فرشتوں کے سوالات

ذیل میں موت اور اس کی سختی کے کچھ احوال اور قبر میں فرشتوں کے سوالات کے متعلق بیان کیا جاتا ہے، ساعت فرمائیے۔ اس ضمن میں حضرت جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں بکثرت احادیث نقل کی ہیں، برادر ان اسلام کی آگاہی اور موت کی تیار کے لیے ان میں سے کچھ احادیث پر قلم کی جاتی ہیں۔

امام سیوطی فرماتے ہیں:

امام احمد اور ابو داؤد نے سفن میں حاکم نے مدرسہ میں، ابن ابی شیبہ مصنف میں، بتھتی نے عذاب القبر میں، طیاسی اور عبد نے مندیں میں، ہناد بن سری نے زہد میں اور ابن جریر

اور ابن حاتم وغیرہ محدثین نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے نقل کیا، وہ فرماتے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک انصاری کے جنازہ میں شریک ہوئے، ابھی قبر تیار نہ تھی، حضور وہاں تشریف فرمائے ہوئے اور ہم بھی خاموشی کے ساتھ گرد بیٹھ گئے گویا رسول پر پرندے بیٹھے ہوں، حضور کے دست اقدس میں ایک چھڑی تھی، جس سے آپ زمین کریدنے لگے، بعد ازاں سر اقدس انھا کردو یا تمیں بار فرمایا:

إِسْتَعِيْدُ ذَا إِبَالَّهِ مِنْ عَذَابٍ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔
الْقَبْرِ.

پھر فرمایا مومن جب دنیا سے قطع تعلق کر کے آخرت کی طرف توجہ کرتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے سفید چہروں والے فرشتے اترتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے چہرے آفتاب ہیں، ان کے پاس جنتی کفن اور خوبصورتی میں ہوتی ہیں، وہ حد نگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آ کر اس مومن کے سر ہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے اے پاکیزہ مطمئن روح، اللہ تعالیٰ کی رضا اور بخشش کی طرف نکل چل تو اس کی روح اس طرح نکلتی ہے جس طرح مشکلے سے قطرہ لکتا ہے اگرچہ تمہیں کچھ اور نظر آتا ہے پھر ملک الموت اسے قبض کر لیتا ہے مگر پاس کے فرشتے ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، اور اسے جنتی کفن اور خوبصورتی میں رکھ لیتے ہیں، پھر اس سے بہترین خوبصورتی ہے۔ بعد ازاں فرشتے اس کو لے کر ملائے اعلیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں، تو ملائے اعلیٰ کے فرشتے سوال کرتے ہیں، کہ یہ خوبصورتی ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں۔ یہ فلاں بن فلاں کی معطر روح ہے، تو فرشتے اس کو دنیا کے بہترین نام سے یاد کرتے ہیں، یہاں تک کہ اس کو لے کر آسمان دنیا پر جانچتے ہیں، اور آسمان کا دروازہ محلوں نے کی درخواست کرتے ہیں، دروازہ کھلتا ہے تو اس کے فرشتے بھی ساتھ ہو لیتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک یہی سلسلہ چلتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میرے بندے کی کتاب علیتین میں رکھ اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے بندوں کو زمین سے پیدا کیا اسی میں ان کو لوٹاؤں گا اور اسی سے ان کو دوبارہ انھاؤں گا۔

چنانچہ اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔ تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بھاکر سوال کرتے ہیں۔

مَنْ رَبَّكَ تَيْرَارِبَ كُونْ ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرارب اللہ ہے۔
وہ پوچھتے ہیں: مَا دِينُكَ تَيْرَادِينَ کیا ہے؟
وہ کہتا ہے: دِینِيُّ الْإِسْلَامُ میرادِین اسلام ہے۔

وہ تیسرا سوال کرتے ہیں: مَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي بُعِثَ فِيْكُمْ تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے جو تھا رے درمیان مبعوث ہوا؟

وہ جواب دیتا ہے: یہ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم
وہ پوچھتے ہیں:
تیرے اس علم کی بنیاد کیا ہے؟

وہ جواب دیتا ہے کتاب اللہ جسے پڑھ کر ایمان لایا، تو آسمان سے ایک منادی پکار کر کہتا ہے، میرے بندے نے حج کہا، اس کے لیے جنت کا فرش بچاؤ، اسے جنتی لباس پہناؤ، اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولوتا کہ جنت کی ہوا اور خوبیوآئے، پھر اس کی قبر حدنگاہ تک وسیع کر دی جاتی ہے، تب اس کے پاس خوش چہرہ، خوش لباس اور معطر بدن شخص آ کر کہتا ہے۔ تجھے بشارت ہو یہ تیرا تجھیل وعدہ کا دن ہے، وہ مردہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے بھلائی جلوہ گر ہے۔ وہ جواب دیتا ہے۔ میں تیرا اچھا عمل ہوں، اس وقت مردہ کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار قیامت برپا کر دے تاکہ اہل خانہ سے مل سکوں۔ اس کے برعکس جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو آسمان سے سیاہ رو فرشتے کا لے کمبوں کے ساتھ اترتے ہیں، اور حدنگاہ تک آ کر بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت بھی آ کر سرہانے بیٹھ جاتا ہے، اور کہتا ہے۔

اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کے غصب اور ناراضی کی طرف جا، پس وہ خبیث روح جسم میں پھیل جاتی ہے پھر فرشتے اس کو جسم سے اس طرح کھینچتا ہے جیسے سخن کو گلی اون سے،

جب وہ روح نکالتا ہے تو دوسرے فرشتے فوراً اس کو اچک لیتے ہیں، اور کالے کمبل میں لپیٹ دیتے ہیں، اس کے جسم سے کریبہ بد بولکتی ہے، پھر وہ اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو ملا علی کے فرشتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں، یہ خبیث روح کس کی ہے؟ تو وہ اس کا بہت بُرَانام لے کر پکارتے ہیں، پھر آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور دروازہ حملوانا چاہتے ہیں لیکن دروازہ کھولا نہیں جاتا، اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لَا تفتح لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ إِنَّكَ لَتَلاوِتُ فِرْمَاتِي۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے، اسے پست ترین زمین کی سُجَّین میں لکھ دو تو اس کی روح کو نیچے پھیک دیا جاتا ہے۔ اس مرحلہ پر حضور نے تلاوت فرمائی۔
 وَمَنْ يَشْرِيكُ بِاللَّهِ فَكَانَ مَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخَطَّفَهُ الطَّيْرُ وَتَهُوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ۔ اس مرحلہ پر حضور نے تلاوت فرمائی۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گویا آسمان سے گرا تو پرندے نے اسے اچک لیا اور ہوا اسے اٹھا کر دور دراز جگہ پھینک دے۔

پس اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹادی جاتی ہے تو دو فرشتے آ کر اس کو بھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں، تیرارب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا، وہ پوچھتے ہیں، تیرادین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہاہ ہاہ مجھے معلوم نہیں، پھر دریافت کرتے ہیں، تو اس ذات مقدسہ کے متعلق کیا کہتا ہے جو تم میں مبعوث ہوئی، وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ مجھے علم نہیں، اس پر آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اس شخص نے غلط کہا، اس کے لئے آگ کا بستر بچھا دو۔ س کو آگ اڑھا دو اور آتش جہنم کی طرف اس کا دروازہ کھول دو تاکہ اسے آگ کی تپش اور زہر یا شعلوں کا سامنا کرنا پڑے، ساتھ ہی اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی پسلیاں دوسری طرف سے نکل جاتی ہیں، پھر اس کے پاس انتہائی بد شکل قبیع لباس میں ملبوس اور بد بودا ر شخص آتا ہے اور کہتا ہے، تجھے ناگوار چیز کی بشارت ہو، اسی دن کا تجھ کو وعدہ دیا جاتا تھا۔ تو وہ پوچھتا ہے۔ اے بد شکل کریہ الریح تو کون ہے؟ تو وہ جواب دیتا

ہے۔ آتا عَمَلُكُ الْخَبِيْثِ میں تیرا خبیث عمل ہوں، اس وقت اس کے منہ سے دعا نکلتی ہے۔

”اے پروردگار قیامت برپانہ کر“

ابو یعلیٰ اپنی منند میں اور ابن ابی الدنیا برداشت یزید رقاشی، حضرت انس اور حضرت تمیم الداری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ میرے ولی کے پاس جا اور اسے میرے پاس لے آ، کیونکہ میں نے اسے دکھ سے آزمایا اور اسے اپنی رضا کے مطابق پایا، میں چاہتا ہوں کہ اسے دنیا کے غنوں سے نجات دوں، چنانچہ ملک الموت پانچ سو فرشتوں کے ساتھ جاتا ہے ان کے ساتھ جاتا ہے ان کے ساتھ جنتی معطر کفن ہوتے ہیں، نیز ان کے پاس پھولوں کی شاخیں ہوتی ہیں، جس سے طرح طرح کی خوشبوئیں مہکتی ہے، ان کے پاس مشک سے باہ ہوا سفید ریشم بھی ہوتا ہے پھر ملک الموت اس کے سرہائے آبیٹھا ہے، فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں اور ہر فرشتہ اپنا ہاتھ اس کے ایک ایک عضو پر رکھ دیتا ہے اور مشک میں بے ہوئے اس ریشم کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دیا جاتا ہے اور ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جاتا ہے اب اس کا دل جنت کی جانب رغبت کرتا ہے کبھی ازواج مطہرہ کی جانب کبھی لباس کی طرف اور کبھی پھولوں کی طرف، اس کا دل اس طرح بہلا یا جاتا ہے جس طرح روتے نیچے کا دل اس کے گھروالے بہلاتے ہیں، اس کی جنتی بیویاں اس کے سامنے خوشی کا اظہار کرتی ہیں، اس وقت اس کی روح بھوم اٹھتی ہے فرشتہ کہتا ہے اے پاکیزہ نفس! عمدہ درختوں دراز سائیوں اور بہتے پائیوں کی طرف چل، ملک الموت اس کی ماں سے زیادہ شفقت کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ روح اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے، اور اس روح پر زمی کر کے خدا کی رضا چاہتا ہے پس اس بندے کی روح یوں نکالی جاتی ہے۔ جس طرح آئے سے بال حضور فرماتے ہیں۔ جب اس کی روح نکلتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں:

سَلَامُ عَلَيْكُمْ وَادْخُلُوا الْجَنَّةَ إِيمَانًا
تم پر سلام ہو اپنے نیک اعمال کی وجہ سے
جنت میں داخل ہو جاؤ۔
كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

یہی مفہوم ہے اس آیت کریمہ کا:

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَبِيبِينَ فَرَشَتْهُنَّ جَنَّنَ کو پاکیزگی کی حالت میں موت دیتے ہیں کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو۔
يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمَقْرَبِينَ فَرَدْخٌ راحت خوبی اور نعمت کی جنت ہے۔
وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةٌ نَعِيمٌ.

پھر جب فرشتہ روح قبض کرتا ہے تو روح جسم سے کہتی ہے اللہ تعالیٰ تھے میری طرف سے جزادے تو مجھے نیک کام کی طرف جلد لے جاتا تھا اور برے کام سے گریز کرتا تھا۔ تھے مبارک ہو کہ تو نے بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلائی جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے، اس وقت زمین کے وہ حصے نیک بندے پر روتے ہیں جن پر وہ عبادت کرتا تھا، اور آسمان کا ہر دروازہ جس سے اس کا نیک عمل اور چڑھتا اور اس کا رزق اترتا تھا۔ چالیس روز تک روتا ہے، جب اس کی روح قبض ہو جاتی ہے تو پانچ سو فرشتے اس کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں جب اسے کسی پہلوانا نے کی کوشش کی جاتی ہے تو فرشتے اسے پہلے لٹادیتے ہیں اور جتنی کفن پہننا دیتے ہیں، اور ان کی خوبی سے پہلے جنتی خوبیوں گا دیتے ہیں، پھر اس کے گھر سے قبر تک فرشتوں کی ذورو یہ صافیں اس کے لئے استغفار کرتی ہیں، اس وقت شیطان سخت چینج مارتا ہے کہ مردے کے جسم کی بعض بڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں، وہ اپنے لشکروں سے کہتا ہے۔ تمہارے لئے خرابی ہو، اس نے نجات کیے پائی؟ وہ کہتے ہیں، یہ گناہوں سے بچتا رہا، جب ملک الموت روح لے کر آسمان پر پہنچتا ہے تو جریل امین استقبال کرتے ہیں، ستر ہزار فرشتے ساتھ ہوتے ہیں جو اس کو بشارت دیتے ہیں، پھر جب ملک الموت اسے عرش کی طرف لے جاتا ہے تو بندے کی روح بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ حکم خداوندی ہوتا ہے میرے بندے کی روح کو سر بزرگ ختوں، دراز سائیوں اور بہتے پانیوں میں لے جاؤ، پھر جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو نماز دا ہنی جانب سے آتی ہے روزے روزے بائیں جانب سے

اور قرآن و ذکر سر پر سایہ کننا ہوتا ہے اور صبر قبر کے ایک گوشے میں آتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ عذاب کا ایک طائفہ اس کی طرف بھیجا ہے تو نماز حائل ہو کر کہتی ہے پیچھے ہٹ، یہ ساری زندگی تکلیفیں برداشت کرتا رہا، اب آرام سے لیٹا ہے، پھر عذاب با میں جانب سے بڑھتا ہے تو روزہ رکاوٹ بنتا ہے اور وہی الفاظ کہتا ہے جو نماز نے کیے، وہ سر کی جانب سے آتا ہے تو قرآن و ذکر حفاظت کرتے ہیں، یوں عذاب اس کے پاس کسی جہت سے نہیں پہنچ سکتا، جب دیکھتا ہے کہ اللہ کے دوست کو طاعت نے حفاظت میں لے رکھا ہے تو چھوڑ کر چل دیتا ہے اس وقت صبر دیگر اعمال سے کہتا ہے میں اس لئے خاموش رہا کہ دیکھوں تمہارے پاس کیا ہے، اگر تم عاجز آ جاتے تو میں حمایت کے لئے آ گے بڑھتا۔ اب جبکہ تم نے حفاظت کی ذمہ داری پوری کی تو میں صراط اور میزان پر اس کے کام آؤں گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ دو فرشتے بھیجتا ہے، جن کی نظریں اچک لے جانے والی بھلی کی مانند ہیں، آوازِ گرج کی طرح، دانت نیل کے سینگوں کی طرح سائیں شعلوں کی صورت، وہ اپنے بالوں کو روشن تھے چلتے ہیں، ان کے کانوں کے درمیان طویل فاصلہ ہے، وہ سوائے الہ ایمان کے کسی سے زی نہیں کرتے ان کا نام منکر اور نکیر ہے، اور دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک انتہائی وزنی ہتھوڑا ہوتا ہے وہ کہتے ہیں، اٹھ تو مردہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے اور اس کے کف کے کپڑے گر جاتے ہیں، فرشتے پوچھتے ہیں، تیر ارب کون ہے؟ تیرادین کیا ہے؟ اور تیر ارسوں کون ہے؟ وہ مردہ جواب دیتا ہے، میرا رب اللہ تعالیٰ ہے میرا دین اسلام ہے اور میرا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ آخری پیغمبر ہیں۔ وہ فرشتے کہتے ہیں، تو نے بچ کہا، اس کے بعد اس کو قبر کے حوالے کر کے قبر کو ہر جہت سے فراخ کر دیتے ہیں، پھر کہتے ہیں۔ ذرا اوپر دیکھ جب اس کی نگاہِ انھی ہے، تو جنت کا دروازہ کھلا پاتا ہے، وہ کہتے ہیں اے اللہ کے دوست! یہ تیرا مقام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس وقت اس کو ایسی خوشی نصیب ہوگی جسے کبھی فراموش نہ کر پائے گا۔

بعد ازاں اسے پچھی جانب دیکھنے کو کہا جاتا ہے تو پچھی طرف جہنم کا دروازہ کھلا دیکھتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں، اے یار خدا تجھے اس سے نجات مل گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقسم فرماتے ہیں کہ اس گھڑی اس کو دامی خوش نصیب ہوتی ہے اور اسکے لے دروازے جنت کے کھول دیئے جاتے ہیں، جن سے قیامت تک جنت کی مہنڈک اور خوشبو آتی رہے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ:

اللہ تعالیٰ ملک الموت کو حکم دیتا ہے، اب میرے دشمن کے پاس جا اور اسے لے آ، میں نے اسے وسیع روزی دی اسے نعمتوں سے سرفراز کیا، مگر اس نے ناشرکری اور نافرمانی کی اسے لے آ، تاکہ میں اس سے انقاوم لوں، چنانچہ ملک الموت انتہائی کریمہ شکل میں اس کے پاس آتا ہے اس کی تیرہ آنکھیں ہوتی ہیں، جہنمی کانٹوں کے گرز ہوتے ہیں، پانچ سو فرشتے ہمراہ اور ہر فرشتہ تابے، جہنمی چنگاریوں اور آتشی کوڑوں سے لیس ہوتا ہے ملک الموت اس کو اس طرح گزر مارتا ہے کہ ہر گز اس کے بدن میں پیوس ت ہو جاتا ہے پھر اس گرز کو موڑ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی روح قدموں کے ناخنوں سے نکلتی ہے اور دشمن خدا بے ہوش ہو جاتا ہے فرشتے اس کے چہرے اور پشت پر کوڑے بر ساتے ہیں، اور مارتے مارتے حلق تک چلے جاتے ہیں پھر آتش تابنا اور چنگاریاں ٹھوڑی کے نیچے پھیلادیتے ہیں، اس وقت ملک الموت پکار کر کہتا ہے اے ملعون روح! زہریلی ہوا، گرم پانی اور تپتے سائے کی طرف چل، جب فرشتے جان قبض کر لیتا ہے، تو وہ روح جسم سے کہتی ہے، اللہ تجھے بدترین سزا دے تو مجھے گناہ کی طرف تیزی سے لے جاتا تھا اور یہی سے پیچھے رکھتا تھا، تو خود بھی ہلاکت میں پڑا اور مجھے بھی برباد کیا، جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے اور زمین کے وہ حصے جن پر گناہ کرتا تھا، اس پر لعنت کرتے ہیں، ادھر ابلیس کے لشکر اس کو خوشخبری دیتے ہیں، کہ انہوں نے ایک آدمی کو جہنم رسید کیا، پھر جب قبر میں ڈالا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر بگکر دیتا ہے یہاں تک کہ اس کی ایک جانب کی پسلیاں دوسری جانب نکل جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کی طرف سیاہ سانپ بھیجا ہے جو اس کو ڈستے ہیں، پھر مکر نکیر آ کر سوال کرتے ہیں، بتا تیرا

رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور تیرا رسول کون ہے؟ وہ ان سوالات کے جواب میں کہتا ہے، مجھے معلوم نہیں، فرشتے کہتے ہیں، تو نے توجانے کی کوشش ہی نہیں کی، پھر اس کو ایسی مار دیتے ہیں کہ اس مار سے قبر میں چکاریاں اڑتی ہیں، پھر اسے جنت کا کھلا دروازہ دکھا کر کہتے ہیں، اے دشمن خدا، اگر تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا تو اس مقام میں قیام کرتا، بخدا اس وقت اس کو حسرت ناتمام کا منہد یکھنا پڑتا ہے، بعد ازاں جہنم کا کھلا دروازہ دکھا کر کہا جاتا ہے، اے دشمن خدا! تیری نافرمانیوں کے باعث یہ تیراٹھ کانا ہے، پھر جہنم کے سور دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جن سے گری اور زہر لی ہوا قبر میں آتی ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

ابن ماجہ اور تیہنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”قریب المر گ شخص کے پاس فرشتے آتے ہیں، اگر نیکو کارہوتا کہتے ہیں اے پاکیزہ جسم میں پاکیزہ روح نکل چل تجھے روح و ریحان کی خوشخبری ہو ان اللہ تعالیٰ تجھے سے راضی ہے، ناراض نہیں، پھر بار بار بھی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ روح نکل جاتی ہے اور فرشتے اس کو لے کر آسان کی طرف چڑھتا ہے تو اس کے لئے آسان کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے، کون ہے؟ تو فرشتے جواب دیتے ہیں، فلاں بن فلاں ہے، آواز آتی ہے اے پاکیزہ روح خوش آمدید پھر حکم ہوتا ہے، اسے اندر لے آؤ، اسی طرح وہ ساتویں آسان تک پہنچتی ہے اگر مر نے والا بد کارہوتا فرشتے کہتے ہیں اے خبیث جسم میں رہنے والی تک پہنچتی ہے اگر مر نے والا بد کارہوتا فرشتے کہتے ہیں اے خبیث روح! کھولتے پانی اور پیپ کی طرف نکل چل، اپنے ناراض رب کی طرف چل، جب نکلتی ہے تو اس کو آسان پر لے جایا جاتا ہے، پھر دروازہ کھلنے پر پوچھا جاتا ہے، کون ہے؟ جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے، تو آواز آتی ہے، تجھ کو خوش آمدید نہیں کہا جائے گا، تیرے لئے آسانوں کے دروازے بند ہیں، چنانچہ اسے زمین کی طرف لوٹا کر قبر میں ڈال دیا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اسی باب میں فرماتے ہیں:

ربنبع بن خراش کا واقعہ:

ابن الی شیبہ ربعی بن خراش سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنے بھائی کے مرنے کی اطلاع کی گئی تو میں نے آ کر دیکھا، اسے کپڑے میں لپیٹ دیا گیا تھا، إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ پڑھ کر سرہانے کھڑا ہوا اور دعائے مغفرت کی، اس نے اچانک کپڑا اٹھا کر کہا السلام علیکم، ہم نے جواباً کہا و علیک السلام سبحان اللہ، تو اس نے بھی کہا سبحان اللہ، تم سے پچھڑ کر بارگاہ خداوندی میں پہنچا تو راحت، خوشبو اور نعمت سے میرا استقبال کیا گیا، میرا پروردگار مجھ سے راضی ہے اس نے مجھ کو حریر سندس اور استبرق کا لباس پہنایا، اور میں نے معاملہ اس سے کہیں آسان پایا جتنا کہ تم نے سمجھا، اب درینہ کرو، میں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی، کہ تم کو بشارت دے سکوں، مجھے بارگاہ رسالت میں لے چلو، حضور نے وعدہ فرمایا ہے کہ میری واپسی تک میرا انتظار کریں گے اس کے بعد اس پر موت کی حالت طاری ہو گئی۔

ابو عیم ربعی بن خراش کا واقعہ اس طرح نقل کرتے ہیں۔

ربعی کہتے ہیں ہمارا بھائی رب ہم سے زیادہ پابند ضوم و صلوٰۃ تھا، اس کا انتقال ہوا تو ہم اس کی میت کے پاس آئے، اس نے کپڑا اٹھا کر کہا السلام علیکم، ہم نے جواب دیا علیکم السلام پھر حیرانی سے پوچھا مرنے کے بعد کلام؟ اس نے کہا ہاں تم سے پچھڑ کر رب تعالیٰ سے ملا، وہ مجھ سے راضی ہے اس نے راحت خوشبو اور نعمت سے میرا استقبال کیا، سنو ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے منتظر ہیں، مجھے لے چلو، درینہ کرو۔ اس کے بعد رب نعم خاموش ہو گئے۔

یہ ماجرا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچا تو فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنا، کہ میری امت میں ایک شخص انتقال کے بعد کلام کرے گا۔ ابو نعیم کہتے ہیں، یہ حدیث مشہور ہے، یہی نے اس کو دلائل بوت میں ذکر کیا نیز کہا کہ حدیث

صحیح ہے۔ اس کی صحت میں کچھ مشکل نہیں۔
مورق عجلی کا مرنے کے بعد کلام کرنا:

جو بیراپی تفسیر میں ابی عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں، ہم مورق عجلی کی وفات کے وقت موجود تھے، جب ہم نے دیکھا ان کے سر سے ایک نور نکلا جو چھپت کو چیر کر نکل گیا پھر پاؤں سے نور نکلا پھر وسط جسم سے نور ظاہر ہوا تو ہم نے تھوڑی دیر تو قف کیا پھر انہوں نے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کہاں لے دیتُمْ شیاً کیا تم نے کچھ دیکھا، ہم نے کہا ہاں ہم نے ایک نور دیکھا۔ کہا یہ سورہ بحده تھی میں روزانہ اس کی تلاوت کرتا تھا، اور جونور تم نے سر سے نکلا دیکھا یہ اس کی ابتداء کی چودہ آیتیں تھیں اور جونور پاؤں سے نکلا یہ اس کی آخری چودہ آیتیں تھیں، اور جونور وسط سے نکلا یہ آیت بحده تھی۔ اور اوپر آسان کی طرف شفاعت کے لئے گئی اور سورہ تبارک پیچھے میری حفاظت کے لئے رہ گئی۔ یہ کہہ کر وہ حالت موت پر ہو گئے۔

اس واقعہ کا دوسرا طریق:

امام ابن الدینیا نے کتاب مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ میں اس واقعہ کو دوسرے طریق سے نقل کیا۔

حضرت عجلی فرماتے ہیں، ہمارے ہاں ایک شخص پر غشی طاری تھی۔ اس کے سر سے ایک نور نکلا جو چھپت پھاڑ کر نکل گیا، پھر ناف سے نور برآمد ہوا اس کے بعد پاؤں سے نور نکلا، جب اس کو ہوش آیا تو ہم نے پوچھا، تیرے ساتھ جو کچھ ہوا کیا تجھ کو اس کا علم ہے، اس نے کہا ہاں، جونور سر کی جانب سے نکلا والم تزیل کی ابتدائی چودہ آیتیں تھیں اور جونور ناف سے جلوہ گر ہوا وہ آیت بحده تھی۔ اور جونور پاؤں سے خارج ہوا وہ سورہ بحده کی آخری آیات تھیں۔ وہ میری شفاعت کے لئے اوپر گئی ہیں جبکہ سورہ ملک میری حفاظت کے لئے رہ گئی ہے۔ میرا معمول تھا کہ میں ہرات ان دونوں سورتوں کی تلاوت کرتا تھا۔

روبہ بنت سجاد کا کلام:

مغیرہ بن خلف کہتے ہیں، روبہ دختر سجاد کا انتقال ہوا تو اس نے غسل و کفن کے بعد حرکت کی، اور کہا، خوش ہو جاؤ میں نے معاملہ اس سے آسان پایا جس کا تم کو خوف تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ قاطع رحم، شرابی اور مشرک جنت میں نہ جائیں گے۔

مدائن میں ایک شخص کا بعد موت کلام کرنا:

خلف بن حوشب کہتے ہیں مدائن میں ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو اس نے ڈھانپ دیئے جانے کے بعد حرکت کی اور کپڑا اٹھا کر کہا اس مسجد میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے داڑھیوں کو خضاب لگا رکھا ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی شان میں زبان طعن دراز کرتے ہیں، میری روح قبل کرنے والے فرشتے ان پر لعنت کر رہے ہیں اور ان سے اعلان بیزاری کر رہے ہیں اس کے بعد اس پر موت کی حالت طاری ہو گئی۔

ایک اور واقعہ:

خلف بن حوشب ہی کا بیان ہے کہ میں مدائن میں ایک میت کے پاس گیا اس کے پیٹ پر اینٹ پڑی تھی۔ اچانک اچھلا تو اینٹ لٹھک گئی اور اس کے منہ سے ہائے تباہی ہائے بر بادی کے الفاظ نکلنے لگے۔ اس کے ساتھی اس کی یہ حالت دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے تو میں نے قریب جا کر پوچھا، تو نے کیا دیکھا؟ اور یہ تیری کیا حالت ہے؟ اس نے جواب دیا میں شیوخ کونہ کی صحبت میں رہا، انہوں نے مجھے شخیں (یعنی ابو بکر و عمر) رضی اللہ عنہما کی شان میں زبان درازی اور اعلان بیزاری کے برے عقیدے پر گالایا، میں نے کہا استغفر اللہ، آئندہ ایسا نہ کرنا، کہنے لگا مجھے اب اس کا کیا فائدہ؟ وہ تو مجھے جہنم کے حوالے کر چکے ہیں۔ اور میں اس کا مشاہدہ کر چکا ہوں۔ اب مجھے حکم ہوا ہے کہ لوٹ کر اپنے ساتھیوں کو اپنے انعام بد کی خبر دوں پھر حالت موت پر آ جاؤں چنانچہ وہ دوبارہ اسی حالت پر چلا گیا، معلوم نہیں کہ اس نے بات پوری کی یا نہیں؟

مردہ اٹھ بیٹھا:

ابن عساکر، ابن معشر سے نقل کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ مدینہ شریف میں ایک شخص مر گیا، جب اسے غسل دینے کے لئے تختے پر ڈالا گیا تو اٹھ کر بیٹھ گیا، پھر باٹھ سے آٹکھ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ میری آٹکھ نے دیکھا، میری آٹکھ نے عبد الملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کو دیکھا ان کی آنسی آگ میں گھمی جا رہی تھیں، اس کے بعد تختے پر لیٹ گیا۔

مسور بن مخرمہ کی شہادت:

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ مسور بن مخرمہ پر غشی طاری ہوئی پھر افاقہ پا کر بولے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا، کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، عبد الرحمن بن عوف رفیق اعلیٰ میں ہیں، عبد الملک اور حجاج اپنی آنتوں کو جنم میں گھیت رہے ہیں۔

نوٹ:

یہ واقعہ عبد الملک اور حجاج کی حکومت سے بہت پہلے کا ہے کیونکہ حضرت مسور نے مکہ مکرمہ میں 64 ہجری میں وفات پائی اور حجاج کی حکومت تو اور بھی بعد کی ہے۔

ابن ابی الدنیا ایسی سند کے ساتھ جس میں ایک متمم راوی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں، ہم ایک مریض کے پاس بیٹھے تھے، اچانک اس کا جسم خنثا ہو گیا، ہم نے اس کو ڈھانپ دیا، اور ایک شخص کو فنون کا اہتمام کرنے کے لئے بھیجا، پھر بوقت غسل اس کے بدن میں حرکت ہوئی، ہم نے کہا جان اللہ ہم تو تجھے مردہ بکھہ چکے تھے۔ اس نے کہا ہاں میں مر چکا ہوں، اور مجھے قبر میں لے گئے ہیں، ایک خوبصورت اور خوش بودار انسان نے مجھے قبر میں رکھ کر کاغذوں سے ڈھک دیا ہے اسی اثناء میں ایک بد بودار کالی عورت نے ایک بزرگ کے سامنے میرے گناہ گنانے شروع کیئے، اس سے مجھ شرم آئی، میں نے کہا، اے بزرگ! خدا کا واسطہ کر کہتا ہوں آپ مجھ کو اور اسکو تباہ چھوڑ دیں تو اس نے میری بات مان لی پھر کہا، چلو میں تم سے مقدمہ لڑوں گی۔ چنانچہ وہ ایک

کشادہ مکان میں لے گئی، جس میں ایک طرف چاندی کی آبشار تھی، دوسرے گوشے میں ایک مسجد تھی، جہاں ایک شخص نماز میں مشغول تھا، اور سورہ نحل پڑھ رہا تھا، اسے قرأت میں تشبہ ہوا تو میں نے لقمه دیا، اس سے میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، کیا آپ کو یہ سورت یاد ہے، میں نے کہا ہاں! اس نے کہایا تو نعمتوں والی سورت ہے، پھر اس نے قریب سے ایک سرہانہ انٹھایا اور ایک صحیفہ نکال کر دیکھا، اتنے میں وہ کالی عورت بھاگ کر آئی اور بولی، اس نے فلاں فلاں گناہ کئے۔ تو اس کے جواب میں خوش شکل آدمی نے میری نیکیاں گنتا شروع کیں، اس نمازی نے کہایا ظالم شخص ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔ ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا۔ یہ سموار کو مرے گا۔ پس اس شخص نے کہا اگر سموار کو مر گیا۔ تو سمجھ لینا کہ بات بھی تھی اگر زندہ رہا تو یقین کرنا کہ ہذیان تھا، چنانچہ سموار کا دن آیا، وہ صحیح سلامت تھا، لیکن دن ختم نہ ہوا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔

ایک عورت کا بعد موت کلام کرنا:

ابن عساکر قرقہ بن خالد سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان کی ایک عورت فوت ہو گئی ہم نے اس وجہ سے اس کو دفن نہ کیا کہ اس کی ایک رگ حرکت کرتی تھی۔ بعد ازاں بول کر کہنے لگی، جعفر بن زیر نے کون سا نیک عمل کیا؟ حالانکہ جعفر اس کی یاد بخوبی پہلے فوت ہو چکے تھے۔ ہم نے کہا، جعفر تو کب کے فوت ہو چکے ہیں، کہنے لگی، بندامیں نے ان کو ساتویں آسمان پر دیکھا، فرشتے ان کی وجہ سے باہم مبارکبادیاں دیتے ہیں، اور میں ان کو ان کے کفن میں پہچان رہی ہوں، اور فرشتے پا کار پا کر کہہ رہے ہیں۔
اچھے عمل والا آیا اچھے عمل والا آیا۔

ایک اور واقعہ:

ابن ابی الدنیا صاحب بن حی سے روایت ہیں کہ مجھے میرے پڑوی نے بتایا۔ ایک شخص کی روح پرواز کر گئی پھر اس پر اعمال پیش کئے گئے، تو جن گناہوں سے اس نے توبہ کی تھی وہ نامہ عمل سے مٹ گئے اور جن سے مغفرت طلب نہ کی وہ برقرار رہے، حتیٰ کہ انار کا ایک دانہ

جو میں نے انھا کر کھایا اس کے بد لے میں بھی ایک نیکی لکھی گئی، ایک دن میں نے نماز باواز بلند پڑھی جسے میرے ہمایے نے سن لیا تو اس نے بھی متاثر ہو کر نماز پڑھی، جس کا ثواب میرے نامہ عمل میں لکھا گیا، ایک دن میں چند لوگوں کے پاس تھا، اسی اثناء میں ایک مسکین آیا، میں نے اسے ایک درہم دیا، مگر اس سے مجھے کوئی لفغ یا نقصان نہ ہوا۔

امام ابو بکر شافعی غیلانيات میں سلام بن اسلم سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے کہا میں، نفضل بن عطیہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ تک ایک اونٹ پر گیا، جب مقام فیداء سے چلے تو مجھے بیدار کیا، میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا، وصیت کرنا چاہتا ہوں، میں نے کہا آپ تو صحیح سالم ہیں، کہنے لگے میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے کہہ رہے ہیں کہ ہم کو تمہاری روح قبض کرنے کا حکم ہوا ہے۔ میں نے کہا اگر صبر کریں تو میں مناسک حج پورے کرلوں، کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے تمہارا حج قبول کر لیا ہے، پھر ایک نے دوسرے سے کہا انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کھولو، پس اس نے انگلیاں کھولیں تو دو کپڑے برآمد ہوئے جن کے بزرگ نے زمین و آسمان کی درمیانی فضا کو بھر دیا، پھر بولے یہ تمہارا جنتی کفن ہے، پھر لیٹ کر انگلیوں میں رکھ لیا سلام کہتے ہیں کہابھی ہم گھرنہ پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔

سعید بن منصور بحوالہ سفیان کہتے ہیں کہ سلمان کو کہیں سے ایک مشک ملی تو اپنی بیوی کے پاس رکھ دی۔ جب وقت اجل پہنچا تو پوچھا، میری امانت کہا ہے بیوی نے کہا، کہ میرے پاس ہے، کہا بھگوکر میرے بچھو نے کے اردو گرد چھوڑ دو، کیونکہ میرے پاس مقدس ہستیاں (یعنی فرشتے) آنے والی ہیں جو کھانے پینے سے پاک ہیں مگر خوشبو کو محسوں اور پسند کرتی ہیں۔

ابن الی الدین ابوبکرین سے نقل کرتے ہیں کہ جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو ملک الموت سے کہا جاتا ہے اس کے سر کو سو گھوو، وہ سو گھوکر بتاتے ہیں، اس کے سر میں قرآن کی خوشبو ہے، پھر کہا جاتا ہے۔ اس کے دل کو سو گھوو، وہ سو گھوکر کہتے ہیں، اس کے دل میں روزوں کی خوشبو ہے، پھر حکم ہوتا ہے اس کے پاؤں کو سو گھوو وہ سو گھوکر بتاتے ہیں اس کے قدموں میں قیام کی خوشبو ہے، ارشاد ہوتا ہے اس نے اپنے نفس کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ رکھا۔

حضرت داؤد بن ہند کا واقعہ:

امام بن ابی الدین اپنی کتاب "مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ" میں فرماتے ہیں حضرت داؤد بن ہند یکار ہوئے، تو کہنے لگے، میں نے موٹے سر اور موٹے کندھوں والے شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا، گویا زط (جث) ہے۔ میں نے پڑھا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا عَلَيْهِ رَأَيْحُونُ اور اس سے کہا، تو مجھے مارنا چاہتا ہے؟ کیا میں کافر ہوں؟ کیونکہ میں نے سن رکھا ہے کہ کافروں کی رو جیں ایک کالا فرشتہ قبض کرتا ہے۔

اسی دوران گھر کی چھت پہنچتی تو میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی، ایک سفید پوش شخص اتر کر میرے پاس آیا اس کے بعد دوسرا آیا، پھر دونوں نے کالے کو گردار آواز میں ڈالنا، جس کی وجہ سے وہ بھاگ کھڑا ہوا، اور دوسرا دیکھنے لگا، اور وہ دونوں اس کو مسلسل ڈالنٹے رہے، پھر ان میں سے ایک میرے سر کے پاس اور دوسرا پاؤں کے پاس بیٹھ گیا، سر ہانے بیٹھنے والے نے دوسرے سے کہا! ذرا چھو کر دیکھو، تو اس نے میری انگلیاں ٹوٹیں پھر کہا، ان انگلیوں کے ذریعے یہ کثرت نماز کے لئے جاتا تھا، پھر پائتھی کی طرف بیٹھنے والے نے کہا، ذرا تم بھی چھو کر دیکھو تو اس نے میرے جڑوں کو چھو کر کہا یہ ذکر خدا سے تر ہیں۔

حکیم ترمذی نوادرالاصول میں برداشت نصر بن سعید ابو قلابہ نے نقل کرتے ہیں، کہ ان کا ایک بھتیجا گناہ کا عادی تھا، یہاں ہوا، تو ابو قلابہ عیادت کو آئے، پھر روح نکلنے پر آئی تو کہا، آخر میرا بھتیجا ہے اس کے گناہ کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، کیوں نہ اس کی زندگی کی آخری رات اس کے پاس گزاروں؟ اسی اثناء میں دو کالے بھتیجے اس کے پاس آئے ان کے پاس کلہاڑا تھا۔ ابو قلابہ کہتے ہیں، ایک نے دوسرے سے کہا، اس کے قریب جا اور دیکھ کر کہا اس کے پاس کوئی نیکی ہے؟ چنانچہ وہ میرے بھتیجے کے قریب آیا، پہلے سر سو نگھا پھر پیٹ اور اس کے بعد پاؤں سو نگھے، پھر ساتھی سے جا کر کہا میں نے سر سو نگھا تو اس میں قرآن کی خوبصورتی پائی، پھر پاؤں سو نگھے تو وہ بھی رات کی نماز کی خوبصورتی سے خالی ہیں، پھر دوسرا شخص آگے بڑھا اور سر پیٹ اور پاؤں سو نگھے کر کہنے لگا، تجب ہے کہ امت محمدیہ سے تعلق

رکھتے کے باوجود ان خصلتوں سے محروم ہے۔ پھر منہ کھول کر اس کی زبان نجوزی تو اس سے اللہ اکبر کی آواز آئی، کہا یہ وہ سمجھیر ہے جو اس نے انطا کیہ کے مقام پر خلوص سے کبھی تھی۔ اس سے خوشبو آ رہی ہے۔ پھر روح قبض کر کے روانہ ہوئے۔ اس وقت میں نے سانسید فرشتہ سیاہ فرشتوں سے کہہ رہا تھا تم لوٹ چلو، تمہارا اس پر بس نہیں، جب صحیح ہوئی تو بوقلا ہنے اپنا مشاہدہ لوگوں سے بیان کیا تو لوگوں نے کہا یہ تو ناکیہ میں تھا، ابوکلا ہنے جواب دیا، بخدا میں نے فرشتوں کی زبان سے سنا کہ یہ انطا کیہ میں تھا، یہ سن کر لوگ جنازے پر بھوم کر آئے۔

ابوالقاسم بن مندہ کتاب الاحوال میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ مومن کی روح قبض کرتا ہے۔ تو ملک الموت کو وحی کر کے حکم دیتا ہے کہ میرے فلاں پندے کو سلام پہنچا پھر جب ملک الموت قبض روح کے لیے آتے ہیں تو کہتے ہیں۔ اے بندے تیرا پور دگار تجھے کو سلام کہتا ہے۔

مرزوqi، ابوالشیخ اور ابن ابی الدنيا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی، جب ملک الموت قبض روح کے لئے آتے ہیں تو کہتے ہیں اے مومن! تیرا پور دگار تجھے سلام کہتا ہے۔

مؤلف عفان الدین عن عرض کرتا ہے:

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَإِلَيْكَ يَرْجُمُ السَّلَامُ حَيْثَا رَبَّنَا
بِالسَّلَامِ وَأَدْخِلْنَا فَارَ السَّلَامَ تَبَارَكَتْ رَبَّنَا وَتَعَالَى يَتَّبَعُهُ ذَالْجَلَلِ وَالْكَرَامِ
اے عزیز! نقیر نے اس بات میں دونا مور برگزیدہ شافعی علماء امام ابن حجر عسکری اور امام جلال الدین سیوطی کی مستند کتابوں سے احادیث نقل کی ہیں، اس موضوع پر سادات حنفی کے ارشادات و اقوال بھی کافی ہیں، مگر غیر مقلدین حضرات احباب سے مردی احادیث کو قابل اعتاد نہیں سمجھتے بلکہ موضوع کہتے ہیں اس لیے شافعی علماء سے مردی احادیث کو پیش کیا ہے تاکہ ان کے لیے جھٹ ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ احادیث کو بھی ضعیف یا موضوع کہہ دیں، مگر جائے غم نہیں کیونکہ ان کا ذکر اخیار کے لئے ہے، اغیار کے لئے نہیں، ارشادات نبوت کو قبول کرنے کے لئے رحمانی روح چاہیئے جو یومنون بالغیب کی آئینہ دار ہو، نہ کہ حیوانی روح، بھلا

ان روایات و حکایات کے لئے ظاہر بینوں کی حیوانی روح کب لاائق خطاب ہو سکتی ہے۔

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

یہ لوگ آیت ذیل کی تصویر ہیں:

وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا
(اے رسول) تو انہیں دیکھے گا کہ تیری طرف
دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے۔

رَبَّنَا أَنَّا أَمَّنَا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا
الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ۔
اے ہمارے پروردگار بے شک ہم اس
کتاب پر ایمان لائے جو تو نے نازل کی اور
ہم نے رسول کی پیروی کی، اس لئے ہمیں
گواہوں میں لکھ لے۔

بظاہر یہ احادیث موضوع بحث (یعنی غائبانہ ندا) سے متعلق نہیں مگر انصاف کے ساتھ
گھری نظر سے دیکھنے والا اس کو مقصود بحث سے ہم آہنگ پائے گا۔

الحمد للہ آج سورخہ 30-1-2003 بروز جمعرات بوقت اذان مغرب، جبلہ باہر ابر
کرم کے چھینٹے پڑ رہے ہیں ان سطور کی تیپیش سے فراغت حاصل ہوئی۔

محمد عباز بن خبوع غفرانللہ

اصل چہارم تقلید شخصی

اے عزیز! اللہ تھجیے توفیق سعادت دے اور مقامات گرہی سے محفوظ رکھے، یہ حقیقت ذہن نشین کر لے کہ شرع شریف کے احکام ہم تک علمائے راخین اور صلحائے کاملین کی وساطت سے پہنچے، ان علماء و صلحاء و صلحار کے دو گروہ ہیں، محمد شین اور مجتہدین، محمد شین کا کام ہے۔ کہ وہ الفاظ حدیث کو پوری تحقیق کے بعد اور صحت کے ساتھ اگلی نسل تک پہنچانے کی بساط بھر کو شکش کرتے ہیں اس جماعت کے اکابر بفضل اللہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاً دے آئیں۔

مجتہدین کا کام ہے کہ وہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے احکام استنباط و استخراج کرتے ہیں، اس گروہ کے سر کردہ بزرگ بھی کامیاب رہے اہل عقل جانتے ہیں کہ عوام کا عبادات و معاملات میں عمل احکام پر ہے اور زمانہ رسالت سے دوری نیز ناخ و منسوخ، حکم و ماؤل، مقدم و مؤخر اور متفاہد و مخالف نصوص میں مطابقت و موافقت سے علمی کی وجہ سے اس زمانہ میں تقلید مجتہد کے بغیر گزارہ نہیں، جو قرب زمانہ، فور علم، کثرت روایات کمال تقویٰ اور جودت فکر کے اوصاف سے متصف ہو، حضرت سفیان بن عینہ فرماتے ہیں:

الْحَدِيدُّيَّةُ مُضِلَّةٌ إِلَّا الْفُقَهَاءُ۔ سوائے فقهاء کے کوئی حدیث سے صحیح مفہوم اخذ نہیں کر سکتا۔

یہ حوالہ امام بن امیر حاج کمی نے مدخل میں نقل کیا۔ اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ فقهاء ہی احادیث کے معانی سے کماحتہ آگاہ ہوتے ہیں، جیسا کہ امام ترمذی نے ”کتاب الجائز“ میں فرمایا، امام بن حجر قلائد میں اور ابن قیم اعلام المؤمنین میں لکھتے ہیں:

لَا يَجُوزُ لِإِجَادٍ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ كُسْتِيْخُصْ كے لیے جائز نہیں کہ کتاب و سنت الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مَالِمُ يَعْتَجِمُ سے (برہ راست) احکام اخذ کرے جب تک کہ اس میں شروط اجتہاد جمع نہ ہوں۔

فِيهِ شُرُوطٌ إِلَى جِتْهَادٍ
کفایہ میں ہے:

الْعَامِي إِذَا سَمِعَ حَدِيثًا لَّمْ يَسْلُمْ
أَنْ يَأْخُذُ بِظَاهِرِهِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ
مَصْرُوفًا عَنْ ظَاهِرِهِ أَوْ مَنْسُوخًا
بِخَلْفِ الْفَتْوَىِ.

تقریر شرح تحریر میں عبارت مذکورہ کے لفظ منسوخ کے بعد ہے:

بلہ اس کے لیے ضروری ہے، کہ فقهاء کی
طرف رجوع کرے۔

سید سہودی عقد فرید میں فرماتے ہیں:

قَدْ قَالَ مُحَقَّقُ الْحَنْفِيَّةِ الْكَمَالِ
بْنُ الْهَمَامِ نَقْلُ الْإِمَامِ الرَّازِيِّ
أَجْمَعَ الْمُحَقِّقُونَ عَلَىٰ مَنْعِ
الْعَوَامِ مِنْ تَقْلِيدِ أَعْيَانِ
الصَّحَابَةِ بَلْ يُقَلِّدُونَ مِنْ
بَعْدِهِمُ الَّذِينَ يَسِّرُونَ وَضَعُوا
وَذَوَّلُوا.

صاحب مسلم الشبوت فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْحُقَّاقُونَ عَلَىٰ مَنْعِ
الْعَوَامِ مِنْ تَقْلِيدِ الصَّحَابَةِ بَلْ
عَلَيْهِمُ اتَّبَاعُ الَّذِينَ يَسِّرُونَ
وَبَوَّبُوا وَهَذَبُوا وَنَقَحُوا وَفَرَّقُوا
عَلَّلُوا وَفَصَلُوا وَعَلَيْهِ ابْنَتِي ابْنِ
الصَّالِحِ مَنْعِ تَقْلِيدِ غَيْرِ الْأَئمَّةِ.

محققین کا اتفاق ہے کہ عوام کا تقلید صحابہ سے
منع کیا جائے گا، ان کے لیے ضروری ہے کہ
وہ آئمہ مجتہدین کی پیروی کریں، جنہوں نے
آسانی پیدا کر کے مسائل کی تبویب تہذیب
تنقیح، تفریق، تعلیل اور تفصیل کی، امام ابن
صلاح نے اسی کو بنیاد بنا کر غیر آئینہ کی تقلید
منوع قرار دی۔

شرح منهاج الأصول میں ہے:

قَالَ إِمَامُ الْعَرْمَيْنِ فِي الْبُرْهَانِ،
أَجْمَعَ الْمُحَقِّقُونَ عَلَى أَنَّ الْعَوَامَ
لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَعْمَلُوا بِمَذَاهِبِ
الصَّحَابَةِ بَلْ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَبَعُوا
مَذَاهِبَ الائِمَّةِ.

اس سے واضح ہوا کہ جو اس اجماع کو توڑتا ہے گراہ ہے۔ صحابہ کرام کی عدم تقلید کی وجہ یہ ہے کہ وہ امور جہاد اور ترقی اسلام میں مشغول رہے اور احادیث و تفاسیر کی کتابیں مدون نہ کر سکے، اس کے علاوہ ان کے دل انوار رسالت سے اس قدر منور تھے۔ کہ انہیں تدوین کتب کی ضرورت نہ تھی۔ اور ہر صحابی نور رسالت کی تابانی میں راہ راست پر گامزن تھا، پھر عصر آخراختام کو پہنچا اور اختلافات کی بہتات ہو گئی، تو ہر ایک دوسرے کے خلاف صحابہ کرام اور تابعین عظام کی سند لینے لگا تو طالیبان حق کوشید پر بیشتر لاحق ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس امت کے چار صاحب الحمقی علماء کو دین حق کی خدمت کے لئے منتخب فرمایا اور انہیں کمال احتیاط کے ساتھ استنباط احکام کی صلاحیت عطا فرمائی اور مخلوق کو ان کی تقلید کے سبب محراۓ ضلالات سے ہدایت کے راستے پر ڈال دیا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

وجوب تقلید کے دلائل:

وجوب تقلید اللہ تعالیٰ کے حسب ذیل ارشاد پاک سے ثابت ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِبِّعُوا اللَّهَ أے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور
وَأَطِبِّعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكُمْ اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور
مِنْكُمْ۔ اپنے اولی الامر کی۔

اس آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں، اور علماء مجتہدین میں مذکورہ چار بزرگوں کا شہرہ عام ہے، اس دعویٰ کی دو شقیں ہیں:

پہلی شق یہ کہ اولی الامر سے مراد علماء مجتهدین ہیں۔

دوسری یہ کہ علمائے مجتهدین یہی چاروں آئمہ مذاہب ہیں۔

پہلی شق کا ثبوت:

پہلی شق کا ثبوت یہ ہے کہ علمائے مجتهدین کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

وَلَوْ رُدَّدُهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى أَعْلَمِ اگر اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور **الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعِلَّمَهُ الَّذِينَ** اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع کرتے تو **يَسْتَبِطُونَهُ مِنْهُمْ**. ۸۳/۳ ضروران سے اس کی حقیقت جان لیتے۔

مراد یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد وہ لوگ ہیں جو نصوص سے احکام مستنبط کرنے کا علم و ملکہ رکھتے ہیں، جس طرح خلافائے راشدین اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لئے کہ یہ مفہوم استنباط کے لحاظ سے مسلم ہے نہ کہ حکومت کی جہت سے، کیونکہ اگر حاکم جاہل یا فاسق ہو یا کافر ہو اور امر الہی کے خلاف حکم دے تو اس کی اطاعت واجب نہیں، حدیث شریف میں ہے:

لَا طَاعَةَ لِمُخْلُوقٍ فِي مَغْصِيَةٍ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی فرمانبرداری نہیں۔
الْخَالِقُ.

ایک آیت کریمہ میں ہے:

فَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ اگر ماں باپ تجھے سے جھگڑا کریں کہ تو میرے **مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا** ساتھ شرک کر اس چیز کے ساتھ جس کا تجھے **عِلْمٌ نَّبِيْسَ تَوَانَ كَيْ اطَاعَتْ نَهَرَ** علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کر۔ **تُطِعُهُمَا.**

اس لیے اولی الامر سے حاکم مراد لینا مسلم نہیں، حدیث شریف میں بھی اولی الامر کے معنی کی تصریح موجود ہے، سنن داری کی روایت ہے:

خبرنا لعلی حدثنا عبد عطائے روایت ہے کہ اولی الامر سے مراد المالک عن عطاء قال اولی اہل علم و فتنہ ہیں۔

الاَمْرِيَّةِ اولیٰ العلَمِ وَالْفَقِیْهِ.

امام جلال الدین سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبْنَى عَبَّاسٍ حَضَرَتِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْوِيٌّ
قَالَ اولیٰ الامْرِيَّةِ أَهْلُ الْفِقْهِ هے کہ اولیٰ الامراہل فقه والہل دین ہیں۔
وَالدِّينَ.

اسی طرح تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۵۷، شرح مسلم از نوی جلد دوم صفحہ ۱۲۳ اور تفسیر معالم و
نیشاپور میں ہے۔ پس علماء مجتہدین کی تقلید میں قرآنی ثبوت اور اقوال علماء کے باوجود غیر
مقلدین کا قول کہ خدا اور رسول کی طاعت کے بغیر کسی کی طاعت و فرمانبرداری کرنا شرک و
بدعت ہے، کس قدر غلط بے معنی ہے۔

احادیث سے دلائل:

اب چکھا احادیث و جو布 تقلید کے سلسلہ میں ماعت کیجئے۔

حدیث اول:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو
یمن کا حاکم بنایا کہ بھیجا تو فرمایا:

کیف تقضی اِذَا عَرَضَ لَكَ قَصَاءً؟ جب کوئی مسئلہ آیا تو کس طرح فیصلہ کرو
گے۔

عرض کیا بکتاب اللہ اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر تم کو کتاب اللہ
میں وہ مسئلہ نہ ملا تو؟ عرض کیا بسنۃ رسول اللہ رسول اللہ کی سنت کے ساتھ، فرمایا اگر
سنت میں نہ ملا تو کیا کرو گے؟ عرض کیا آجتہہد براہی پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا،
بی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر باتھ مار کر فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَقَ رَسُولُ بَمًا سب تعریف اس ذات کے لئے جس نے
رَضِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کو اس

الله عليه وسلم، رواه چیز کے ساتھ موافقت کرنے کی توفیق دی جس الترمذی ابو داؤد والدارمی۔ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اولی الامر سے مراد مجتہد ہے اور اس کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ ہے۔

حدیث دوم:

الْعِلْمُ تَلَاثَةُ آيَةٌ مُحَكَّمٌ أَوْ سُنَّةً قَائِمَةً أَوْ فَرِيْضَةً عَادِلَةً رِوَاةً أَبُو داؤدَ وَابْنَ ماجِهٍ

علم تین ہیں، (۱) آیت مکمل، (۲) سنت فائسہ، (۳) فریضہ عادلہ (ابوداؤد، ابن ماجہ) داؤد وابن ماجہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں فریضہ عادلہ وہ ہے کہ اس کی نظر کتاب و سنت میں موجود ہو، یہ اجماع و قیاس کی طرف اشارہ ہے جو کتاب و سنت سے مستند و مرتبط ہیں، اس اعتبار سے ان کو کتاب و سنت کے مساوی اور معادل فرمایا اور فریضہ عادلہ سے ان کی تعبیر اس وجہ سے ہے کہ اس بات پر تنبیہ ہو کہ ان پر عمل کرنا واجب ہے، جس طرح کتاب و سنت پر عمل کرنا لازم ہے، پس حاصل حدیث یہ ہے کہ اصول دین چار ہیں کتاب و سنت اور اجماع و قیاس۔

حدیث سوم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب قاضی شریح کو قضاۓ کا منصب تفویض کیا تو فرمایا:

أَنْظُرْ فِي مَالَبَيِّنَ لَكَ فِي كِتَابٍ اللَّهُ صَرِيْحًا فَلَا تَسْئِلْ عَنْهُ أَحَدًا

كِتَابُ اللَّهِ مِنْ مُوْجَدٍ وَاضْعَ حَكْمٍ كُوْدِيْكَهُول جَاءَ تَوْبِهِرَ کَسِیْ سے نہ پوچھو اور حوصلہ جو

وَمَا لَمْ يَتَبَيَّنْ لَكَ فِي كِتَابٍ اللَّهُ فَاتِّبِعْ مَا فِيْهِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ

سَنَتُ رَسُولِ اللَّهِ كَیْ پیروی کرو، اور اگر سنت میں بھی واضح حکم نہ ملے تو اپنی رائے سے کام صلی اللہ علیہ وسلم و ان لَمْ يَتَبَيَّنْ لَكَ فِي السُّنَّةِ فَا جُتَهَدْ

(بیہقی)

فِيهِ بِرَأْيِكَ رواهُ البَيْهِقِيٌّ

حدیث چہارم:

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی مقدمہ لایا جاتا تو اس کے حل کے لیے کتاب اللہ میں غور کرتے، اگر ایسا حل مل جاتا تو فریقین کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرتے، اور اگر کتاب اللہ میں نہ ہوتا اور سنت رسول اللہ میں اس کی نظریہ ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے، اور اگر دونوں سے حل نکالنے سے عاجز رہتے تو باہر نکل کر مسلمانوں سے پوچھتے، پھر کسی معاملہ پر ان کی رائے پھر جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔

کان ابو بکر رضی اللہ عنہ اذا اُور دعَلَيْهِ الْخَصْمُ نَظَرَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ وَجَدَ مَا فِيهِ يَقْضِي بَيْنَهُمْ قَضَى بِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْكِتَابِ وَعَلِمَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ فِي ذَلِكَ الْأَمْرِ فَسُنَّةً قَضَى بِهِ فَإِنْ أَعْيَاهُ خَرَجَ فَسَالَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى أَنْ إِذَا اجْتَمَعَ رَأَيْهُمْ عَلَى أَمْرٍ قَضَى بِهِ (رواہ الدارمی)

حدیث پنجم:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور وہ قرآن میں ہوتا تو اس کو لیتے، قرآن میں نہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نظریہ میں تو اس کو اختیار کرتے، اگر سنت میں بھی نہ ہوتا تو حضرت ابی بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا طرزِ عمل دیکھتے، وہاں بھی اس کی مثال نہ ہوتی تو اپنی رائے سے فیصلہ کرتے ایک اور روایت میں ہے، دیکھتے کہ اس معاملہ میں لوگوں کی کیا متقدراۓ ہے تو اسی کو اختیار کر لیتے۔

كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسَ إِذَا سُئِلَ عَنِ الْأَمْرِ فَكَانَ فِي الْقُرْآنِ أَخْرَجَ بِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْقُرْآنِ وَكَانَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْرَجَ بِهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَعَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ أَمْرٌ بِرَأْيِهِ وَفِي رِوَايَةٍ نَظَرَ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ أَحَدَبِهِ (رواہ الدارمی)

دوسری شق کا ثبوت:

دوسری شق یہ ہے کہ مجتہدین علی الاطلاق یہی چاروں مشہور و معروف امام ہیں، اور خیر القرون سے اس زمانہ تک ساری امت کا ان چاروں کی تقلید و اطاعت پر اجماع ہے اور حدیث:

لَا يجتمعُ أَمّْيَّةٌ عَلَى الصَّلَاةِ أَوْ يَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَدَّ هَوَاءً جَهَنَّمَ مَيْمَانًا.

میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اللہ کا ہاتھ ہے جماعت پر، اور جو جماعت سے الگ شدَّ فِي النَّادِيَةِ

اس اجماع کی صحت پر کافی دلائل ہیں۔

دوسری دلیل:

وجوب تقلید کی دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یار شاد ہے۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أَنْاسٍ بِإِمَامِهِمْ . جس روز ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلا میں گے۔

قاضی بیضاوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

لَهُ بَمِنْ اِنْتَمْوَاهُ مِنْ نَبِيٍّ أَوْ يَعْنِي نبی یادی یہی پیشوائے ساتھ جن کی انہوں مُقْدِدُهُ فِي الْدِيَنِ . نے پیروی کی۔

یہی مضمون تفسیر مدارک میں ہے۔

تفسیر معالم میں ہے:

حضرت ابن عباس سے مردی ہے کہ لوگ عَنْ سعِيدِ بْنِ حِيْبَرِ عَنْ أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِإِمَامِ زَمَانِهِ الَّذِي دَعَا هُمْ إِلَى ضَلَالِهِ أَوْهَدَهُمْ وَعَنْ سعید بن المُسَبِّبِ کلْ قَوْمٍ يَجْتَمِعُونَ إِلَى رَئِيسِهِمْ فِي

اپنے زمانے کے امام کے ساتھ بلا میں جائیں گے جس نے ان کو گمراہی یا ہدایت کی طرف دعوت دی۔ حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے، کہ ہر گروہ جو خیر و شر کے

معاملات میں اپنے رئیس کے پاس جمع ہوتا
ہے (اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا)

الْخَيْرُ وَالشَّرِ.

تفیر حسینی میں ہے:

”یاں سے مراد وہ مقدم شخص ہے کہ جس کے مذهب کے مطابق انہوں نے اس کی
متابعت کی ہوگی چنانچہ ندا آئے گی اے شافعی، اے حنفی!“
پس امت کے اختلافی مسائل میں جو شخص مقتداء اور کامل و مکمل ہو، وہ اپنے تابع شخص
کا شفعی ہوگا، امام شعرانی میرزان میں فرماتے ہیں:

”ہمارے شیخ! شیخ الاسلام ناصر الدین القافلی رحمہ اللہ کو ایک صالح شخص نے خواب میں
دیکھا، پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا جب فرشتوں نے مجھ سوال
کے لئے بھایا تو ان کے پاس امام مالک تشریف لائے اور فرمایا کیا اس جیسے شخص سے بھی
ایمان کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت ہے؟ دور ہٹو، چنانچہ مجھ سے دور ہٹ گئے۔
اسی کتاب میں امام شعرانی فرماتے ہیں۔

صوفیا اور فقہاء سب اپنے مقلدین کی شفاعت کریں گے۔ وہ ہر ایک کو روح نکلنے کے
وقت متنکیر کے سوال، حرث، نظر حساب اور صراط کے وقت دیکھتے ہیں وہ ان سے کسی جگہ
غافل نہیں رہتے۔

جب مشائخ صوفیاء اپنے پیروں اور مریدوں کو دنیا و آخرت کے تمام احوال اور شدائد
میں ملاحظہ کرتے ہیں تو انہم مذاہب جو اوتادز میں اور اوتاددین ہیں اور شارع علیہ السلام کی
طرف سے امت پر ایمن ہیں کیوں اپنے مقلدین کی خبر گیری نہ کریں گے اس لئے اے
بھائی! ان انہم میں سے کسی کی تقلید کر کے اپنے دل کو خوش اور آنکھوں کو ٹھنڈا کر۔

مطلوب یہ ہے کہ روز قیامت ہر شخص کو اس کے امام کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا،
پس جس کا امام عالم مجتہد متورع اور متقدی ہو گا وہ اپنے مقلداً اور پیروکی کی شفاعت کرے گا، یہ
تمام اوصاف چاروں اماموں میں بدربرا اتم و اکمل موجود ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ آتَابَ إِلَيْهِ۔
اس آدمی کے راستہ کی پیروی کر جو میری
طرف رجوع لائے۔

اور باتفاق امت یہ تمام بزرگواران مُنِيبِينَ إِلَى اللَّهِ تَحْتَهُ اور ہم پران کی اتباع و
تقلید واجب ہے۔

وجوب تقلید کی تیسری دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُؤْمِنِينَ نُولَهُ مَا تَوَلَّهُ وَنُصْلِهُ
جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔
حوالی ایمان کے راستے سے الگ کسی راستے کی
پیروی کرے گا تو ہم اس کو پھیر دیں گے اس
راستے کی طرف جس کی طرف وہ پھر اور اس کو
جہنم میں داخل کریں گے اور براثکانہ ہے۔

تفسیر کبیر جلد سوم ص ۲۷۲ میں لکھا ہے:

امام شافعی سے ایسی آیت کریمہ کے متعلق پوچھا گیا جو دلالت کرتی ہو کہ اجماع جمعت
ہے تو آپ نے تین سواب قرآن حکیم کو پڑھایا ہاں تک اس مطلب پر دلالت کرنے والی یہ
آیت کریمہ پائی، تقریر استدلال اس طرح ہے کہ غیر سبیل المؤمنین کی اتباع حرام ہے اس
لیے ضروری ہے کہ سبیل المؤمنین کی اتباع واجب ہو۔ تفسیر مدارک میں اس آیت کے نیچے
تحریر ہے:

وَهُوَ دِلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْإِجْمَاعَ حُجَّةٌ
یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اجماع جمعت ہے
لَا يَجُودُ مُخَالَفُهَا كَمَا لَا يَجُودُ
اس کی مخالفت جائز نہیں جس طرح کہ کتاب
مَخَالَفَةُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔
و سنت کی مخالفت جائز نہیں۔

تفسیر بضاوی میں اسی آیت کا مفہوم لکھتے ہوئے کہتے ہیں:
وَالْآيَةُ تَدَلُّ عَلَى حُرْمَةِ مُخَالَفَةٍ
آیت دلالت کرتی ہے کہ اجماع کی مخالفت
حرام ہے۔
الاجماع۔

آگے فرمایا:

**إِذَا كَانَ اِتْبَاعُ غَيْرِ سَبِيلٍ جَبْ غَيْرِ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ كَيْ اِتْبَاعٌ حَرَامٌ هُوَ تُو
الْمُؤْمِنِينَ مُحْرَماً كَانَ اِتْبَاعُ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ كَيْ اِتْبَاعٌ واجِبٌ نَّهْرِيٌّ
سَبِيلِهِمْ وَاجِبًا.**

یہی وجہ ہے کہ علماء و صلحاء امت نے تقلید کو واجب اور غیر مقلدیت کو حرام لکھا ہے۔ پس ان علماء کا خلاف اس آیت کریمہ کے مخالف و مصادم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

**كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجْتُ لِلنَّاسِ تَمْ بُهْرِينِ اِمْتٍ هُوَ جَبْ لَوْگُوںَ کے لئے
تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ (اطور نمونہ) نکالا گیا تم نیکی کا حکم دیتے ہو
الْمُنْكَرِ اور بدی سے منع کرتے ہو۔**

علمائے امت ترک تقلید کو برائی سمجھتے اور اس سے منع فرماتے ہیں، پس جو کوئی ترک تقلید کو جائز سمجھے اور قول علماء کے خلاف چلے وہ آیت کریمہ کا منکر ہو گا۔

ایک اعتراض:

اگر یہ کہیں کہ غیر مقلدین کے گروہ مثلاً وہابیہ اور نیچریہ بھی جماعت مسلمین ہیں ان کی اتباع کافی ہے۔

جواب: ہم اس دعویٰ کے جواب میں کہیں گے کہ اس فرقہ کے علماء نے چار اصول دین میں سے دو کو بزعم خود لے لیا اور دو کو چھوڑ دیا اس طرح وہ اسلام کے سواد اعظم سے نکل گئے اور اہل سنت و جماعت سے دور جا پڑے پس دوزخ سے نجات کے لئے ان کی اتباع کافی نہیں، ورنہ تمام خواہش پرست گروہ مثل رفضی، خارجی معتزلی جبری اور قدیری یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اپنے مذهب کے علماء کے تابع ہیں، اس لئے غیر مقلدین کا جو جواب ان گمراہ فرقوں کے لئے ہو گا وہی جواب مقلدین کا غیر مقلدین کے رد میں ہے۔

وجوب تقليد کی چوتحی دلیل:

ارشاد ربانی ہے:

فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا اِحْلَ ذِكْرٍ سَبَقْتُمْ بِهِ فَلَا يَعْلَمُونَ.

اس آیت کریمہ میں تین باتیں غور طلب ہیں۔

(۱) سوال کرنا، (۲) اہل ذکر سے سوال کرنا نہ کہ ہر کس و ناکس سے سوال کرتا،

(۳) جھالت اور عدم آگاہی کے وقت سوال کرنا۔

اس کی تفصیل ہے کہ جس کو قرآن و حدیث سے مسئلہ مستیاب نہ ہوا سپر لازم ہے کہا
اپنے مذہب کے مجتہد سے سوال کرے، پھر جو سوال کرے اور جواب پا کر مجتہد کے قول پر عمل
پیرا ہو تو مستقلًا ثابت ہوگا۔ یا وہ سوال نہ کرے یا قول مجتہد پر عمل نہ کرے تو غیر مقلد ٹھہرے
گا اہل ذکر کون ہیں؟ باقی یہ مسئلہ شقیع طلب ہے کہ اہل ذکر سے کون مراد آیا؟ امام مذہب؟ یا
ہر نیم خوانندہ ملا؟

اس مسئلہ میں ایک حدیث مردوی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
زبان اقدس سے سنا، آپ فرمائے تھے بے شک آدمی نماز پڑھتا ہے روزہ رکھتا ہے حج کرتا
ہے اور جہاد کے لئے نکلتا ہے غرودہ منافق ہوتا ہے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اس پر منافق کس
راستے سے داخل ہوا فرمایا:

لِطَغْيَةٍ عَلَى اِمَامِهِ وَامِامَهُ اَهْلُ اِپنے امام پر طعن کی وجہ سے اور اس کا امام
الذکر (ابن مردویہ) صاحب ذکر ہے۔

اس سے معلوم ہو کہ اہل ذکر سے مراد صاحب امر ہے، جس کا دلیل اول میں ذکر
ہو چکا، کہ اولی الامر صحیح قول پر علمائے راشخین اور امامان مذاہب اربعہ ہیں۔ ان کی

شان میں آیات:

وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا اولُوا الْبَأْبَابُ
نَصِيحَتْ نَبِيِّنَسْ كَبَرْتَ تَمَرِّا مِنْ أَهْلِ دَانِشِ سَرْفِ عَقْلِ
يَتَذَكَّرُ اولُوا الْبَأْبَابُ فَاعْتَبِرُوا يَا
وَالَّذِي نَصِيحَتْ حَاصِلٌ كَرْتَ تِيْزِ هِنْ آنَكْهُ وَالَّذِي
اولِي الْابْصَارِ
عِبْرَتْ سَكَمْلُو.

صادق آتی ہیں نہ کہ وہ جوفاری اور اردو کی چند سطیریں پڑھ لیں اور کوچے زہد و تقویٰ سے
نابلد علمائے راہکاریں کی راہ سے بے خبر، اپنی رائے سے قرآن و احادیث کی تفسیر کرنے لگیں،
حدیث میں ہے۔

جَوْلُمْ كَعَبَرْ قَرْآنِ حَكِيمَ كَتَفِيرَ كَرَهَ وَهُوَ اپَنَا
مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
فَلَيُبَتَّوَاهُ مَقْعَدَةً مِنَ النَّارِ
(ترمذی)

ایک اور حدیث ہے:

إِنَّمَا لَمْ يَمْكُرْ عَالِمًا إِلَّا خَدَّ النَّاسُ
رُوَسًا جُهَالًا فَسَنَلُوا فَأَفْتَوَاهُ بِغَيْرِ
عِلْمٍ فَضَلُّوا وَ أَضَلُّوا (متفق
عليه)

یہ لوگ ان احادیث کے مصدق ہیں۔

مَكْلُوَةٌ شَرِيفٌ میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ ہم ایک سفر میں نکلے تو ہم میں سے ایک
شخص کے سر پر پتھر لگا اور وہ زخمی ہو گیا۔ بعد ازاں اس کو احتمام ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں
سے پوچھا کیا میرے لئے تم کی رخصت ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ تم پانی پر قدرت
رکھتے ہو اس لئے ہم تمہارے لئے رخصت نہیں پاتے، چنانچہ اس نے غسل کیا تو اس کی
موت واقع ہو گئی۔ پھر جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے

تو سارا قصہ بیان کیا آپ نے سن کر فرمایا:
 قَتْلُوْهُ قَتَّلَهُمُ اللَّهُ أَلَا سَأَلُوا
 إِذَا لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيْ
 السَّوَالُ.

اس کے ساتھیوں نے اسے قتل کر دیا اللہ
 انہیں قتل کرے انہیں مسئلہ کا علم نہ تھا تو انہوں
 نے پوچھ کیوں نہ لیا کیونکہ عدم آگاہی اور عجز
 کے اس مرض کا علاج تو سوال ہی ہے۔

دیکھئے صحابہ کرام مجتہدین صحابہ کرام سے پوچھیے بغیر فتویٰ دے کر اس قدرت عتاب
 کے مستحق ہوئے کہ حضور نے ان کے لیے لهم اللہ ارشاد فرمایا پس اس زمانہ کے نیم خواندہ
 لوگوں کی حالت پر افسوس کہ علمائے رائخین کے اقوال چھوڑ کر اپنی رائے سے قرآن و
 حدیث کی تفسیر کرتے اور عموم الناس کا ایمان بر باد کرتے ہیں ان کو تو دین کا رہنماز یادہ
 مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے برے عقیدے سے محفوظ رکھے۔

حضرت ابن سیرین سے روایت ہے:

إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوهُ أَعْمَنْ
 بے شک (قرآن و حدیث کا) یہ علم دین ہی
 دیکھ لو کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو؟
 تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ.

(مسلم، داری)

جلیل القدر صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
 عنہ کی موجودگی میں فتویٰ انہیں دیتے تھے اور فرماتے تھے۔

لَا تَشَأْلُونِي مَآدَاهَ هَذَا الْجِبْرُ جب تک یہ عالم (حضرت عبد اللہ) تمہارے
 درمیان موجود ہیں مجھ سے دیئی مسائل نہ پوچھو۔
 فِيْكُمْ (مشکوا)

وہ یہ تھی کہ حضرت ابن مسعود حضرت ابو موسیٰ اشعری سے زیادہ بڑے فقیہ تھے۔

حضرت امام شافعی اپنی جلالت قدر کے باوجود جب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ
 کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے تو نماز فجر میں قوت اور نماز میں رفع یہ دین ترک کر دیتے کسی

نے اس پر سوال کیا تو فرمایا:

آدُبَنَا مَعَ هَذَا الْإِمَامَ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ اس امام کے ساتھ ہمارا ادب واقرار اس سے نَظَهْرَ خِلَافَةٍ بِحَضْرَتِهِ (مرقاۃ کہیں زیادہ ہے کہ ان کی بارگاہ میں مخالفت شرح مشکواۃ) کا اظہار کریں۔

یہ ہے امام عظیم کی عظمت و شوکت، کیا کیا جائے کہ اس عظمت و شوکت کو جانے کے لئے امام شافعی جیسا مرد چاہئے۔ جو آپ کو قبر میں زندہ جان کر آپ کے حضور اپنے مذهب پر عمل نہیں کرتے۔

ہاں ان نیک مردوں کو تفقید فی الدین بتامہ حاصل تھا، اور وہ اس حدیث کے مصدق تھے۔
مَنْ يَرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُقَرِّهُ فِي اللَّهِ تَعَالَى جس کے ساتھ بھائی کا ارادہ فرماتا
الدِّينِ (یخاری) ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

اس لئے شرع شریف کے احکام فقیر کامل اور مجتهد مذهب سے پوچھتے جائیں نہ کہ اہل حدیث اور اہل تفسیر سے کہ بموجب کل میسر لاما خلق لہ۔

ہر ایک کو کسی خاص کام کے لئے تیار کرتے ہیں۔ انہے حدیث تصحیح احادیث اور تقدیر و رواۃ کے ذمہ دار ہیں اور علمائے تفسیر قرآن حکیم کے معانی بیان کرنے پر مقرر ہیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں گروہوں کو ہماری طرف سے نیک جزادے کیونکہ انہوں نے اپنی ذمہ داری نبھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب رہے ہیں۔

فقہاء مجتهدین کا کام ہے کہ وہ قرآن و احادیث کی نصوص سے احکام کا اخراج کرتے ہیں، انہوں نے اس منصب کو پایہ کمال تک پہنچایا اور وفور علم اور کمال تقویٰ کے ذریعے ہم دور افتدگان کے لئے راہ آسان کر دی، تناقض نصوص کے درمیان مطابقت پیدا کی، حکم کو ماؤں سے شناخت کیا، موخر کو مقدم سے اور ناخُ کو منسوخ سے میزیز کیا۔ اسی وجہ سے شرق و غرب اور جنوب و شمال کی ساری امت مرحومہ نے ان انہے کی تقلید کو دل و جان سے پسند کیا اور ان مقتداوں کی حاشیہ برداری کو اپنی سعادت سمجھا، علماء، فضلاء، صلحاء، افتیاء، اولیاء

اقطاب، اوتاد، اور جملہ طالبان راہ حق اور عاشقان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو ان شہسوار ان میدان شریعت کے حوالے کیا۔ جب ان محمد شین و مفسرین و مجتہدین کے مفردات اقوال بہم ملے تو اس مجنون کا نام شریعت محمدی ہوا، اس لئے ہم کم علموں اور دور افتادوں کے لئے ان اماموں کی اقتداء واجب ہے، اور راہ نجات تھی ہے یا خواہش نفسانی کے بموجب قرآن شریف کی تفسیر کو اپنی رائے کا باز پچھہ بنانا، اور احادیث نبویہ کی تشریح اپنی فاسد رائے سے کرنا راہ نجات ہے، ہرگز نہیں بخدا مقتدا یا ان دین کی پیروی راہ نجات ہے۔

اولِئَكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فِيهِمَا يَبِلُوكُ هُنْ جَنَاحِ اللَّهِ عَلَىٰ نَهْدَاهُتْ سَعَيْهُمْ نَوَازِ اَسْ لَيْهُ اَسْ كَيْ ہَدَاهِتْ کَيْ اقتداء کر۔

سوال: اگر غیر مقلدین کہیں مان لیا کہ اولی الامر سے مراد مجتہدان مذاہب ہیں اور اہل ذکر ہیں جن کی تقلید و اطاعت کے ہم مامور ہیں، مگر کسی خاص شخص کی تقلید یا سب کی تقلید کہاں سے معلوم ہوگی؟ بلکہ ہمارا عمل اگر ان چاروں کی تقلید سے باہر نہ ہو تو تقلید کے لئے کافی ہوگا۔

جواب: ہم کہتے ہیں، دو یا تین چار ائمہ کی تقلید ممکن نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فروعی احکام میں ان مجتہدین کا اختلاف بہت ہے، ایک فعل کو کسی امام نے واجب قرار دیا تو دوسرے نے حرام کہا مثلاً امام عظیم کے نزدیک خون کا نکالنا ناقض و ضو ہے جبکہ امام شافعی کے نزدیک ناقض نہیں، عورت کو چھوٹا امام شافعی کے نزدیک ناقض و ضو ہے جبکہ امام عظیم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناقض و ضو نہیں، اسی طرح کے اختلافات امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے ساتھ ہیں۔ پس اگر امام عظیم کے قول کے مطابق عمل کرے گا تو دیگر آئمہ کی مخالفت لازم آئے گی۔ اور اگر دیگر آئمہ کی پیروی کرے گا تو امام عظیم کی مخالفت ہوگی پس اختلافی مسائل میں چاروں اماموں کی تقلید ممکن نہیں، یہی معاملہ ہے دیگر تینوں اماموں کا، اور سوائے ایک امام کی تقلید کے بغیر کوئی صورت تقلید نہیں، اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔

ایک اور سوال: اگر کہیں کہ بعض مسائل میں ایک امام کی بعض میں دوسرے کی اور کچھ میں

تیرے کی یونہی چند مسائل میں چوتھے کی تقید کر لیں تو ہم دائرہ تقید سے باہر نکلیں گے۔

جواب: ہم کہتے ہیں یہ تو دین میں تماشا ہوا، اور وہ حرام و منوع ہے، حدیث شریف میں ہے۔

”منافق کی مثال عازمہ (زکی خواہش مند) بکری کی ہے جو دور یوڑوں کے درمیان

بھاگتی ہے کبھی اس طرف کبھی اس طرف۔ (مسلم)

دوسری حدیث ہے:

بدترین آدمی وہ ہے جس کے دورخ ہوں، ان لوگوں کے پاس ایک رخ سے آئے اور

ان کے پاس دوسرے رخ سے، (بخاری)

ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی صادق آتا ہے:

إِنَّمَا النَّسَيْرُ زَيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضِلُّ نسی کفر میں زیادتی کا نام ہے اس سے
بِهِ الْذِينَ كَفَرُوا يُحَلَّوْنَهُ عَامًا کافروں کو گمراہ کرتا ہے وہ ایک سال اس کو
وَيَعْرِمُونَهُ عَامًا. حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام۔

ہمارے زمانے کے خلافی مولویوں کی یہی حالت ہے، دوسال پہلے ولایت کپڑے پہننا اور حکومتی منصب حاصل کرنا ان کے نزدیک حرام تھا اور اب وہ سب حلال ہیں، اور اس پر عمل کرتے ہیں پہلے افغانستان کی طرف ہجرت کوفرض کہتے تھے جس کی وجہ سے ہزاروں لوگ بے خانماں اور بر باد ہو گئے اب چھ ماہ کے بعد یہ ہجرت حرام ہو گئی ہے، اسی پر دیگر مسائل کو قیاس کر لیجئے یہ دین میں ملاعِب نہیں تو اور کیا ہے؟

نوٹ: تحریک ہجرت کے جذباتی اقدام سے مسلمانان ہند کو جو نقصان پہنچا، اس کی نشاندہی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان بریلوی نے اپنے بصیرت افروز ارشادات میں فرمادی تھی مگر ظاہر ہیں اس کو انگریز کی وفاداری سے تعبیر کر کے حقیقت کا منہ چڑا رہے تھے اب جبکہ جذبات کا ریالا گزر گیا اور پروپیگنڈے کی دھول بیٹھ گئی ہے معاصر مورخین اس جذباتی اقدام کو نتائج کے اعتبار سے غلط قرار دے رہے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت کی بصیرت کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ (محمد اعجاز جنوبی)

وجوب تقلید میں علماء کی عبارات

شیخ ابن الہمام تحریر الاصول میں شیخ ابن حاجب مختصر الاصول میں اور صاحب درمحتر، درمحتر میں بالفاظ متقارب لکھتے ہیں۔

عمل کے بعد تقلید سے پھرنا بالاتفاق منوع
آن الرَّجُوعُ عَنِ التَّقْلِيدِ بَعْدِ
الْعَمَلِ مَمْنُوعٌ بِالْإِلْتَفَاقِ.
صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں۔

مقلد امام ابو حنیفہ پر آپ کے قول کے
مطابق عمل کرنا واجب ہے دوسرے کے قول
عمل کرنا جائز نہیں جیسا کہ شیخ قاسم نے تمام
اصولوں سے اس قول کی صحیح نقل کی کہ عمل کے
بعد تقلید سے پھرنا جائز نہیں۔
تو جب علی مقلد ای ای حنیفہ
العمل به ولا يحوز له العمل بقول
غیرہ كما نَقَلَ الشَّيْخُ قَاسِمُ فِي
تَصْحِيحِهِ عَنْ جَمِيعِ الْأَصْوَلِيِّينَ
انه لا يَصِحُ الرَّجُوعُ عَنِ التَّقْلِيدِ
بَعْدِ الْعَمَلِ بِالْإِلْتَفَاقِ.

مسلم الثبوت میں عبدالبرماکی سے منقول ہے۔

آن تَتَّبِعَ رَخْصِ الْمَذَاهِبِ غَيْرِ
جَائِزٍ بِالْجَمَاعِ.
مختلف مذاہب کی رخصتوں کی تلاش میں پڑنا
بالجماع ناجائز ہے۔
جَمِيعِ الْأَجْمَارِ مِنْ لَكَھْتے ہیں:

علماء اصول نے اس بات سے منع کیا،
بعض آئمہ سے منقول ہے کہ جو ہر مذہب کی
آسان باتوں کی تلاش میں رہے اس کو فاسق
قرار دیا جائے گا۔
لِكِنْ مَنَعَةُ الْأَصْوَلِيِّينَ لِلْمُصْلِحَةِ
وَ حِكَمِهِ عَنْ بَعْضِ الْإِلْمَةِ آنَّ مَنْ
اُخْتَارَ مِنْ كُلِّ مَذَهَبٍ مَا هُوَ أَهُونُ
يُفَسَّقُ

امام شعرانی میزان میں تحریر فرماتے ہیں:

سمعت علياً الخواص رحمة الله
عليه يقول امر علماء الشريعة
بالتتراء مذهب معين تقريراً
للطريق.
میں نے حضرت علی الخواص کو فرماتے سنا کہ
علمائے شریعت نے قرب را کے لئے التزام
مذہب معین کا حکم دیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انصاف میں لکھتے ہیں:

بَعْدَ الْمَائِتَتَيْنِ ظَهَرَ فِيهِمْ
الْمُتَذَهِّبُ لِلْمُجَتَهِدِينَ يَا عَيَّانَهُمْ
وَقَلَّ مَنْ كَانَ لَا يَعْتَدُ عَلَى
مَذَهِّبٍ مُجَتَهِدٍ بِعِيْنِهِ وَكَانَ هَذَا
هُوَ الْوَاجِبُ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ (انتهی)
دو سال کے بعد مسلمانوں میں انہے مذاہب
کی تقیید ظاہر ہوئی اور کم ہی کوئی رہا جس کو کسی
خاص مجتهد کے مذہب سے واپسی نہ ہوا اور یہ
اس زمانہ میں واجب تھا۔

رَأْمَ الْحَرْوَفَ كَہتا ہے کہ چونکہ خیر القرون کے متصل زمانے میں تقلید واجب تھی اس
لئے اس زمانہ میں تو بطریق اولیٰ واجب ہے، ملاعی قاری رسالہ تشیع الفقهاء میں لکھتے ہیں:
بَلْ وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يَعْيَّنَ مَذَهِّبًا عَامِيٌّ پُرِّ واجب ہے کہ وہ ان مذاہب چار گانے
من ہڈہ المذاہب میں سے کسی خاص مذہب کی تقلید کرے۔
تفسیر احمد میں ہے:

إِذَا التَّزَمَ مَذَهِّبًا يَحِبُّ عَلَيْهِ أَنْ
يَذْوَمَ عَلَى ذَلِكَ وَلَا يَتَنَقَّلُ عَنْهُ
إِلَى مَذَهِّبٍ أَخْرِيٍّ.
جب کسی خاص مذہب کا التزام کر لیا تو اس پر
واجب ہے کہ اس پر قائم رہے اور دوسرے
مذہب کی طرف منتقل نہ ہو۔

شیخ ابن الحمام فتح القدير میں لکھتے ہیں:

فَبِهَذَا ظَهَرَ أَنَّ الصَّوَابَ مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ ابْوَحْنِيفَةَ وَأَنَّ الْعَمَلَ عَلَى
الْمُقْلِدِ وَاجِبٌ وَالْأَفْتَاءُ بِغَيْرِهِ لَا
اس سے ظاہر ہوا کہ صحیح وہ ہے جس کی طرف
امام ابوحنیفہ گئے اور اس پر عمل کرنا واجب
ہے اور مفتیان کے لیے قول امام کے غیر پر

يَجُوَّلُهُمْ . فَتَوْيٌ دِينًا جَانِزٌ نَبِيْسٌ -

فَتَوْيٌ عَالَمِيْرِي مِنْ هِيْ:

حَنْفِيٌ ارْتَحَلَ إِلَى مَذَهَبِ الشَّافِعِي
يُعَزَّزُ كِذَافِيْ جَوَاهِرِ الْاخْلَاطِي
حَنْفِي جَبْ مَذَهَبِ شَافِعِيْ کِي طَرْفِ چَلَا جَائَ تَوْ
اسِ کُو تَعْزِيرِيْ کِي جَائَ جَوَاهِرِ افْلَاطِي مِنْ اسِي
طَرْحِ ہے۔

شَرْحِ اشْبَاهِ مِنْ هِيْ:

وَ فِي الْفَتْحِ قَالُوا أَنَّ الْمَنْتَقِلَ
مِنْ مَذَهَبٍ إِلَى مَذَهَبٍ بِالإِجْتِهَادِ
وَالْبُرْهَانُ إِلَّمْ فَيَسْتُوْجِبُ
الْتَّعْدِيْرُ فَبِلَا إِجْتِهَادٍ وَ بُرْهَانٍ
أَوْلَى . فَتَوْيٌ عَالَمِيْرِي مِنْ هِيْ:
فِي الْقَدْرِيْ مِنْ هِيْ، عَلَمَاءُ فَرْمَاتَے ہیں کہ اجتہاد
اوْر دلیل کے ساتھ ایک مذہب ہے دوسرے
مذہب کی طرف جانے والا گناہ گار ہے اور
لاائق تعزیر ہے، تو جو بغیر دلیل واجتہاد کے
مذہب تبدیل کرے وہ تو بطریق اولی گناہ
گار اور مستوجب تعزیر ہو گا۔

قِهْنَانِيْ نقَايِيْ شَرْحِ ہَدَى يَكِيْ کِيْ کتابِ القَنَاءِ مِنْ لَكَھْتَے ہیں:

قَالَ ابُو بَكْر الرَّازِي لِوَقْضِي بِخَلَافِ
مَذَهَبِهِ مَعَ الْعِلْمِ لَمْ يَجْزُفِي
غَيْرُ الْمُجْتَهَدِ الْمُطْلَقِ وَلَوْ كَانَ
عَالِمًا يَلْزَمُهُ التَّقْلِيدُ لِمُجْتَهَدٍ .
جَانِزَةٌ ہو گا۔

شَرْحِ مُسْلِمِ الثَّبُوتِ ص ۲۲۲ مِنْ هِيْ:

غَيْرُ الْمُجْتَهَدِ الْمُطْلَقِ وَلَوْ كَانَ
عَالِمًا يَلْزَمُهُ التَّقْلِيدُ لِمُجْتَهَدٍ .
لَئِنْ مجْتَهَدٌ کی تقلید لازم ہے۔

امام شعرانی میزان کے صفحہ ۲۲۲ پر لکھتے ہیں:

فَإِنْ قُلْتَ فَهُلْ يَحْبُّ عَلَى
الْمَحْجُوبِ عَنِ الْإِطْلَاعِ عَلَى
الْعَيْنِ الْأَوَّلِ لِلشَّرِيعَةِ التَّقْلِيدِ
اگر تم کہو کہ کیا عین شریعت سے آگاہی نہ
رکھنے والے کو کسی مذہب معین کی تقلید
واجب ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں

بِمَذْهَبِ مَعْيِنٍ قَالَ جَوَابٌ يَجْبُ
وَاجِبٌ هُوَ تَاَكَ وَهُوَ خَوْدَمَرَاهُ نَهْ هُوَ اُورَ
عَلَيْهِ ذَلِكَ إِنَّمَا يَضِلُّ نَفْسَهُ
وَدُوسِرُونَ كُوْمَرَاهُ نَهْ كَرَے۔
وَيَضِلُّ غَيْرَةً۔

روالختار جلد چہارم میں ہے:

لَيْسَ لِلْعَامِيَ أَنْ يَتَحَوَّلَ مِنْ
مَذْهَبٍ وَيَسْتَوِي فِيهِ الْحَنْفِي
وَالشَّافِعِيَّ

عَامِيٌّ كَوَاْجَازَتْ نَبِيِّنَ كَوَهُ مَذْهَبٌ كُوْجَوزُ
كَرَوْ سَرَانَدَهُ بِ اختِيَارِ كَرَے اَسْ مِنْ حَنْفِي اُورَ
شَافِعِي بِراَبِرَ ہُنِّیں۔

مَوْلَفُ رسَالَةِ كَهْتَاَ ہے، اَسْ عَبَارَاتِ مِنْ عَامِي، مُجَهَّدٌ كَمَقَابِلَهِ مِنْ آيَاتِ جَسِيَا كَه اوپَرَ
کَيْ عَبَارَاتِ سَهْ طَاهِرَ ہے مَلَاعِلِ قَارِي شَرِحِ عَيْنِ الْعِلْمِ مِنْ لَكَھَتَهِ ہُنِّیں۔

فَلَوْ التَّزَمَ أَحَدٌ مَذْهَبًا كَائِنِي
حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيَّ فَلَا يُقْلِدُ
غَيْرَهُ فِي مَسْأَلَةِ مِنَ الْمَسَائِلِ۔
اَگرْ كَوَلَى كَسِيْ خَاصَ مَذْهَبٌ مُثَلَّاً مَذْهَبٌ حَنْفِيْ یا
مَذْهَبٌ شَافِعِيَّ سَهْ وَاسِتَهُ ہو جَاءَ پَھْرَ اَسَ
کَيْ لَئَے جَازَنَبِنِیں کَسِيْ مَسْلَهِ مِنْ دَوْسَرَے
مَذْهَبٌ کَيْ تَقْلِیدَ كَرَے۔

شَاهِ ولِي اللَّهِ عَقْدَ الْجَيْدِ مِنْ لَكَھَتَهِ ہُنِّیں:

إِنَّمَا يَجْتَمِعُ الْأَثَاثُ الْإِجْتَهَادُ لَا
يَجْبُوُ لَهُ الْعَمَلُ عَلَى الْعَدِيدِ ثِ
بِخَلَافِ مَذْهَبِهِ لَالَّهُ لَا يُؤْدِرِي أَنَّهُ
مَنْسُوخٌ مَوْلُ اَوْمَحْكَمٌ عَلَى
ظَاهِرِهِ وَمَمَالٌ إِلَى هَذَا قَوْلِ اَبْنِ
حَاجِبٍ فِي مُخْتَصِرِهِ وَتَابِعَوْهُ۔
جَبْ آدِی مِنْ شَرَاطِ اِجْتَهَادِ حَجَّ نَهْ ہوں تو اَسَ
کَيْ لَئَے اَپَنَے مَذْهَبٌ کَيْ خَلَافِ حَدِيثٍ پَرْ
عَمَلَ كَرَنَا جَازَنَبِنِیں، کَيْ نَكَهَ اَسَ كَوْ مَعْلُومَنِیں کَ
وَدَحَدِيثٍ مَنْسُوخٍ ہے یا اَپَنَے ظَاهِرٍ پَرْ حَكْمٌ ہے
اَسَ قَوْلُ کَيْ طَرَفِ اَبْنِ حَاجِبٍ
مُخَقْرِمِیں او رَاسَ کَتَابِعِینَ گَئَے ہُنِّیں۔

حضرت شَاهِ ولِي اللَّهِ بَلْوَی رسَالَةِ فَوْضِ الْحَرَمَیْنِ مِنْ فَرَمَاتَهِ ہُنِّیں:

عَرَفَنِی رسولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهْ مَجْهَيْ آگَاهِی عَطَا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَذْهَبَ فَرَمَائِی کَه مَذْهَبٌ حَنْفِی اَیکَ عَمَدَه رَاستَهُ ہے جَوْ

الْحَنْفِي طَرِيقَةُ اِنِيْقَةٌ وَهِيَ اوْفَقُ
الْطَّرِيقِ بِالسَّنَةِ الْمَعْرُوفَةِ الَّتِي
جَمَعَتْ وَ نُقْحَتْ فِي زَمَانِ
الْبَخَارِيَّ وَاصْحَابِهِ.

حضرت داتا تاگنج بخش لاہوری کشف الحجب میں فرماتے ہیں کہ:

”حضرت سید معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ تو عرض کیا:

یار رسول اللہ! آپ کو کہاں تلاش کروں۔

فرمایا: ابوحنیف کے علم کے پاس۔

صاحب تحریر اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:

لَا يَرْجِعُ عِمَاقَلَدُ فِيهِ (اى عمل مقلد) تَقْدِيمِي مَسَأَلَ مِنْ بَالًا تَقَالِ اپنے طرز
بِهِ اتَفَاقَأً عمل سے نہیں پھرے گا۔

مولانا عبدالسلام جوہرہ میں کہتے ہیں:

انعقد الاجماع علی ان مَن قَلَدَ فِي اس بات پر اجتماع منعقد ہے کہ جس نے
الفروع و مسائل الا جتہاد واحداً فروعی اور اجتہادی مسائل میں ائمہ اربعہ میں
من هُوَلَاء بَرِي من عهدة سے کسی امام کی تقلید کی تو ان مسائل میں وہ
التکلیف به فیما قلد فيه۔ شرعی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رسالہ بداؤ معاویہ میں فرماتے ہیں:

”آخراً امර اللہ تعالیٰ نے رعایت مذہب کی برکت سے، تو ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب
کو اختیار کرنا الحادیہ، ترک قرأت ماموم کے مسئلہ میں خنی مذہب کی حقانیت ظاہر کی۔“ ای آخرہ
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر میں آیت لَا تَجْعَلُوا اللَّهِ أَنْدَادًا کے
تحت لکھتے ہیں:

”وہ لوگ جن کی اطاعت دنیا میں حکم خدا فرض ہے چھکروہ ہیں، ان میں سے مجہد ان شریعت اور مشائخ طریقت ہیں۔“

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کتاب کیمیائے سعادت کی بحث آداب الامر میں تحریر فرماتے ہیں:

”اپنے فقہی مذہب کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔“

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں:

”اب خانہ شریعت ان چار مذاہب سے عبارت ہے جو کوئی ان میں سے کسی راہ کو اختیار کرے اور کسی دہلیز سے وابستہ ہو جائے تو وہ حق سے وابستہ ہو گیا۔ کیونکہ کوئی اور راستہ اور دروازہ اختیار کرنا عبیث اور لہو میں پڑتا ہے اور کارخانہ عمل کو ضبط و ربط سے باہر نکالنا اور راہ مصلحت سے دور جا پڑنا ہے۔“

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

”علماء کا اتفاق ہے کہ یعنی مذہب اس زمانے میں قرین مصلحت اور ضروری ہے اور دنی و دنیوی کاموں میں ربط و ضبط اسی صورت میں ممکن ہے، شروع میں اختیار ہے کہ لوگ کسی ایک مذہب کو اختیار کریں اس کے بعد ان کا دوسرا طرف جانا اعمال و اقوال میں سوئے ظن تفرق اور اختلاف کا موجب ہو گا۔ متاخرین علماء کا یہی فیصلہ ہے اور یہی محترم ہے اور اسی میں بھلاکی ہے۔“

امام قہستائی شرح وقایہ میں کتاب الاشربہ سے ذرا پہلے فرماتے ہیں:

”جو لوگ حق کو متعدد قرار دیتے ہیں مثلاً معززل وہ عامی کے لیے ہر مذہب سے حسب خواہش مسئلہ اخذ کرنے کا اختیار ثابت کرتے ہیں اور جو حق کو ایک ہی قرار دیتے ہیں مثلاً ہمارے علماء، وہ عامی کے لئے کسی خاص امام کی تقلید لازم قرار دیتے ہیں، جیسا کہ کشف میں ہے پس اگر ہر مذہب سے مباح جان کر اخذ کرے گا تو فاسق ہو جائے گا، یہ فقیہ سعید ابن مسعود کی شرح طحاوی میں ہے۔“

ایک سوال: مان لیا کہ تلفیق مذاہب تلاعیب فی الدین ہے، اور جو کوئی کسی ایک مذهب واجب التقليد سے وابستہ ہو جائے تو اس کو دوسرا مذهب اختیار کرنا جائز نہیں، لیکن کسی مذهب خاص کا التزام کرنا اور اس کو دوسرا مذهب سے زیادہ لائق اتباع سمجھا ترجیح بلا مردح ہے۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ ہم احناف اپنے مذهب کو احق بالاتباع جانتے ہیں اور یہ ترجیح بلا مردح نہیں بلکہ اس ترجیح کا مردح موجود ہے۔

مذهب حنفیہ کی ترجیح کی وجہ:

پہلی وجہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ تمام امامان مذاہب سے علم، اقدم افتقة اور عتیق علم فقهہ اور روع میں سب سے بڑھ کرتھے اور زمانہ کے اعتبار سے دوسروں سے مقدم تھے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اشافعی یہی مگر امام اعظم کے اوصاف نہایت انصاف کے ساتھ اس طرح لکھتے ہیں:

لَا يُنَبِّغُ لِأَحَدٍ إِلَّا عَرَضَ عَلَيْهِ
عَلَى الْحَنِيفَةِ لِكَوْنِهِ مِنْ أَجْلِ
الْإِلَمَةِ وَاقْدِمَهُمْ تَدْوِينًا لِلْمَذَهَبِ
وَأَقْرَبُهُمْ سَنَدًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُشَاهِدًا لِلْفَعْلِ
أَكَبَرُ التَّابِعِينَ وَكَانَ مُتَّقِيًّدًا
بِالْكِتَابِ وَالسُّنْنَةِ وَمَتَّبِرِّئًا مِنَ
الرَّأْيِ.

مؤلف رسالہ عرض پر واز ہے کہ:

”امام شعرانی جیسے شخص جنہیں علمائے ربانی میں شمار کیا جاتا ہے، امام ابوحنیفہ کو میراً من الرائے لکھتے ہیں جبکہ بعض اہل حدیث آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اصحاب الرائے کا نام دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے اور ان کی اکابر دین کے حق میں گستاخانہ

جارت پر مساحت سے کام لے۔

حضرت شیخ ابن حجر عسکری شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مناقب امام ابوحنیفہ میں ایک جدا گاہ کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے خیرات الحسان فی مناقب النعمان یہ بہت مشہور و معروف کتاب ہے۔
حضرت سید ابن عابدین حنفی ردا المختار میں لکھتے ہیں:

”مناقب امام ابوحنیفہ کے ثبوت کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ آپ کا نقیبی مذهب خوب پھیلا، آپ کے ہر قول کو ائمہ اعلام نے اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے زمانے سے لے کر آج تک حکام اسلام کو آپ کا پیر و کیا اور بہ کثرت اولیائے کرام نے آپ کی اتباع کی انجی عامد بلا د اسلامیہ میں ہوا، بلکہ بہت سے ایسے مالک اور خطے ہیں جہاں آپ کے نقیبی مذهب کے علاوہ کسی مذهب کا نام و نشان نہیں مثلاً بلا دروم، ہندوستان، سندھ، ماوراء الامبر اور سرفتو د غیرہ۔

عباسی خلافت کا سرکاری مذهب دراصل ان کے جدا مجدد حضرت ابن عباس کا مذهب تھا مگر اس کے اکثر قاضی حنفی تھے یہ کتب تواریخ کی ورق گردانی سے ظاہر ہے اور عباسیوں کی خلافت تقریباً پانچ سو سال قائم رہی، سلطنت حکمران اور ان کے بعد خوارزمی سلطان سب کے سب حنفی تھے۔ اور ان کے ملکوں کے زیادہ تر قاضی بھی حنفی تھے۔ انج۔

علامہ محمد طاہر حنفی مجع جامع الحجار میں فرماتے ہیں:

وَيَنْذِلُ عَلَيْهِ مَا يَيْسَرُ اللَّهُ لَهُ مِنَ
الذِّكْرِ الْمُنْشَرِ فِي الْأَقْوَاقِ فَلَوْلَمْ
يُكُنْ لِلَّهِ تَعَالَى سِرَّ فِيهِ لَمَّا جَمَعَ
تَوَالَّدَتِ الْأَسْلَامُ عَلَى تَقْلِيدِهِ.
آپ کی تقلید پر صحیح نہ کرتا۔

ملا علی قاری ہروی اپنے رسالہ رد الفعال میں تحریر کرتے ہیں:

”امام ابوحنیفہ کے مقلدین کی تعداد تمام بلا د اسلامیہ میں ہمیشہ سے بڑھ رہی ہے،
خصوصاً بلا دروم، ماوراء الامبر، ہندوستان، سندھ، خراسان اور عراق میں، بلا د عرب میں بھی ان

کی بہت بڑی تعداد ہے، میرا خیال ہے کہ وہ دو تہائی مسلمانوں کے برابر ہیں بلکہ مہندسین کے نزدیک ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے ہر زمان و مکان کے حکمران و سلاطین بھی مذہب حنفیہ سے وابستہ رہے ہیں۔“

حضرت امام ربانی قطب دورانی شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال حضرت امام عظیم کوفی کے حال کی طرح ہے، حضرت امام نے اپنے دروغ و تقویٰ کی برکت اور متابعت سنت کی بدولت اجتہاد و استنباط مسائل میں ایسا بلند مرتبہ پایا ہے کہ دوسرا سے اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ اور آپ کے اجتہادات کو بیہق دقت معانی کتاب و سنت کے خلاف گمان کرنے لگے، اور اسی وجہ سے آپ کو اہل الرائے قرار دینے لگے، یہ سب کچھ اس بناء پر ہوا کہ لوگ آپ کے علم کی حقیقت اور درایت تک نہ پہنچ سکے اور آپ کی فہم و فراست پر اطلاع نہ پاسکے۔ مگر امام شافعی آپ کی فقہا ہست کا راز پا گئے اور پکارا ٹھے۔

الفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالُ أَبِي حَنْيفَةَ تمام فقہاء امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔
فی الْفِقِهِ.

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند رو بہ از حیله چساں بکسلا ایں سلسلہ را سارے جہاں کے شیراں زنجیر سے بند ہے ہیں بھلا لوٹڑی اپنی چالاکی سے اس زنجیر کو کیسے توڑے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو مناسبت حضرت امام عظیم کو ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت خواجہ محمد پارسار حمد اللہ نے فضول ستہ میں تحریر فرمایا ہو کہ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام عظیم کے مذہب پر عمل کریں گے۔“ (مکتوب نمبر ۵۵ فنز دوم)
الغرض امت کے اکثر علماء و صلحاء مذہب حنفی کے مقلدین ہیں، اور غیر مقلدین ایسے فرد کامل و عالم و عامل کی شان میں یادہ گوئی کرتے ہیں اور مقلدین مذہب پر کفر کا حکم لگاتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ کتب فقہ کے مطالعہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ اس گروہ کی کتابوں مثلاً الجرج

علی ابی حنفہ اور بوئے غسلین وغیرہ میں بہت صراحت کے ساتھ ایسی گالی گلوچ تحریر ہے، معلوم نہیں ان کم نصیبوں کو امام اعظم کرم کے ساتھ کیا دشمنی ہے؟ حقیقت میں ان کی امام کے ساتھ دشمنی امت محمدیہ کے بہت بڑے حصہ کے ساتھ دشمنی ہے۔

رقم السطور عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ اس اصل چہارم کی اکثر روایات مولا ناجبوب احمد نقش بندی مجددی امر ترسی کی کتاب ”كتاب الجيد في وجوب التقليد“ سے منقول ہیں، اب کچھ حصہ مندرجہ ذیل موصوف کتاب کے دیباچہ میں حضرت امام ابوحنفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان ہے۔ شیخ موصوف کتاب کے دیباچہ میں حضرت امام ابوحنفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔



باب اول امام اعظم کے منفرد فضائل

امام اعظم کے مناقب و فضائل بے حد بے حساب ہیں ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ لیکن آپ کے خاص فضائل جن میں کوئی اور امام شریک نہیں دس انواع پر مشتمل ہیں۔

- ۱۔ امام اعظم کی شان میں مروی اخبار و آثار۔
- ۲۔ دور صحابہ اور خیر القرون میں آپ کی بیدائش
- ۳۔ صحابہ کرام سے روایت حدیث
- ۴۔ عہد تابعین میں آپ کا علمی شہرہ
- ۵۔ کبار تابعین اور علمائے مسلمین کا آپ سے روایت کرنا
- ۶۔ آپ کا چار ہزار تابعین و تبع تابعین سے شرف تلمذ اور علمی استفادہ
- ۷۔ آپ سے عظیم مجتهدین کا اتفاق
- ۸۔ آپ نے سب سے پہلے اتسناط احکام اور قواعد اجتہاد کی بنیاد ڈالی۔
- ۹۔ آپ نے خلفاء و حکام سے عٹنے قبول نہ کیئے بلکہ اپنی حلال کی کمائی سے جماعت فقهاء پر خرچ کیا۔
- ۱۰۔ دنیا اور اس کی جاہ و منزلت سے کنارہ کشی کے باعث منصب شہادت پر فائز ہونا۔

نوع اول امام اعظم کی شان میں مروی اخبار و آثار

صدر کبر شرف الدین احمد بن موسید بن موفق بن احمد کی بحوالہ علام ابو موسید موفق بن احمد کی، اشیخ الزاہد محمد بن اسحاق سراہی خوارزمی، ابو حفص عمر بن احمد کرامی، امام ابو الفضل محمد بن حسن ناصحی وغیرہ حضرت ابو سلمہ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یکُونُ فِي أَمْتَى رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ هُوَ سِرَاجٌ أَمْتَى يَوْمَ الْقِيمَةِ.
میری امت میں ایک شخص ہو گا جسے ابوحنیفہ کہیں گے وہ روز قیامت میری امت کا چراغ ہو گا۔

ایک اور روایت میں ہے فرمایا:

یکُونُ فِي أَمْتَى رَجُلٍ إِسْمُهُ نُعْمَانٌ وَ كَنْيَتُهُ أَبُو حَنِيفَةَ هُوَ سِرَاجٌ أَمْتَى يَوْمَ الْقِيمَةِ.
میری امت میں ایک شخص ہو گا جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہو گی وہ میری امت کا چراغ ہو گا، وہ میری امت کا چراغ ہو گا۔

خوارزی ہی کی سند سے ہے ابان بن ابی عیاش حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَيَأَتِيَ مِنْ بَعْدِي رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ النَّعْمَانُ بْنُ ثَابَتٍ وَ يُكَنِّي أَبَا حَنِيفَةَ لِيَحِيِّنَ دِينَ اللَّهِ كَدِينِ أَبِيهِ وَ سُنْنَتِ عَلَى يَدِيهِ.
عنقریب میرے بعد ایک شخص ہو گا جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہو گی وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور میری سنت کو زندہ کرے گا۔

ایسی ہی ایک روایت بنس خوارزی عن نافع عن ابن عمر مرودی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے تھا:

الآ أَنْبِئْنَكُمْ بِرَجَلٍ مِنْ كُوفَانِ مِنْ بَلَدِكُمْ هَذِهِ أَوْمِنْ كُوفَكُمْ هَذِهِ يُكَنِّي بِأَبِيهِ حَنِيفَةَ قَدْمَلِيًّا قَلْبَهُ عِلْمًا حِكْمًا وَ سَيِّفِلُكْ بِهِ قَوْمٌ فِي الْخِرِ الزَّمَانِ الْغَالِبِ عَلَيْهِمْ
کیا تمہیں اس تمہارے شہر کوفہ کے ایک ایسے شخص کے متعلق خبر نہ دوں جس کی کنیت ابو حنیفہ ہو گی، اس کا دل علم و حکمت سے معمور ہو گا، عنقریب اس کی وجہ سے ایک گروہ آخری زمانے میں بلاک ہو گا جو گالی گلوچ کا عادی ہو

الْتَّنَابِرِيَّ قَالُ لَهُمُ النَّبَانِيَّةِ كَمَا
هَلَكَتِ الرَّافِضَةِ بِأَيِّ بَكَرٍ وَعُمَرٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.

گاس کو بنای کہا جائے گا، جس طرح ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے راضہ ہلاک ہوں گے۔

بعض اہل حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ ان احادیث کے راوی محبوب الحال ہیں، ہم کہتے ہیں کہ خلف میں سے کسی کی جہالت سلف پر مدح کا سبب نہیں ہو سکتی، اگر یہ کہیں کہ یہ احادیث صحابہ میں نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحابہ ہی میں محدود و محصر نہیں، ان احادیث سے قطع نظر، ترمذی کی یہ حدیث حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی منقبت میں کافی ہے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابی هریرہ قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین انزلت سورة الجمعة فلما بلغ واخرين منهم لما يلحقوا بهم قال له رجل يا رسول الله من هولاء الذين لم يلحقوا بنا فلم يكلمه قال وسلمان الفارسی حينا قال فوضع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يده على سلمان فقال والذى نفسى بيده لوكان اليمان بالشرياتناوله رجال من هولاء دوسری روایت میں ہے:

”اگر علم ثریا پر ہوتا تو اہل فارس اس کو حاصل کر لیتے۔“

اور یہ بات معلوم ہے کہ حضرت امام اعظم کا نسب فارسی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اہل فارس میں کوئی شخص امام اعظم جیسا صاحب علم و اجتہاد نہیں گزر اسی وجہ سے شیخ عبدالحق

محدث معاویت میں لکھتے ہیں:

**وَلَقَدْ ظَهَرَ بِسُنْنَةِ الْعِلْمِ وَ تَابِعِينَ مِنْ عِلْمٍ وَاجْتِهادٍ كَا جُوكَمَالْ ظَاهِرٌ هُوَا وَهُوَ
الْإِجْتِهادٍ فِي التَّابِعِينَ مَالَمْ يَظْهُرَ دُوْسَرَ لَوْگُوْنَ مِنْ ظَاهِرٍ هُوَا
فِي غَيْرِهِمْ**

حضرت امام اعظم کی تابیعت کا ثبوت تیری نوع میں مہیا کیا جائے گا۔
نوع دوم: مناقب امام: امام دور صحابہ میں پیدا ہوئے۔
خوارزمی بحوالہ ابو نعیم کہتے ہیں:

امام اعظم سن ۸۰: بھری میں پیدا ہوئے حماد بن ابی حنیفہ کی سند سے بھی اسی طرح مردوی
ہے حافظ ابوالقاسم نے اپنی مند میں بھی اسے نقل کیا ہے۔
حضرت عبداللہ بن حعفر بن ابی طالب، ابو ماسم باللی، واشلہ بن اسقح، عمرہ بن حریث،
عبداللہ بن ابی اوفری، اور ایک جماعت صحابہ آپ کے یام زندگانی میں فوت ہوئی۔
خوارزمی کہتے ہیں:

”اس سے ثابت ہوا کہ آپ دور صحابہ میں پیدا ہوئے اور یہ ایسا دور ہے جس دور کے
اہل ایمان کی فضیلت کی شہادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، علماء کا اتفاق ہے کہ
آپ مشہود لہا بالخیر زمانے کے قرن اول میں پیدا ہوئے، قرن دوم میں پروان چڑھے،
اسی میں آپ نے اجتہاد و افتاء کا فریضہ سر انجام دیا اور قرن سوم میں آپ کے اجتہاد و افتاء
کا شہرہ عام ہوا۔“

نوع سوم: صحابہ کرام سے روایت حدیث

اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت امام نے صحابہ کرام سے حدیث کی روایت کی
البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کی تعداد کتنی تھی؟ بعض کہتے ہیں کہ چھ مرد تھے اور ایک
عورت تھی۔ بعض کہتے ہیں پانچ مرد اور ایک عورت تھی۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ سات مرد اور
ایک عورت تھی۔

خوارزمی بحوالہ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے بیان کیا میں نے حضرت انس بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
طلبِ العلم فریضۃ علی کُل علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔
مسلم

ابوداؤ دطیا سی تک اسی سند کے ساتھ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا، جبکہ حضرت عبد اللہ بن امیس صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چورانوے ہجری میں کوفہ تشریف لائے۔ میں نے ان کی زیارت کی اور ان سے حدیث کی سمعاعت کی، اس وقت میری عمر چودہ برس تھی۔ میں نے سماوہ حضور کی یہ حدیث بیان کر رہے تھے:

حُبَّكَ الشَّيْءَ يُعْيَى وَيَصْمَدُ کسی چیز کی محبت تھے اندھا اور بہرا کر دے گی۔
 امام ابو یوسف بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔ میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا اور ۱۶ سو لہ سال کی عمر میں سن ۹۶ چھینا نوے ہجری میں اپنے والد کے ہمراہ حج کیا، جب مسجد حرام میں داخل ہوا تو ایک بہت بڑا حلقد دیکھا، میں نے اپنے والد سے پوچھا، یہ کس کا حلقة ہے؟ کہا، یہ عبد اللہ بن حارث زیدی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقة ہے، میں نے آگے بڑھ کر سنا، آپ فرم رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَاهُ اللَّهُ جس نے دین کی فہم حاصل کی اللہ تعالیٰ اس ھمَّةَ وَرَذْقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا کی پریشانی میں اس کی کفایت کرتا ہے اور اسے اس جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے جہاں یَحْتِسبُ۔
 سے اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

یحییٰ بن قاسم حضرت امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں، کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن امی اذفی کی زبان سے سنا، وہ کہہ رہے تھے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سا:

مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا وَلَوْ
كَمْ قَحْصَ قَطَاةً نَبِيُّ اللَّهِ تَعَالَى لَهُ
بَتَّيَا فِي الْجَنَّةِ.

پرندے کے گھونسلے کے برابر جو تو اللہ تعالیٰ اس
کے لئے جنت میں گھر تعمیر کرے گا۔

ابو سعید جندي کی روایت ہے حضرت امام فرماتے ہیں میں نے حضرت واشلہ بن الانسع
سے سنا کہ حضور نے ارشاد فرمایا:

لَا تُطْهِرْ شَمَائِلَةً لِأَخِيكَ فَيُعَافِيهِ
اللَّهُ وَيَبْتَلِيهِ
اس کو تھیک کر دے اور تجوہ کو اس مصیبت میں
بٹلا کر دے۔

بسد یحییٰ بن معین مردی ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے عائشہ بنت عمر سے سنا، وہ
بیان کر رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اکثر جند اللہ فی الارض زمین میں اللہ تعالیٰ کی یہ کثرت فوج مکڑی ہے
الجُرَادُ لَا أَكْلَهُ وَلَا أَحْرِمُهُ میں اسے کھاتا نہیں نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔
یہ پانچ صحابی مرد اور ایک صحابی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ سات صحابی تھے وہ معقل
بن یسار رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ شامل کرتے ہیں، مگر یہ دعویٰ محل نظر ہے کیونکہ حضرت
معقل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت معاویہ خود
۲۰ سال تھے بھری میں فوت ہوئے، حضرت جابر بن عبد اللہ النصاری سے سماعت کرنا بھی
درست نہیں کیونکہ وہ روایت متعین ہے جہاں تک حضرت انس بن مالک اور بعض دیگر صحابہ
کرام کا تعلق ہے تو ان سے سماعت میں کچھ مانع نہیں اس معاملہ میں روایات مشہور ہیں
کیونکہ حضرت انس کا وصال اکانوے، بانوے یا ترانوے بھری میں ہوا، اس وقت حضرت
امام کی عمر بالاتفاق دس سال سے زائد تھی۔

نوع چہارم عہدتا بعین میں آپ کی عملی شہرت

یحییٰ بن معین تک متصل سند ہے، وہ کہتے ہیں میں نے علی بن مسہر کو فرماتے سنا کہ امام اعمش حج کے لئے نکل تو اہل کوفہ پیچھے چلے میں بھی ان میں تھا۔ جب قادیسہ پیچھے تو مغموم نظر آئے لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا علی بن مسہر ہمارے ہمراہ آئے ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا ہاں فرمایا ان کو بلا یاء، دراصل اعمش امام ابوحنیفہ کی مجلس میں میری حاضری کو جانتے تھے۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا شہر واپس چلو اور امام ابوحنیفہ سے درخواست کرو کہ میرے لئے مناسک کی تفصیل لکھ دیں چنانچہ میں امام اعمش کا خط لے کر حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے مناسک حج کی تفصیل لکھوادی، جسے لے کر امام اعمش کی خدمت میں آیا۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام اعمش سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے اس کے شیخ ابو حنیفہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی مخالفت کرتے ہیں، میں نے سوال کیا کس چیز میں مخالفت؟ فرمایا عبد اللہ رضی اللہ عنہ لونڈی کی بیع کو طلاق قرار دیتے ہیں جبکہ ابوحنیفہ اس کی بیع کو طلاق نہیں شہرا تے، میں نے عرض کیا آپ نے خود ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہمیں سنائی کہ لونڈی کی بیع طلاق نہیں۔ فرمایا میں نے کہاں اس حدیث کی روایت کی؟ میں نے جواب دیا۔ آپ نے بسند ابراہیم از اسود از عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا اگر بیع طلاق ہوتی تو تحریر کا کوئی مفہوم نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کو خریدا اگر اس کی بیع طلاق ہوتی تو حضور اس کو ہرگز تحریر نہ دیتے، امام اعمش نے سن کر فرمایا اے یعقوب یہ مسئلہ اس حدیث میں ہے؟ جواب دیا ہاں، ایک روایت میں ہے کہ امام اعمش نے فرمایا:

إِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ يُحْسِنُ الْمَعْرِفَةَ امام ابوحنیفہ فقه کے باریک مقامات کی خوبی بمواضع الفقه الدقيقہ و آگاہی رکھتے ہیں اور فقہ علوم کی گہرائی میں غوامض العلوم الخفیہ را ہما ابو اتر کران کی تاریک جگہوں میں بصیرت قلبی

حنیفہ فی ظلمة آمّا كنها مِن
کی روشنی سے دیکھ لیتے ہیں کیونکہ حضور نے
فُسح ضوء سرج قلبه حيث قال فرمایا وہ میری امت کے روشن چراغ ہیں۔
عليه الصلوة والسلام هو
سِرَاجُ امْتِي انتہی مختصرًا

نوع پنجم کبارتا بعین کا آپ سے روایت کرنا

خوارزمی بیان کرتے ہیں کہ استاذ ابی محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بخاری حارثی نے
اپنی کتاب کشف میں فرمایا:

”امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر تبھی کافی دلیل ہے کہ عمرہ بن دینار جو کہ شیوخ
امام ابوحنیفہ میں سے ہیں، جیسے کبارتا بعین نے آپ سے روایت کی، مزید برآں حضرت
عبد اللہ بن مبارک اور یزید بن ہارون جو علم حدیث میں عمرہ بن دینار کے ہم پایہ ہیں نے
بھی حضرت امام سے نقل کیا، امام محمد بن اسما علیل بخاری فرماتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ سے عباد بن عوام، هشیم، وکیع، ہمام بن خالد، ابو معاویہ فریر نے روایت کی
نیز عبد العزیز بن ابی رواہ، عبد الجیڈ بن عبد العزیز، سفیان بن عینیہ، فضیل بن عیاض، داؤد
طائی ابی جرچ اور عبد اللہ بن یزید مصری نے آپ سے نوساحدادیث نقل کیس، سفیان ثوری،
ابن ابی لیلی، اور ابن شبر منہ ایک حدیث نقل کی مسر بن کدام اسما علیل بن ابی خالد،
شریک بن عبد اللہ اور حمزہ بن جبیب مقری وغیرہ مدحیش نے بھی علم حدیث میں استفادہ کیا،
آپ کے استاد آپ سے پوچھتے اور پھر آپ کے قول کو اختیار کر لیتے، اور کہتے ابوحنیفہ اللہ
تعالیٰ آپ کو جزادے آپ ہمارے پاس کم سنی میں آئے اور ہم آپ کے پاس کبرنی میں
حاضر ہوئے، انہی مختصر

نوع ششم چار ہزار تابعین و تبع تابعین سے شرف تلمذ امام ابوحنیفہ کے مناقب میں یہ بات بھی ہے کہ آپ نے چار ہزار شیوخ تابعین سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

خوارزمی امام ابوحنیفہ عمر بن امام ابی بکر سے نقل کرتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور امام معظم امام شافعی رضی اللہ عنہ کے شاگروں کے درمیان مسلک افضلیت پر اختلاف پیدا ہوا ہرگز روہ اپنے امام کو افضل قرار دیتا تھا، تو امام ابوعبد اللہ بن عاصم کبیر نے جو کہ خود شافعی مسلک کے امام ائمۃ الحدیث تھے۔ فرمایا امام شافعی کے شیوخ کا شمار کرو، وہ کتنے ہیں؟ اصحاب شافعی نے ان کا شمار کیا تو ان کی تعداد ۸۰ تک پہنچی، پھر فرمایا امام اعظم کے مشائخ کا شمار کرو، تو علماء نے بتایا کہ ان کی تعداد چار ہزار ہے۔

ربیع بن یونس کہتے ہیں، امام ابوحنیفہ امیر المؤمنین ابو جعفر منصور کے پاس تشریف لے گئے، وہاں عیینی بن موی بیٹھے تھے انہوں نے منصور سے کہا امیر المؤمنین یہ اس زمانہ میں دنیا کے عالم اور امام ہیں، تو منصور نے پوچھا نعمان! آپ نے کسی سے علم حاصل کیا؟ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصحاب (شاگروں) سے، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں روئے زمین پر ان سے بڑھ کر عالم ن تھا۔ یہ کرنے منصور نے کہا۔ لَقَدْ إِسْوَثَقْتَ لِنَفْسِكَ بے شک آپ نے اپنے لئے اعتماد کا مضبوط و شیقہ لے لیا۔

نوع هفتم عظیم مجتهدین سے اتفاق

آپ کے مناقب میں سے ایک منقبت یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے اصحاب عطا فرمائے جو بعد کے کسی امام کو نصیب نہ ہوئے، قاضی الفقاہ ابو یکبر عتیق بن داؤد ایمانی رحمہ اللہ تمام مذاہب پر مذہب عزیفہ کی فضیلت و ترجیح میں طویل فصیح گفتگو کرنے کے بعد

فرماتے ہیں۔

آپ امام الائمه سراج الامم ہیں تدوین علم شریعت میں سبقت لے جانے والے، پھر اللہ تعالیٰ نے توفیق و عصمت سے آپ کی تائید کی اور آپ کو ایسے اصحاب و علماء عطا فرمائے جو دنیا کے اطراف واقطاء میں کہیں اور کسی وقت جمع نہ ہو سکے۔

ان میں سے صاحب فقہ و روایت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم النصاری، عالم ربانی محمد بن حسن شیعی، صاحب الزکاء الباهر امام زفر بن ہذل تمی، فاضل النزیہہ حسن بن زیاد اللولوی، فقیہ بصیر و کجع بن جراح، فقیہ کامل عبد اللہ بن مبارک، ازہد الامم داؤد بن نصیر طائی، حفص بن غیاث الحنفی امام ابن زکریا بن ابی زائدہ، امام جمادی بن ابی حنیفہ، امام یوسف بن خالد سعیٰ، عافیہ بن یزید الاوودی، حبان و مندل پسران علی، علی بن سہر، قاسم بن مغر، اسد بن عمر و بلالی، نوح بن ابی مریم وغیرہم بہت مشہور ہیں۔

خوارزمی کہتے ہیں:

”جب کوئی واقعہ پیش آتا تو امام اعظم ان ائمہ سے مشاورت کرتے، مناظرہ و مذاکرہ کرتے اور ان آئمہ کے اخبار و آثار کی سماعت فرماتے۔ اور انہا علم بیان کرتے اور ان سے ایک ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ بحث و مباحثہ کرتے یہاں تک کہ کسی بات پر اتفاق ہو جاتا، جسے امام ابو یوسف لکھ لیتے۔ پھر وہ شوریٰ میں طے پانے والا مسئلہ اصول کی صورت اختیار کر لیتا۔ اور وہ دیگر آئمہ کی رائے کی طرح منفرد رائے نہ ہوتی، اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص نے کجع کی موجودگی میں کہا، ابو حنیفہ نے غلطی کی، فرمایا وہ کس طرح غلطی کے مرکتب ہو سکتے ہیں جبکہ ان کے اجتہاد و قیاس میں امام ابو یوسف، امام زفر اور امام محمد جیسے الٰل علم و فضل شریک ہوں، تیجیٰ بن زکریا بن ابی زائدہ حفص بن غیاث حبان و مندل جیسے حافظین و عارفین حدیث، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود جیسے ماہر لغت، داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد ساتھی ہوں، جس کے ہم نشین و رفقائے کارائے عظیم لوگ ہوں وہ خطانہیں کر سکتا، کیونکہ اگر وہ خطاط کا مرکتب ہو تو اس کے ساتھی اسے فو راحت کی طرف پھیر دیں۔

اس کے بعد امام کجع نے فرمایا جو شخص امام ابو حنیفہ کے متعلق ایسی بیہودہ بات ہتا ہے وہ جانور ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے جو شخص دعویٰ کرے کہ حق امام اعظم کے ساتھ مخالفت کرنے والوں میں ہے تو اس کے بارے میں ہمارا وہی قول ہے جو فرزدق نے جریر کے متعلق کہا۔ یعنی

**اُولِئِكَ ابائی فجئنی بمشتملہم اذْجَمَعَتَا ابَالْحَرِيرِ لِجَامِعِ
اَبَوِ جَرِيرٍ جَبْ تُلُوْگُونَ كَسَّا تَحْتَهُ هَمَارا مُوازَنَهُ كَرَّتْ تُوْدِيْكَهُ لَهُ كَهْ يَهْمَارَ آبَاؤُ
وَاجْدَادِهِنْ پَهْرَانَ جِيَسَ لَهُ آ-**

نوع هشتم علم شریعت کی مدوین میں اولیت

امام اعظم کے ایسے فضائل جن میں دیگر ائمہ شریک نہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے سب سے پہلے علم شریعت کی مدوین و تبویب کی پھر امام مالک بن انس نے موطا کی ترتیب میں آپ کی پیروی کی، اس کام میں کوئی آپ سے سبقت نہ لے سکا کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے علم شریعت کی تبویب نہ کی تھی (متداول) ترتیب سے کتابیں لکھیں وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی قوت حفظ پر بھروسہ کرتے تھے لیکن جب امام ابو حنیفہ نے دیکھا کہ علم پھیل رہا ہے تو اندر یہ شہر ہوا کہ کہیں بد کردار حکمران اس علم کو ضائع نہ کر دیں، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

”اللّٰهُ تَعَالٰى عِلْمٌ بَقِيلٌ نَفَرَ مَائِيْنَ گَابَيْسَ طُورَكَ وَهُ اسَ کَوَاخَاهَ لَگَابَكَ وَهَا سَعْلَاءَ کَيْ مُوتَ
کَيْ باعَثَ قَبْضَ کَرَے گا پھر جاہل سردار رہ جائیں گے جو علم کے بغیر فتویٰ دیں گے جو خود گمراہ
ہوں گے اور دوسروں کو گراہ کریں گے۔“

اسی اندر یہ کے پیش نظر امام ابو حنیفہ نے علم شریعت کو مدون فرمایا اور اس کے ابواب بنا کر کتابیں مرتب فرمائیں، اور ان کتب کا آغاز کتاب الطہارت سے کیا پھر کتاب الصلوۃ کتاب الصوم پھر دیگر عبادات اور ان کے بعد معاملات کے ابواب وضع فرمائے۔ کتاب الشروط سب سے پہلے آپ نے ہی وضع کی، کہتے ہیں کہ آپ کے استنباط و استخراج کردہ

مسئل پانچ لاکھ کے لگ بھگ ہیں، جن کا ثبوت آپ کی کتابیں اور آپ کے شاگردوں کی کتابیں ہیں، آپ کامنہب باریک مسائل پر مشتمل ہے جن میں علم حساب اور جبر و مقابلہ کے دقيق مسائل بھی ہیں، یا ایسے مسائل ہیں جن کے استخراج سے علمی عربیت عاجز ہیں۔ آپ کو احکام کی حکمتیں مستنبط کرنے اور اجتہاد کی بنیادیں استوار کرنے کا شرف اولیت حاصل ہے۔ اسی لئے امام شافعی نے فرمایا۔

”تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کحتاج ہیں۔“

یحییٰ بن معین کہتے ہیں، میں نے سن امام یحییٰ بن سعید القطان فرمائے تھے ”هم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں باندھتے، بندہ ہم نے امام ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر رائے نہیں سنی۔“ اسی لئے ہم نے ان کے بکثرت اقوال کو اختیار کیا ہے۔ ”انہی

نوع ہم کسب حلال پر گزارہ علماء و مشائخ پر خرچ

آپ کے مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کسب حلال پر گزارہ کرتے اور علماء و مشائخ کی جماعت پر خرچ کرتے تھے آپ نے کبھی حکمرانوں سے عطا یہ اور تحفے قبول نہیں کئے اس کی دلیل مسر بن کدام کا قوم ہے کہ امام ابوحنیفہ جب کبھی کوئی چیز اپنے اہل خانہ کے لئے خریدتے تو ایسی ہی چیز شبوث و علماء پر خرچ کرتے جب کوئی اعلیٰ بیاس پہنچتے تو علماء کو بھی ایسا بیاس پہناتے، شفیق بن ابراہیم بلخی کہتے ہیں میں امام کے ہمراہ تھا آپ ایک مریض کی عیادت کو جاری ہے تھے، دور سے ایک شخص کی آپ پر نظر پڑی تو چھپ کر رستہ بدلنے لگا جب معلوم ہوا کہ امام نے اس کو دیکھ لیا ہے تو شرمندہ ہو کر کھڑا ہو گیا، آپ نے پوچھا تو نے راستہ کیوں بدلا؟ عرض کیا آپ کے مجھ پر دس ہزار درهم قرض ہیں، عرصہ دراز ہو گیا میں ادا نہیں کر سکا، فرمایا: ” سبحان اللہ! بات بیساں تک پہنچ گئی وہ سارا قرض تو میں تجھے ہبہ کر چکا اور مجھے دیکھ کر جو زحمت تجھے اٹھانا پڑی وہ مجھ کو معاف کر دے۔“

شفیق کہتے ہیں اس سے مجھ کو یقین ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ حقیقی زاہد ہیں۔

نوع دہم جاہ و منزلت سے کنارہ کشی اور مقام شہادت

اس منقبت میں بھی بعد کا کوئی امام آپ کا شریک نہیں، آپ قید خانے میں مظلوم و مسوم شہید کئے گئے، عبد الوہاب کہتے ہیں کہ خلیفہ مصوّر نے امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری اور شریک بن عبد اللہ کو طلب کیا اور کہا میں نے آپ کو صرف بھلائی کے لئے بلا یا ہے، پھر سفیان سے کہا یہ تیرابصرہ کی قضا کا تقریر نامہ ہے، لے اور بصرہ پہنچ، پھر شریک سے کہا یہ کوفہ کی قضاۓ کا تقریر نامہ ہے، وصول کر اور کوفہ جا، اس کے بعد امام ابوحنیفہ سے کہا یہ دارالحکومت کی قضاۓ کا تقریر نامہ ہے۔ پھر حاجب کو حکم دیا ان کے ساتھ جا اور جوان کار کرے اس کی پشت پر ۱۰۰ اتازیا نے رسید کر، پس شریک تقریر نامہ لے کر روانہ ہوئے، حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے بھی تقریر نامہ گھر پہنچ کر پھینکا اور یمن کی طرف چلے گئے اور وہاں پر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنانا شروع کر دیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے برطانیہ میں قضاۓ کا تقریر نامہ لینے سے انکار کر دیا جس کی پاداش میں آپ کو ۱۰۰ کوڑے مارے گئے اور قید خانے میں ڈال دیا گیا اور قید خانہ ہی میں آپ کی شہادت ہوئی، علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کو منصب قضاۓ سے انکار پر کوڑے مارے گئے اور قید خانہ میں آپ کا وصال ہوا لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ موت کوڑوں سے واقع ہوئی یا زہرخواری سے، بعض علماء کہتے ہیں کوڑوں سے ہوئی اور بعض کے نزدیک زہرخواری سے ہوئی۔ کچھ علماء نے اس کے علاوہ بھی کچھ وجہات لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

ایک سوال: خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام کے مطاعن لکھے ہیں جو ان مناقب کے معارض ہیں۔ ان کا کیا جواب ہے؟

جواب: ان مطاعن کا جواب پانچ وجہ سے دیا گیا ہے چاراً جمالی ہیں اور پانچواں جواب تفصیلی ہے، مؤلف رسالہ کہتا ہے کہ امام خوارزمی نے بہت طوالت سے کام لیا اور بہت خوبصورت جوابات دیے لیکن میں نے ان کو یہاں نقل نہیں کیا کیونکہ یہ عجالہ اس طوالت کا متحمل نہیں۔ جو اس تمام بحث سے آگاہ ہونا چاہیے وہ مند کبیر کا مطالعہ کرے۔ مگر میرے

لئے پسندیدہ ہے کہ پانچویں جواب کے کچھ اتنی باتاں ذکر کروں۔
پہلا اعتراض: خطیب اور بعض دوسرے علماء نے امام پر طعن کیا کہ آپ حدیث پر عمل
نہیں کرتے بلکہ اپنی رائے سے کام لیتے ہیں؟

جواب: یہ اس شخص کا قول ہو سکتا ہے جس کو علم فقہ سے کچھ تعلق نہیں ورنہ جس نے فقہ کی
معمولی سے خوبصورتی پائی اور انصاف سے کام لیا وہ ضرور اعتراف کرے گا کہ امام عظیم سب
لوگوں سے بڑھ کر اخبار و احادیث پر کار بند تھے اور آثار کی پیروی کرتے تھے، مفترض کے
تشنج آمیز قول کے بطلان کی تین دلیلیں ہیں:

۱۔ امام عظیم مراہیل صحابہ کو جنت سمجھتے تھے اور ان کو قیاس پر مقدم جانتے تھے۔ بخلاف
امام شافعی کے۔

۲۔ قیاس کی چار قسمیں ہیں ان میں سے ایک قیاس مؤثر ہے، یہ قیاس اصل اور فرع کے
درمیان معنی مشترک مؤثر ہوتا ہے۔ دوسرا قیاس مناسب ہے جس میں اصل اور فرع کے
درمیان مناسب پائی جاتی ہے تیرا قیاس شبہ ہے اس قیاس میں اصل اور فرع کے درمیان
احکام شرع کی صورت کی مشابہت ہوتی ہے اور چوتھا قیاس طرد ہے جو اصل و فرع کے
درمیان مطرب ہوتا ہے، امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگرد قیاس شبہ و مناسب کو باطل قرار دیتے
ہیں جب کہ آپ کے بعض شاگرد قیاس طرد کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ان میں
سے کچھ تو مطلقاً اس قسم کا انکار کرتے ہیں، امام ابو زید کبیر فرماتے ہیں قیاس مؤثر جنت ہے
باتی قیاسات جنت نہیں، اس کے خلاف امام شافعی قیاس کی چاروں قسموں کو جنت قرار دیتے
ہیں، اور قیاس شبہ پر بہت زیادہ عمل کرتے ہیں۔ جس کی بہت سی مثالیں ہیں پھر حیرانی
ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ قیاس کی ایک یاد و قسمیں استعمال میں لاتے ہیں جبکہ امام شافعی قیاس کی
تمام اقسام کو جنت سمجھتے ہیں اور خطیب وغیرہ مفترضین کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ صرف قیاس کو
بروئے کار لاتے ہیں اخبار و احادیث کو اہمیت نہیں دیتے، دراصل یہ اعتراض خواہشات
نفس کے غلبہ اور فقہ سے کم آگاہی پر دلالت کرتا ہے، جس شخص کو امام صاحب اور آپ کے

شاگردوں کے مأخذ استنباط کا علم ہے وہ اس بیان کے بطلان سے بخوبی آگاہ ہے ہمارے اس قول کی تائید ووضاحت حسب ذیل مسائل سے ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ نے نماز میں قہقہہ کو ناقض و ضو قرار دیا اور اس کی دلیل اندھے شخص کی حدیث سے مل جس کے ساتھ واقعہ پیش آیا تو کچھ لوگ قہقہہ لگا کر بنس پڑے، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قہقہہ لگایا وہ وضوا و نماز کا اعادہ کرے، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر امام صاحب نے قیاس چھوڑ کر اس حدیث پر عمل کیا، بخلاف امام شافعی کے کہ انہوں نے قیاس پر عمل کیا۔

امام ابوحنیفہ نے بنیز تر سے وضو کو جائز رکھا اور اس پر حدیث ابن مسعود سے استدلال کیا حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر امام نے اس کو اختیار کیا اور بنیز کو دیگر مشرب بات پر قیاس ترک کر دیا، بخلاف امام شافعی کے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں قیاس پر عمل کیا، اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ ضعیف احادیث کو قیاس پر ترجیح دیتے تھے، مگر خطیب اور ان کے ہم نواع علماء کا خیال ہے کہ امام ابوحنیفہ نے بعض ان احادیث پر عمل نہیں کیا جن سے امام شافعی نے استدلال کیا۔ انہوں نے مگان کیا کہ امام نے ان کو قیاس کی وجہ سے ترک کیا، اور اس حقیقت سے بے خبر رہے کہ امام نے ان احادیث کو ان سے زیادہ صحیح احادیث کے مقابلہ میں ترک کیا، ان احادیث میں سے ایک یہ ہے:

اَفَاَبْلَغَ الْمَاءُ قُلَّتِينَ لَمْ يَحْمُلْ جَبْ پَانِي قَلْتَيْنِ كُو پہنچ جائے تو خبث
خُبِثَا (گندگی) کا حامل نہیں ہوتا۔

امام نے اس حدیث کو ترک کر دیا کیونکہ یہ ضعیف ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ قدہ اسم مشترک ہے اور اس حدیث کی اسناد میں اضطراب ہے آپ نے اس حدیث پر عمل کیا جس پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے وہ حدیث حسب ذیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَبُولَنَّ أَحَدٌ كُمْ فِي الْمَاءِ الدَّالِمِ
ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ

تم میں سے کوئی کھڑنے پانی میں پیشاب نہ
کرے کہ پھر اسی سے وضو کرنے لگے۔

اوَّلُ مُسْلِمٍ كَمَا يَعْسِلُ مِنْهُ
دُوَّرِي حَدِيثٍ حَفْرَتْ اِمْ بَانِي سَ:

أَنَّهَا كَرِهَتْ أَنْ يَتَوَضَّأَا بِالْمَاءِ الَّذِي
يَبْلُلُ فِيهِ شَءٌ

حضرت ام بانی اس پانی سے وضو کو مکروہ تجھی
تجھیں جس میں کوئی چیز تر ہو جائے۔

امام ابوحنیفہؓ نے اس حدیث کو اس لئے ترک کیا کہ حضرت ام بانی نے اس حدیث
کے خلاف حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ اور حدیث صحیح جس کی روایت
پر شیخین کا اتفاق ہے حدیث ام عطیہ ہے وہ کہتی ہیں:

تُؤْفِيقَتْ إِحْدَى بَنَاتِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ أَغْسِلِيهَا بِسَدْرٍ إِجْعَلِي فِي
الْآخِيرَةِ كَافُورًا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی کا وصال
ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو
بیری کے پتے ملے پانی سے غسل دو اور آخر
میں کافور کوڈا لو۔

اس حدیث صحیح کی بنیاد پر امام صاحب نے حدیث ام بانی کو ترک کیا کیونکہ جب
ماے مطلق کا نام کسی پاک چیز کے اختلاط سے زائل ہو جائے جیسے بیری، کافور اشنان،
صابون، زعفران وغیرہ تو اس پانی سے وضو جائز ہے مگر امام شافعیؓ کا اس مسئلہ میں
اختلاف ہے۔

ایک اور حدیث:

ایک اوپر مشہور حدیث ہے کہ پانی میں حیوان مر جائے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے مگر امام
نے اسے ایک خاص حدیث جسے امام بخاری نے بھی نقل کیا، کی وجہ سے ترک کیا کہ وہ ذی
روح جس میں دم سائل (بینے والا خون) نہ ہو پانی میں مر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا، نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

”جب برتن میں کمھی پڑ جائے تو اس کوڈ بکر پھینک دینا چاہئے کیونکہ اس کے ایک پر میں شفاء ہے اور دوسرے پر میں بیماری ہے۔“ (بخاری)

مردار کے معاملہ میں کچھ عام احادیث ہیں جنہیں امام نے ترک کیا اور حدیث صحیح کی روشنی میں مردہ جانور کی کھال کا رکنگا جائز قرار دیا۔ اس حدیث پر امام بخاری اور مسلم دونوں کا اتفاق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مردی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا تم نے اس سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مردار ہے، فرمایا اس کا صرف کھانا حرام ہے اس وجہ سے امام نے دباغت کے بعد کھال کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا فقهاء کی ایک جماعت کا اس میں اختلاف ہے۔

اس صحیح حدیث کے مقابل امام ابوحنیفہ نے ان عام احادیث کو بھی ترک فرمایا جو مردار کے متعلق وارد ہوئیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کا کھانا حرام قرار دیا اس سے استبطاً کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ نے مردار کے بال، ہڈیاں سینگ اور اون کو طاہر کیا، جبکہ امام شافعیؓ کا اس میں اختلاف ہے۔

احادیث میں آیا ہے کہ منی کو دھونا واجب نہیں صرف کھرچ دینا کافی ہے بعض فقهاء گمان کرتے ہیں کہ امام نے منی کو بخس قرار دے کر ان احادیث کو چھوڑ دیا حالانکہ آپ نے ان کو ترک نہیں کیا بلکہ ان پر عمل کیا آپ نے فرمایا منی خشک ہو تو اس کو کھرچ اور رکڑ دینا چاہئے تر ہو تو اس کو دھونا واجب ہے۔ اس کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے جسے شیخین نے بھی روایت کیا، عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ مجھے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جامہ مبارک سے منی دھو دیتی تھیں فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دھلے ہوئے کپڑے پہن کر نکلتے اور نماز ادا فرماتے تھے، اور مجھے کپڑے کی دھلی ہوئی جگہ نظر آتی تھی۔“ اس وجہ سے امام نے منی کو بخس قرار دیا۔ بخلاف امام شافعیؓ کے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حجرہ خصہ کی چھت پر چڑھا، میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شام کی طرف پشت کر کے قبلہ رورفع حاجت فرمائے ہے تھے۔ (جب کہ امام صاحب قبلہ رورفع حاجت کو منوع قرار دیتے ہیں) اس سے فقہاء نے خیال کیا کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا حالانکہ امام صاحب کے نزدیک اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ ہو سکتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے وقت قبلہ رو ہوں پھر رفع حاجت کے وقت رخ انور پھیر لیا ہو، یہ اس حدیث اور دوسری صحیح حدیث کے درمیان تطبیق ہے جو بخاری و مسلم کی متفقہ حدیث ہے۔ حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بول و براز کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف کیا کرو۔“
اس حدیث کی روشنی میں امام اعظم نے کھلی جگد یا عمارت کے اندر قبلہ رو ہو کر بول و براز کرنے سے منع فرمایا بخلاف امام شافعیؓ اور بعض دیگر محدثین کے۔

بعض احادیث میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضاے و ضمکوئین تین بار دھویا، فقہاء نے گمان کیا کہ امام اعظم نے اس حدیث پر بھی عمل نہیں کیا کیونکہ آپ نے تکرار مسح کو مستحب قرار نہیں دیا، جبکہ امام اعظم کا عکتہ نگاہ یہ ہے کہ وضودھونے کا عمل ہے جس میں تکرار مستحب ہے۔ مگر مسح دھونے کا عمل نہیں اس لئے اس میں تکرار کی ضرورت نہیں، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ترمذیؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت بیان کی اس میں ذکر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک بار سر کا مسح کیا، امام ترمذیؓ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا۔

کچھ احادیث تعلیل مغرب اور کراہت تاخیر میں آئی ہیں بعض فقہاء کا اعتراض ہے کہ امام نے ان احادیث پر عمل نہیں کیا کیونکہ آپ کے نزدیک دیگر نمازوں کی طرح نماز مغرب کے بھی دو وقت ہیں۔ جبکہ امام اعظمؓ ان احادیث سے تاخیر مغرب کو مکروہ کہتے ہیں مگر

کراہت تا خیر کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جواز ادا کا وقت نہیں جس طرح نماز عصر سورج کے زرد ہونے تک پڑھی جاسکتی ہے اس طرح نمازِ مغرب کو شفقت کے غروب تک پڑھنا جائز ہے اس کی دلیل شیخین کی متفق علیہ حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا قدم العشاء فابددا به قبل جب شام کا کھانا آجائے تو نمازِ مغرب سے ان تَصَلُّوا صَلوةَ الْمَغَرِبِ وَلَا پہلے اس کو کھالو، اور کھانا چھوڑ کر نماز میں عجلت سے کام نہ لو۔

تعجلوا عن عِشائِكُمْ
اس لئے امامؐ نے تا خیر نمازِ مغرب کو جائز رکھا، بخلاف امام شافعیؓ کے۔

احادیث میں آیا ہے کہ نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کیا جائے اس سے مراد ہے کہ ابتدائی اوقات میں نمازیں پڑھی جائیں، مگر امام عظیمؐ نے ان احادیث پر عمل نہیں کیا کیونکہ آپ اسفار یعنی خوب روشن کرنے کے نماز پڑھنے کو افضل کہتے ہیں۔ یہ اعتراض بھی بے جا ہے کیونکہ آپ نے ان احادیث کے ساتھ اس صحیح حدیث کو تطبیق دی ہے جسے امام ترمذیؐ نے بھی روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مردی ہے کہ آپ نے فرمایا:

إِصْبَحُوا بِالصَّبَحِ (بِالْفَجْرِ) فَإِنَّهُ صَحْ خوب روشن کرنے کے پڑھو کیونکہ اس میں أَعْظَمُ لِلأَجْرِ.

بہت بڑا اجر ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذیؐ نے حسن صحیح کہا، اسی وجہ سے امامؐ نے ان احادیث کے درمیان تطیق دے کر اسفار کو مستحب قرار دیا، کیونکہ نماز کو صحیح وقت کے اندر ادا کرنا بہترین عمل ہے اور اس کا آخری وقت بھی مشروع وقت ہے۔

بعض احادیث میں وارد ہے کہ درمیانی نماز نماز فجر ہے مگر امام عظیمؐ نے اس حدیث پر بھی عمل نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ درمیانی نماز نمازِ عصر ہے اس اعتراض کی بھی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ آپ کی دلیل صحیح حدیث ہے جسے شیخین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”ازداب“ کے دن فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں اور قبروں کو آگ سے بھردے، انہوں نے ہمیں درمیانی نماز نمازِ عصر سے مشغول رکھا،

یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔“

اس لئے امام صاحب کے نزدیک نمازوں سطحی عصر کی نماز ہے جبکہ امام شافعی فجر کی نمازوں کی نمازوں سطحی کہتے ہیں۔

احادیث میں بلند آواز سے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کا بیان آیا۔ بقول معتبرین امام ابو حنیفہ نے قیاس سے اس کی مخالفت کی، ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ امام نے ان احادیث پر اس لئے عمل نہیں کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت نہیں البتہ بعض صحابہ کرام سے یہ صحت مردی ہیں جبکہ بعض دیگر صحابہ سے صحت سند کے ساتھ مردی نہیں، انتہائی تعجب کی بات ہے کہ علی بن عمر دارقطنی نے تعصب کے ساتھ اجھر بالتعصیہ (بلند آواز سے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ) کے موضوع پر ایک پوری کتاب لکھ دیا تھی جس میں موضوع احادیث تک لے آئے جس پر محدثین نے ان کی شدید تردید کی جب مصر آئے تو ایک مالکی عالم نے کہا، میں آپ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں کیا جہر بالتعصیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث مردی ہے تو دارقطنی نے جواب دیا ”نہیں۔“

یہی وجہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اس صحیح حدیث کو اختیار کیا جو بخاری اور مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مردی ہے حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، خلافے ثلاثہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی۔

کَانُوا لَا يَجْهَرُونَ بِبِسْمِ اللَّهِ وَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بلند آواز سے نہیں الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَ فِي لفظِ کانُوا پڑھتے تھے ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ لا يَسْتَفْتِحُونَ القراءة وَ قراءة کے شروع میں بلند آواز سے بِسْمِ اللَّهِ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نہیں پڑھتے تھے۔ امام اعظم کے بلند آواز سے نہ پڑھنے کی یہی وجہ تھی۔

اس طرح سورہ فاتحہ کے متعلق احادیث آئی ہیں مثلاً ارشاد ہے لاصلوة الافتتح
الكتاب یعنی فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں۔

ایک اور روایت ہے۔

كُل صَلْوٰة لَمْ يُقْرَأْ فِيهَا بِفَاتِحَةٍ جس نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ
الكتابِ فَهِيَ خَدَاجُ نامکمل ہے۔

معترضین نے اس پر بھی اعتراض کیا کہ امام ابوحنیفہ ان احادیث پر عمل نہیں کرتے اور
کہتے ہیں کہ فاتحہ الكتاب کے بغیر بھی نماز صحیح ہے۔ جبکہ نماز میں اس کے علاوہ اور کوئی سورۃ
پڑھ دی جائے۔

دراصل ان اعتراض کرنے والوں کو علم نہیں کہ امام صاحب نے متفرق احادیث کے
درمیان تطبیق دی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ بغیر فاتحہ کے نماز ناقص و ناتمام ہے اگر نمازی
اسے عمدًا ترک کرے تو گناہ گار ہو گا اور اس کی نماز ناقص وغیر تام ہو گی اور اگر بھول کر ترک
کر دے گا تو سجدہ ہو سے اس کی تلافی ہو جائے گی اسی لئے آپ کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کے
بغیر نماز کامل و فاضل نہیں لیکن ترک فاتحہ سے نماز باطل نہ ہو گی جس کی دلیل وہ صحیح حدیث
ہے جسے امت نے قبولیت کا درجہ دیا ہے اور شیخین نے بھی اس کو روایت کیا ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کے سارے فرائض سکھائے آپ نے فرمایا اللہ اکبر کہ
پھر جو قرآن آسانی سے پڑھ سکتا ہے پڑھ۔ عمل واجب ہے کیونکہ قرآن حکیم کے موافق
ہے قرآن حکیم میں ہے۔

قَافْ فَأَمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ قرآن کا جتنا حصہ سیرہ آسان ہو پڑھو،
اسی بناء پر امام ابوحنیفہ ترک فاتحہ سے نماز کو باطل نہیں قرار دیتے جبکہ امام شافعی کے
نzd دیک نماز باطل ہو جاتی ہے۔

ایک اعتراض تشبہ ابن عباس کا ہے معترضین کہتے ہیں کہ امام نے اس کو اپنی رائے سے
ترک کیا۔

در اصل انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ امام نے تشبہ ابن مسعود کو اختیار کیا اس معاملہ میں یہ صحیح ترین نقل ہے ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں۔ تشبہ کے سلسلہ کی سب سے زیادہ صحیح وہ روایت ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مردی ہے پھر کہا کہ صحابہ و تابعین میں سے اکثر اہل علم کا اسی تشبہ پر عمل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے:

إِذَا شَكْ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ تم میں سے کسی کونماز میں شک لاحق ہو تو **فَلْيَبْيَنْ عَلَى الْيَقِينِ.** یقین پر بنا دار کر۔

معترضین کا گمان ہے کہ امام نے اس حدیث کو اپنے رائے سے ٹھکرایا ہم کہتے ہیں معترضین کو معلوم نہیں ہوا کہ امام ابو حنیفہ نے اس حدیث پر عمل کیا جس کی صورت یہ ہے کہ نمازی کو غالب ظن نہ ہو، اگر اسے غالب ظن ہو تو صواب کی تحری کرے، جس کی دلیل یہ صحیح حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا شَكْ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ جب تم میں سے کسی کونماز میں شک لاحق ہو تو **فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ.** صواب کی تحری کرے۔ اس حدیث کو شیخین نے بھی روایت کیا۔

نماز فجر میں قوت پڑھنے کی احادیث مردی ہیں، مگر امام ان احادیث پر عمل نہیں کرتے۔ معترضین بے چاروں کو علم نہیں کہ امام ابو حنیفہ ان احادیث کو منسوخ سمجھتے تھے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک فجر کی نماز میں عرب کے بعض قبیلوں پر بد دعا کرتے رہے، پھر حضور نے یہ سلسلہ ختم کر دیا۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ امام نے اوقات مکروہ میں نماز جنازہ کو مکروہ قرار دے کر عام روایات کی مخالفت کی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام نے صحیح حدیث کی رو سے اس کی تجویز کی ہے۔ یہ صحیح حدیث صحیح مسلم میں عقبہ بن عام رضی اللہ عنہ سے مردی ہے۔

حضرت عقبہ بیان کرتے ہیں کہ

نَبِيُّ أَكْرَمٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ مِنْ مَكْرُوهِهِ أَوْقَاتٍ
كَمَا يَنَّهَا نَبِيُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَعْصَيْهِ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ مِنْ نَعْصَيْهِ مِنْ نَعْصَيْهِ
وَأَنْ نُقْبِرَ فِيهِنَّ مَوْتَانًا۔

فرمایا کرتے تھے۔

نَبِيُّ أَكْرَمٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرَ مِنْهُنَّ أَوْرَدَهُمْ
زَكْوَةً مَعْفَ كَرْدِيًّا۔

معترضین گمان کرتے ہیں ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی رائے پر عمل کیا اور اس حدیث
سے اعتراض نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام نے اس صحیح حدیث کو اختیار کیا جسے امام بخاری و مسلم نے
بھی روایت کیا:

أَنَّ ذَكْرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرَ مِنْهُنَّ كَاذِكَرَ
نَبِيُّ أَكْرَمٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَنَّهَا نَبِيُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكْرَ الْخَيْلِ فَقَالَ
كَيْا پھر فرمایا اور آدمی نے بچاؤ کے لئے
أَنْبِيَاءَ بَانِدَهَ كَرْكَهَا پھر ان کی گردنوں اور
وَرَجُلَ رَبَطَهَا تَعْفَفَأَلَمَ لَهُ يَمْنَعُ
پیٹھوں میں اللہ تعالیٰ کا حق نہ روکا تو وہ
حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى فِي رَقَابِهَا وَلَا
غُھُوْرٌ هَا فَهِيَ لِذِلِّكَ سِتْرٌ۔
ظُهُورٌ هَا فَهِيَ لِذِلِّكَ سِتْرٌ۔

پرده ہوں گے۔

اس حدیث کی بناء پر امام عظم نے گھوڑوں میں زکوٰۃ کا حکم دیا جبکہ امام شافعی نے اس
کی مخالفت کی۔

حاجم اور مجوم کے روزے کا مسئلہ:

حدیث میں ہے:

حاجم (نچھنا لگانے والے) اور مجوم
أَفْطَرَ الْحاجِمَ وَالْمَجُومَ
(لگوانے والے) کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

معترضین کا خیال ہے کہ امام نے اس حدیث کو ترک کر کے اپنی رائے پر عمل کیا، جبکہ امام نے حدیث کا مفہوم سمجھا اور تاویل پر غور کیا پھر اس کے مفہوم پر عمل کیا، کیونکہ سچنے لگوانے سے روزہ نہیں تو مٹا اس کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے جو سحنہ ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مردی ہے کہ

إِنَّ النَّبِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا أَكْرَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا مِّنْ أَنْجَحِ الْأَوَاءِ.

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

حج افراد:

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا۔ اعتراض یہ ہے کہ امام نے رائے پر عمل کرتے ہوئے حج قرآن کو افضل قرار دیا حالانکہ امام نے اس کو صحیح حدیث کے ساتھ ترجیح دی، صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حج و عمرہ کے لئے بلیک کہتے ہوئے سنًا:

حالت احرام میں نکاح:

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا:

لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا حِرْمَةً حَالَتْ اِحْرَامَ مِنْ نِكَاحٍ نَهَى بِعَيْمَانٍ

معترضین کہتے ہیں کہ امام نے قیاس پر عمل کرتے ہوئے اس حدیث کو چھوڑ دیا جبکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ امام نے اس حدیث پر عمل کیا جس کی صحت پر اتفاق ہے اور اسے بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمایا۔

مشترک جائداد میں شفعہ:

حدیث میں ہے کہ شفعہ حق غیر تقسیم شدہ جائے اور میں ہے۔

امام اعظم پر اعتراض یہ ہے کہ آپ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا بلکہ اس مسئلہ میں رائے سے کام لیا،

حالانکہ امام نے صحیح حدیث کو اختیار کیا اس صحیح حدیث کو امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا، حضور کا ارشاد ہے:

الْجَارُ أَحَقُّ بِالشَّفْعَةِ

نوافل عبادات کی ترغیب:

عام روایات میں نوافل عبادات کی ترغیب آئی ہے معتبرین کا گمان ہے کہ امام نے قیاس کو ترجیح دے کر اشتغال بالنکاح کو افضل قرار دیا اور ان روایات کو نظر انداز کیا، حالانکہ امام نے صحیح حدیث سے تمسمک کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

وَلِكِنْ أَصْوُمُهُ وَافْطُرُهُ وَاتَّزَوَّجْ فَمَنْ میں روز رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور دغیب عنْ سُنْنَتِی فَلَیْسَ مِنِّی شادی کرتا ہوں پس جو میری سنت سے منہ موڑے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

نکاح میں ولی کی شرط:

عام روایات میں نکاح کے لئے ولی کی اجازت ضروری قرار دی گئی ہے۔

مثلاً ارشاد ہے:

لَا تَنكِحْ إِلَّا بِعُلَيْهِ

معتبرین کا دعویٰ ہے کہ امام نے قیاس پر عمل کیا اور اس حدیث کو ترک کر کے بالغ کا نکاح بغیر اجازت ولی بھی درست قرار دیا۔

ہم کہتے ہیں کہ امام نے صحیح حدیث سے تمسمک کیا اور اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں نقل کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الَّذِيمْ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيَهَا
وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنَ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا

بیوہ (شوہر دیدہ) عورت پر نسبت اپنے ولی کے اپنی ذات کی زیادہ سزاوار ہے اور باکرہ (کنواری) عورت سے اس کی ذات کے صفائی ہے۔

بارے میں اجازت لی جائے اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے۔

دوسری صحیح حدیث ہے کہ خباء کو اس کے باپ نے بیاہ دیا، مگر وہ اس کو پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ شیبہ تھی اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح روک دیا، اسی حدیث کی رو سے امام ابو حنیفہ بالغ کو بغیر اجازت ولی نکاح کا حق دیتے ہیں۔

حق مہر کا تعین:

عام احادیث میں آیا ہے کہ نکاح میں حق مہر کا تعین شرط ہے، مگر امام ابو حنیفہ نے قیاس پر عمل کرتے ہوئے ان احادیث کو چھوڑ دیا۔

ہم کہتے ہیں کہ امام نے اس صحیح حدیث پر عمل کیا جسے امام ترمذی نے جامع میں روایت کیا۔ ایک عورت حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پاس آئی، اس کا شوہر دخول سے پہلے مر گیا اور اس نے حق مہر کا تعین بھی نہیں کیا تھا۔ آپ نے مقدمہ سن کر فرمایا میرے خیال میں اس کا مہر مٹی ہے، وہ میراث کی حق دار ہے اور اس پر عدت بھی ہے، معقل بن سنان اشجعی نے اس کی گواہی دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنت و اشت اشجعی کا یہی فیصلہ کیا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا، اسی لئے امام ابو حنیفہ بلا تعین مہر نکاح کو درست قرار دیتے ہیں۔

اباجت طلاق:

عام احادیث میں وارد ہے کہ طلاق مباح ہے مگر امام ابو حنیفہ نے قیاس سے طلاق خلاش کو حرام کہا اور ان احادیث کو درخواست نہیں سمجھا۔

جواب: اس مسئلہ میں امام صاحب نے اس صحیح حدیث پر اعتماد کیا جو بخاری اور مسلم میں

بھی مردی ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دے دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ عبد اللہ کو کہو کہ اپنی بیوی سے رجوع کرے اور اسے اپنے پاس رکھے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ اسے پھر حیض آئے اور پاک ہواں کے بعد اسے حیض آئے اور وہ حیض سے پاک ہوئے پھر چاہے تو اس کو اپنے پاس رکھ لے چاہے طلاق دے دے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عورتوں کو طلاق دینے کا وقت ہے۔

دانٹ کا قصاص:

ایک اعتراض یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے قیاس کے ذریعے دانت توڑنے میں قصاص کا حکم جاری کیا۔ حالانکہ اس معاملہ میں بھی آپ کا تمکن صحیح حدیث سے ہے۔ دیکھئے امام بخاری نے روایت کی کہ:

رَبِيعُ بْنُ نَضْرٍ نَظَرَ إِلَى أَيْكَ تَحْمِرْ سَرْ سَالِ بُرْكِيَّ كَمْ سَانِيَ كَمْ دَانَتْ تَوْرِدِيَّ تَوْ رَأَى كَمْ قَبْيلَهَ نَهَادَانَ كَمْ مَطَالِبَهَ كَيَارَبِيعَ كَمْ قَبِيلَهَ نَهَى انْكَارَ كَيَا تو مَقْدِمَهَ بَارَگَاهَ رَسَالَتَ مِنْ لَانِيَّاَكِيَا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا۔

مشرکین کا قتل:

عام روایات میں مشرکین کو قتل کرنے کا حکم وارد ہے معتبرین کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے ان روایات کو لاائق عمل نہیں سمجھا بلکہ قیاس سے کام لیتے ہوئے عورتوں، بوڑھوں، راہبوں اور انہوں کے قتل سے منع کیا۔ بخلاف امام شافعی کے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے صحیح حدیث سے استناد کیا اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی جامع میں روایت کیا۔ حدیث یہ ہے کہ

ایک غزوہ میں کوئی عورت مقتول پائی گئی جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا، امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث سند

کے لحاظ سے صحیح ہے۔

کتنے کاشکار:

عومات میں وارد ہے کہ کتنے کا مارا ہوا جانور مباح ہے مگر امام ابوحنیفہ نے قیاس پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ کشاکار سے کچھ کھالے تو اس کے مارے ہوئے شکار سے نہ کھایا جائے۔

ہم کہتے ہیں اس مسئلہ میں بھی امام ابوحنیفہ کا استناد صحیح حدیث پر ہے بخاری اور مسلم کی تخریج کردہ حدیث ہے کہ حضرت عدی بن حاتم نے کتنے کے شکار کے متعلق سوال کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَرْسَلَتْ كَلْبَكَ النَّعْلَمْ جَبْ تُوْپَانِي سَكَحْلَيَا ہُوَ كَتَأْ چَھُوڑے اور وہ شکار کو قتل
فَقَتَلَ فَتَكُلُّ وَإِذَا آكَلَ فَلَادَ تَأْكُلُ کر دے تو اس شکار کو کھا اور اگر کتا اس میں سے کھا لے تو نہ کھا کیونکہ اس شکار کو اپنے لئے پکڑا۔ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ.

ذوی الشہام پر مال میراث کا رد:

امام صاحب کے نزدیک میراث کا بقیر ذوی الشہام پر لوٹا دیا جائے سوائے زوج و وجہ کے، امام شافعی کہتے ہیں کہ بقیرہ میراث بیت المال میں جمع کر لی جائے۔ معتبرین کا خیال یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے یہ مسئلہ قیاس سے اخذ کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام صاحب کا مایہ استناد صحیح حدیث ہے جسے امام بخاری اور مسلم نے برداشت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیجان کی ایک عورت کے پیٹ سے بچہ ساقط کرنے کا فیصلہ کیا اور لوڈی یا غلام کا غرہ لا زم فرمایا بعد ازاں وہ عورت مر گئی تو حضور نے فیصلہ کیا کہ اس کی میراث اس کے بچوں اور شوہر کے لئے ہے جبکہ دیت کی ادائیگی اس کے عصبہ کی ذمہ داری ہے، اس کے علاوہ وہ احادیث ہیں جو امام سلم نے اپنی صحیح میں نقل کی ہیں۔

اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ خطیب وغیرہ معتبرین کا اعتراض کہ امام اعظم احادیث

وآثار کی بجائے قیاس و رائے سے کام لیتے تھے، صریح بہتان اور افتاء ہے۔ امام صاحب اور آپ کے اصحاب اس الزام سے بری ہیں۔

وہ قیاس پر صرف اس صورت میں عمل کرتے ہیں جب کوئی حدیث نہیں ملتی، تمام مجتهدین رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہی طریقہ کار ہے خواز ری کا کلام اختتام کو پہنچا۔

مؤلف رسالہ کہتا ہے کہ اگرچہ اس اصل چہارم میں خن طویل ہو گیا مگر برادران احباب کے لئے فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ اکثر جاہل غیر مقلدین یہی وظیفہ و رذبان رکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اپنے قیاس و رائے کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے کہ خلیفہ منصور نے امام اعظم کی طرف لکھا کہ میں نے نہ ہے آپ اپنے قیاس کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، تو آپ نے جواب میں لکھا:

لَيْسَ الْأَمْرُ كَمَا بَلَغْتَ يَا أَمِيرَ
الْمُؤْمِنِينَ إِنَّمَا أَعْمَلُ أَوَّلًا بِكِتَابٍ
اللَّهِ ثُمَّ بِسُنْنَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَقْضِيَةِ إِلَيْ بِكِ
وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيَّ ثُمَّ أَقْضِيَةِ
بِقِيَةِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ثُمَّ
أَقْيَسْتُ بَعْدَ ذَلِكَ .

امیر المؤمنین بات اس طرح نہیں جس طرح آپ کو پہنچی ہے میں پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر خلفاء راشدین کے فیضوں پر پھر بقیہ صحابہ کرام کے فتووں پر بعد ازاں اپنی رائے پر عمل کرتا ہوں۔

غیر مقلدین صرف تعصب اور حسد سے اس من گھڑت الزام کو امام اعظم کی طرف منسوب کرتے اور جہلا کے نزدیک جھٹ پکڑتے ہیں، بعض ایسے مقامات ہیں جہاں ان کی فکر ماذد امام کی گہرائی تک نہیں پہنچتی اور استنباطات کی باریکیوں تک نظر نہیں جاتی، اس جماعت کا انتہائے عروج صحاح تک ہے اور اصحاب صحاح کا زمانہ حضرت امام اعظم کے زمانہ سے کم و بیش ایک سو سال بعد کا ہے اگر کوئی حدیث اصحاب صحاح کے زمانہ میں ضعیف ہو تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث زمانہ امام میں بھی ضعیف ہو گی۔ ممکن ہے کہ اس حدیث میں ضعف متاخرین راویوں کے باعث آیا ہو یہی مضمون حضرت شیخ عبدالحق محدث

دہلوی نے فتح المان میں ذکر فرمایا حضرت شاہ صاحب پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے
ہندوستان میں علم حدیث کو خوب ترقی دی اور یہاں کے تمام محدثین مقلد ہوں یا غیر مقلد
حضرت شیخ کے شاگرد ہیں، حق یہی ہے کہ خیر القرون کے بعد آراء میں خلط ملط پیدا ہوا اور
زمانے نے دوسرا رنگ اختیار کیا اگر زمانہ دوسرا رنگ نہ لیتا تو زبان رسالت سے خیر القرون
کی تخصیص کا کوئی مفہوم نہ ہوتا۔

خاتمه

رسالہ کے شروع میں تحریر ہوا کہ وہابی دو گروہ ہیں، وہابی حقیقی کہ خود کو اہل حدیث کہتے
ہیں اور مقلدین مذاہب کو مشرکین و کفار کہہ کر ان کے مال و جان کو مباح قرار دیتے ہیں،
جیسے نجد کے اور ہند کے بعض وہابی ہیں یہ لوگ حضرت امام عظیم ابوحنیفہ کی شان میں سخت
تو ہیں اور لعن طعن کرتے اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں۔ مثلاً ابوالقاسم بن اسی نو مسلم ہے جس
نے ایک کتاب الجرح علی ابی حنیفہ تالیف کی ہے وہ اس کتاب میں لکھتا ہے کہ ابوحنیفہ نے
قرآن و حدیث کا مطالعہ نہیں کیا، وہ علم تاریخ و تفسیر سے تو مطلقاً بہرہ تھے، شیخ چلی جیسے
خیالات رکھتے تھے۔ ان سے تو ایک جام بہتر ہے ان کی فقہ بے عملی کی فقہ ہے ان کو علم
حدیث کی بالکل خبر نہیں، ایک حدیث بھی ان کو نہیں پہنچی وہ اور ان کے تمام استاد اور شاگرد
سب ضعیف تھے، امام ابوحنیفہ مر جیہے اور زندیق تھے اور مر جیہے اسلام سے خارج ہیں الہذا
حنفی مسلمان بھی اسلام سے خارج ہیں انہوں (امام) نے فقہ کو شرک کی بنیاد پر قائم کیا الہذا
شرک ہو گئے ان کا طریقہ قرآن کے صریح خلاف ہے۔ وہ مجتہد نہ تھے ان میں اجتہاد کی
شرطیں پائی جاتی تھیں۔ وہ قرن الشیطان اور باغی ہیں اور مسلمانوں میں ان سے زیادہ کوئی
رزیل و منحوں نہیں گزرا۔

یہ تمام بکواسات و باطلیں الجرح علی ابی حنیفہ سے منقول ہے۔

۱۔ اس بکواسات کے پہلے کا علمی جواب حضرت علامہ نور بخش توکی ایم دے نے بنام امام ابوحنیفہ پر
اعترافات کی حقیقت لکھا جو کچھ چکا ہے۔

ایک اور گتاخ عبدالجلیل سامردی ہے اس نے ایک کتاب بوعے غسلین ۱۳۱۹ میں طبع کی جس میں انہائی گستاخی کا اظہار کیا۔

ان کے دیگر معتقدین مقتداوں مثلاً ابن تیمیہ، ابن قیم ابن لہادی اور متأخرین مثلًا قاضی شوکانی یعنی مولوی اسماعیل دہلوی اور صدیق حسن خان بھوپالی وغیرہ، ہم نے نقہ امام کے متعلق ایسی باتیں لکھی ہیں جن کا ذکر طوالت کا متقاضی ہے، بہتر یہ ہے کہ ان کے عقائد و اعمال سے آگاہی حاصل کی جائے کیونکہ بحکم آیت کریمہ۔

”جو شخص اپنی خواہشات نفس کو خدا بنا لے اور اللہ تعالیٰ اس کو علم کے باوجود گمراہ کر دے، اس کے کان اور دل پر مہر لگا دے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دے تو اسے کون راہ راست پر لا سکتا ہے؟“

یہاں وہاں یہ کے دوسرا گروہ سے، جو اپنے آپ کو لباس حنفیت کے پرده میں چھپاتے ہیں اور کم علم عوام کو راہ راست سے بھکاتے ہیں، سوال ہے کہ:

لہذا یمان سے بچ کریں کہ تم پہلے گروہ کے عقائد و اعمال کو مستحسن سمجھتے ہو یا فتح جانتے ہو؟ اگر عمدہ اور مستحسن جانتے ہو تو بحکم حدیث الْمُرْءُ مَعَهُ أَحَبُّ (آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے محبت کرتا ہے) تم انہی کا جزو لا ینیک ہو اور تمہارا دعویٰ حنفیت سراسر نفاق ہے۔ پس آیات منافقین کو رسالہ کے شروع میں تحریر ہوئیں تمہارے اوپر ہو، ہو راست اور صادق آتی ہیں، اگر تم ان کے عقائد و اقوال کو فتح و ناروا جانتے ہو تو تم کو ذات پروردگار کی قسم بچ کرہو کہ تمہارے کس عالم نے ان کی تردید میں کون سی کتاب یا رسالہ تصنیف کیا ہے؟ اگر کوئی کتاب نہیں لکھی تو تمہاری غیرت اسلامی اور حمیت ایمانی کہاں ہے؟ یہ غیر مقلدین کا گروہ تو مقلدین کو کفر و شرک کے خطابات سے نوازتا ہے؟ سوال یہ ہے کہ تم قاضی شوکانی، مولوی اسماعیل دہلوی اور صدیق حسن خان بھوپالی کی اقتداء کرتے ہو یا نہیں؟ اگر اقتداء کرتے ہو تو تم بھی مقلدین ثابت ہو گئے بس ہمارے اور تمہارے درمیان اتنا فرق ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ کی تقلید کرتے ہیں اور تم شوکانی وغیرہ کی اور مقلدین

کی طرف شرک کفر اور بدعت کی جو نسبت کرتے ہو وہ تم پر بھی راست آتی ہے اور اگر ان مقلدین کی طرف کی پیروی نہیں کرتے تو الحرج علی ابی حنفہ وغیرہ کی طرح تم نے کون سی جرحاں کے متعلق لکھی ہے؟ اگر تم نے نہیں لکھی تو اس کا باعث کیا ہے؟ اگر دعویٰ کریں کہ ہم احادیث کی پیروی کرتے ہیں تو اس پر ہمارا سوال ہے کہ تم کو خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے؟ اور تم نے اپنے کانوں سے حضور کی احادیث سنی ہیں، یا تم کو صحبت و ساعت حاصل نہیں۔

اگر شق اول ہے تو اس صحبت کو ثابت کرو، اگر شق ثالثی ہے تو بتاؤ کہ تم کو احادیث کس ذریعہ سے حاصل ہوئی ہیں؟ اگر جواب دیں کہ ہم تک یہ احادیث مصنفوں مثلاً مصنفوں کتب صحاح نے پہنچائی ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ اصحاب صحاح وغیرہ ہم نے جن روایوں سے احادیث لی ہیں وہ قابل اعتماد اور شفہ تھے یا نہیں؟ اگر شق نہ تھے تو تمہارے قول کے بموجب ان پر عمل کرنا خطا ہے، اور اگر وہ قابل اعتماد اور شفہ تھے، تو کس دلیل سے؟ اگر کہیں کہ بزرگان دین مثلاً امام بخاری امام مسلم، ابو عیسیٰ ترمذی، یحیٰ بن معین، حاکم ابن جوزی اور امام سیوطی وغیرہ نے ان کو قابل اعتماد اور شفہ لکھا ہے، ہم کہتے ہیں کہ الحمد للہ چشم ماروشن دل ماشاد، یہ عین تقلید شخصی ہے کہ تقلید کا معنی کسی شخص کا قول بلا طلب دلیل قبول کرنا ہے، افسوس کہ جو آفت تم نے دوسروں کے لئے پیدا کی وہ خود تمہارے پیش آگئی، کہ تقلید شخصی کفر و شرک و بدعت ہے اس کا علاج کیا ہے؟ اس وقت ہم اس رسالہ کو تین احادیث پر ختم کرتے ہیں گوش ہوش سے سنو۔

حدیث اول حدیث افتراق امت

صحیح ترمذی میں بحوالہ حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری امت پر ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ ان کا طرز عمل ہو بہو یہودیوں کی طرح ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ان کے کسی بدجنت نے اپنی ماں کے ساتھ علائی زنا کیا تو میری

امت میں ایسا ذلیل ضرور ہو گا جو ایسی گھٹیا حرکت کرے گا، یہودیوں کے بہتر فرقے ہوئے، میری امت کے بہتر فرقے ہو جائیں گے وہ سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ جتنی گروہ کون سا ہے حضور نے فرمایا یہ گروہ میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہو گا۔

امام احمد اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جتنی ہو گا اور وہ جماعت ہے۔

الَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ

عنقریب میری امت میں ایسے لوگ ہوں
تجاری بِهِمْ تلک الاهواءَ كَمَا
گے جن میں خواہشات و سواس، اس طرح
تجاری الكلب بصاحبِه لا يبقى
رچی بسی ہوں گی جس طرح پاگل کتے کے
منہ عرق وَلَامفصل الاَدَخَلَتُهُ۔
کاٹے ہوئے شخص کے رگ و پے اور ہر ہر
جوڑ میں زہر سرایت کر جاتا ہے۔

(ابوداؤد)

اس حدیث شریف نے جنگ ہفتاد و دو ملت کے درمیان صلح کرادي نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ما ینطق عن الھویا کے رتبہ بلند پر فائز ہیں۔ آپ نے وضاحت فرمادی کہ بہتر گروہ جہنم میں جائیں گے اور ایک ناجی ہو گا۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام کے طرز عمل پر کاربند ہو گا۔

ایک سوال: سوال یہ ہے کہ یہ بہتر گروہ امت دعوت ہیں یا امت اجابت؟

جواب: ہم کہتے ہیں کہ یہ گروہ امت اجابت میں شامل ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں امتی میری امت کا لفظ کمر آیا ہے اور کجر و امتیں جو اہل قبلہ نہیں، ان کو حضور کی امت نہیں کہا جا سکتا۔ علماء علم کلام نے ان بہتر گروہوں کو اہل قبلہ شمار کیا اور ثابت کیا ہے کہ فرقہ ناجیہ یہی گروہ اہل و سنت جماعت ہے جو مقلدین مذاہب پر مشتمل ہے۔

ایک اور سوال: یہاں ایک اور انتہائی پیچیدہ سوال ہے کہ تمام بہتر فرقے کلمہ گو ہیں اور ان میں سے ہر گروہ اس حدیث کو قبول کرتا ہے، اور فرقہ ناجیہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے

ہے کہ مَا آنَا عَلَيْهِ وَاصْحَابِيْهِ كا مصدق اور ہی ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس کا فیصلہ کون کرے کہ کون سا گروہ حق پر ہے؟ اگر ان میں سے کوئی فیصلہ کرتا ہے تو قبول کون کرے گا؟ ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس کا اور کوئی علاج نہیں، سوائے اس کے کہ اس معاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمہ کو منصف مان لیا جائے کیونکہ آپ کی ذات پاک ہر زبغ و باطل سے مامون و محفوظ ہے۔

ہم بـ الجزا و زاری عرض کرتے ہیں، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہی اس اہم مسئلہ کا حل فرمائیے، ہم نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ بفضل خدا اس کا حل اسی حدیث میں موجود ہے اور وہ الجماعة ہے لفظ جماعت اہل سنت و جماعت کے نام میں موجود ہے اور جماعت سے مراد افراد امت کی کثرت ہے اہل سنت و جماعت کی کثرت پر نسبت دیگر بہتر فرقوں کے بدیکی اور واضح ہے اگر کسی کو یقین آئے تو دنیا کی سرکاری مردم شماری کو پیش نظر رکھے حق ہو جائے گا اور باطل بالکہ اگر اہل سنت و جماعت کے افراد جو مذاہب اربعہ کے پیروی ہیں، کو دیگر گروہوں کے مقابل رکھا جائے وہ بفضل الہی زیادہ ہوں گے۔ اگر کوئی کہے کہ حدیث میں جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو راہ صواب پر ہیں گوan کی تعداد کم ہو، جیسا کہ بعض محرومین گمان کرتے ہیں، ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس کا فیصلہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ جماعت سے مراد کثرت افراد امت ہے، حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے شَكَ اللَّهُ تَعَالَى امَّتَ مُحَمَّدٍ كَوْمًا هِيَ پَرِجَنَّ نَهَ كَرَے گا اور اللہ تعالیٰ کا دست قدرت جماعت پر ہے جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا (ترمذی)

عن ابی عمر رضی اللہ عنہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْتَمِعُ أُمَّةٌ
أَوْ قَالَ أُمَّةٌ مُّحَمَّدٌ عَلَى ضَلَالٍ
وَيَقِنَ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ
شَذَّ شَذًّا فِي النَّارِ رواه الترمذی

ابو بصرہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا
میں نے اللہ تعالیٰ سے التجاکی کہ میری امت
کو مگر اسی پر جمع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے
اس کا وعدہ دیا (طبرانی) ابن عباس کہتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو
جماعت سے الگ ہوا پھر مر گیا تو جاہلیت کی
موت مرا۔ بخاری

فَأَنَّقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيتَةً
جَاهِلِيَّةً۔ (رواه البخاری)

اگر کوئی کہے کہ ان احادیث میں اگرچہ اجماع امت اور جماعت کے الفاظ آئے
ہیں۔ مگر ان میں کثرت افراد کی تصریح نہیں۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں:

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو
کیونکہ جو جماعت سے الگ ہوا جہنم میں
گیا (ابن ماجہ)

حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک
شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے ریوڑ کا
بھیڑیا ہوتا ہے اور دور گوشہ میں رہ جانے والی
کمری کو پڑ لیتا ہے اس لئے گھائیوں سے پھو
اور جماعت سے وابستہ رہو۔

وَعَنْ أَبْنَى بَصْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَأَلْتُ رَبِّيَ أَنْ لَا تجتمعْ أُمَّتِي عَلَى
ضَلَالٍ فَأَعْطَنِي رَوَاهُ الطَّبَرَانِيَّ وَ
عَنْ أَبْنَى عَبَّاسَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
فَأَنَّقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيتَةً
جَاهِلِيَّةً۔ (رواه البخاري)

والعامۃ (رواه احمد)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ عَنْ عُنْقِهِ۔ (رواه اتار پھیکا (احمد، ابو داود، مشکوٰۃ) احمد و ابو داود و مسکوٰۃ)

لفظ سوا عظم اور عامہ میں کثرت افراد کی تصریح ہے یہ کثرت اہل سنت و جماعت کی ہے جو تمام اہل قبلہ کے مقابلہ میں ہے اس سے ثابت ہوا کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہے۔

حدیث دوم:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَ سَيِّعَوْهُ بِشَكٍ إِسْلَامٌ شَرُوعٌ مِنْ غَرِيبٍ تَحَا غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ فَطُولَى غَنِيرِیب لوث کر غریب ہو جائے گا تو
 لِلْغَرِبَاءِ (ترمذی ص ۳۷۷)

اصطلاح عرب میں غریب مسافر اور تھا شخص کو کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ اسلام شروع میں کمزور تھا پھر ترقی پا کر حدم کمال تک پہنچا اس کے بعد رو بز وال ہوا یہاں تک کہ اس وقت انہیلی کمزوری کی حالت میں ہے اور ابھی اس کے تنزل میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور یہ صورت بجز اہل سنت کے دیگر اہل قبلہ کی نہیں، جیسا کہ ہر ذی فہم کو معلوم و مشاہد ہے کہ تمام گمراہ فرقے مثلاً شیعہ، خارجی و ہابی نیچری اور مرزائی روز بروز ترقی کر رہے ہیں اگر کسی کو شک ہو تو گزشتہ دس سال کی مردم شماری سے موازنہ کر لے اور دیکھ لے کہ گمراہ فرقے کس قدر رسال بہ سال بڑھ رہے ہیں، غور کیجئے کہ ان کا اضافہ کہاں سے ہو رہا ہے؟ یہ لوگ اہل سنت جماعت ہی سے نکل کر گمراہ فرقوں میں داخل ہو رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان فرقوں میں اکثر شرعی حرمتوں کی پابندی نہیں، ہر کوئی مطلق العنان مجتہد ہے، اور جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے، اس زمانہ کے نفوس امامہ شرع شریف کی پابندی اور تقلید سے انکار کرتے ہیں اس وجہ

سے تقليد کا پٹاگردن سے اتار کر لامہ ہبی اختیار کر لیتے ہیں، اور خواہشات نفوس کے مطابق بلا خوف ملامت نفس پر وری کرتے کرتے اپنی عمر کھپا دیتے ہیں۔

پس اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حقیقی اسلام وہی ہے جو اہل سنت و جماعت کے مقلدین کے پاس ہے بلکہ اسلام اسی جماعت کے ساتھ مقرر و منسوب ہو گیا ہے کہ غربت سے ترقی پائی اور اس کے بعد ترقی سے غربت کی طرف لوٹ گیا۔

فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ وَإِنَّ اللَّهَ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.

اگر کوئی اعتراض کرے کہ حدیث شریف میں لفظ اسلام آیا ہے اور اسلام بمقابلہ کفر مستعمل ہے۔ پس حدیث کا معنی یہ ہو گا کہ اسلام کا اقتدار ضعف سے قوت کو پہنچا پھر قوت سے کمزوری کی طرف رجوع کرے گا۔

ہم کہتے ہیں کہ وہ اہل اقتدار وہابی غیر مقلد تھے یا شیعہ نصیری تھے؟ یا مرزائی تھے نہیں وہ سب مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کے مقلدین تھے، پس ان کا ضعف کفار کے مقابلہ میں جماعت مقلدین کا صرف ہے۔

حدیث سوم:

حَدَّثَنَا أَنَسُ رضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِيَانٍ كَرَتَهُ ہیں کہ
عَنْ أَنَسَ رضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ
رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثِي
قِيَامُ السَّاعَةِ فَقَأَمَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ
فَلَمَّا قَضَى صَلَاةَ النَّعْمَةِ قَالَ أَيْنَ
السَّائِلُ عَنْ قِيَامِ الصَّلَاةِ فَقَالَ
الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا

أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا
أَعْدَدْتَ لَهَا كَثِيرٌ صَلْوةٌ وَلَا
صَوْمَدٌ إِلَّا إِنِّي أَحَبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَأَنْتَ
مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ فَمَا رَأَيْتَ فَرَحَ
الْمُسْلِمِينَ بَعْدَ إِلَسْلَامِ
فَرَحَهُمْ بِهَا هَذَا حَدِيثٌ صَحِيقٌ
نَبِيٌّ دَيْكَاهُ يَحْدِثُ صَحِيقًا

(ترمذی ص ۳۲۲)

اس حدیث شریف سے مقصود یہ ہے کہ جو کوئی اس دنیا میں کسی کو محبوب رکھتا ہے عقیٰ
میں اسی کے ساتھ اس کی صفت میں اور اس کے درجہ میں ہوگا، پس جو کوئی دعویٰ حفیت کے
باوجود نجد یوں سے قلبی محبت رکھتے ہیں اور ان کے شنیع افعال کو مستحسن جانتے ہیں اور اہل
حریم کے قتل، حرمت الہبی کی توہین اور شعائر اللہ کی تخریب پر غازی، مجہد اول اور عظیمة
السلطان کے لقب دیتے ہیں، بعلم حدیث و آیت کریمہ:

مَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ جوان سے محبت کریں گے انہی میں سے
ہوں گے۔

روز قیامت ان کی صفت میں کھڑے ہوں گے، اس لئے ان کا دعویٰ حفیت کسی کو
فریب نہ دے کہ یہ لوگ ان کے ہم عقیدہ ہیں۔

اے پروردگار! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیکھانہ کر اور ہمیں اپنی
طرف سے رحمت عطا فرماء، بے شک تو بہت عطا کرنے والا ہے اے اللہ ہمیں اپنی محبت عطا
کر اور اپنے محبوبوں کی محبت عطا کرو اور صاحب عمل کی محبت دے جو ہمیں تیری محبت کے قریب کر
دے اور یہیک بندوں کی محبت تیری محبت کی طرف رہنمائی کرے۔

اے اللہ ہمیں اپنی اطاعت رسول کریم کی اطاعت اور نیک بندوں کی اطاعت نصیب کر، اے اللہ تیر ارشاد بچ ہے تو نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور ان کا ساتھ بہترین ساتھ ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بہت برا فضل و احسان ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم بہت کافی ہے۔

تحریر کے آخر میں اتنا ہی کافی ہے وصلی اللہ علیہ وسلم سیدنا محمد والاصحہ وبارک وسلم۔
رقم الحروف تحریر رسالہ سے بتاریخ ۱۸ جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ بمقابلہ ۱۹۲۸ء فارغ ہوا۔
اللہ تعالیٰ ہمارا اور اس کو نظر انصاف سے دیکھنے والے کا خاتمه خیر و سعادت اور جود و مغفرت سے فرمائے۔ آمین۔

محمد حسن الحجج دی القادری۔

نوٹ: الحمد للہ ترجمہ کا کام آج شام بوقت سماڑھے پانچ بجے قبل غروب آفتاب، ۱۴ فروری ۲۰۰۳ء، بمقابلہ ۱۶ ذی الحجه ۱۴۲۳ھ (بروز منگل) اختتام کو پہنچا اللہ تعالیٰ اسے حسن قبول سے نوازے۔

وَإِنَّ الْفَقِيرَ إِلَى اللَّهِ
مُحَاجِعٌ بِزَجْنَوْمٍ غَفَرْلَه

مارٹی خوبصورت اور مستندگتب

زرتقاپت

میرزا علی شاہ بادشاہ

بیانِ اکمال

شیخ مسیحی مولوی سید حسین
حکیم احمد بن ابراهیم

قہر خداوندی
دھماکہ دیوبندی

اقبال

لہٰ چشمِ نورِ حبیل

حاضر فرازِ ظریف علی

مشفت
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عینِ نسبت اور اکرم شہنشاہی

تالیف بیہقی

بیانِ حضورِ مسیح

مشافت
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تمامِ نسبت اور اکرم شہنشاہی

جنیلِ صحابہ

لہٰ نورِ رحمی

نوریک رضوی پاکستانیست
لامور

ہماری خوبصورت اور مستند کتب

زریقانیت

میرزاون شاہ ناشری

شیخ قوت، مارچیں جیسا متینیت یوں یہ تدبیح

فائز مردم

لکھنؤی

لکھنؤی حلقہ

لکھنؤی مہاتما

لکھنؤی مہاتما

نوحہ لکھنؤی

لکھنؤی مہاتما

لکھنؤی

لکھنؤی مہاتما

15

پیارہ المکان

شیخ قوت، مارچیں جیسا متینیت یوں یہ تدبیح

مکانیں اعلیٰ نہ باہر من اعلیٰ نہ باہر من

شیخ قوت، مارچیں جیسا متینیت یوں یہ تدبیح

ظاہر و باطن

مشتمل
لکھنؤی مکالمہ مسند نبی فرمودیں اذکر قدر مدد
غصہ تدبیح، داکہ مجسمو احمد سالی

ایقبال

لکھنؤی مہاتما

لکھنؤی مہاتما

جنیل صحابہ

نواز و نافٹے

نوریہ رضویہ پالیگیشنز

کنج بخش روڈ
لامور